وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد اوّل

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئ، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنک پورروڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔
حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّٰی حبتور، بردبئی
مفسرِ مجلسِ تفسیرِ قرآن، مصلّٰی حبتور، بردبئی
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اِذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام ومسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ) * وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں) * مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوّذ کی حکمتیں * خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولاقوۃ الاباللہ * علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * نفحاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد) * یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام' جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے 'پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد اول

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب	:	وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد اول)
مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء)
سنِ اشاعت دوم	:	۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات	:	۳۵۱ (جلد اوّل)
تعدادِ اشاعت	:	۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق	:	مدنی گرافکس، ۵-انا مئے، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت	:	اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بر دبئ
  موبائل: 0097143550426 / 0097150715743l
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
  مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
  موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
  گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
  گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
  موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ
مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ
اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دوراتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ
وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَھَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا اور تقویٰ اور شہادت پر
اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۳۱/ انبیاء واولیاء کی نصائح ووصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اور ان کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء و رسل ہوں یا ان کے اصحاب و اخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین و تبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔
مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دار العلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عز وجل کا از حد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا و بینا اور اخرس و گونگے کو گویا و ناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین ومصلحین، ابرار و اخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق و وجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق و باطل کی تمیز، صحیح وغلط کی شدبد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح و تذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی بہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح و وصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرادیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے ان شاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کردے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکرگزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ وپیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحبتور بلڈنگ،
ص۔ب۔:۲۸۴۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵ر شوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

حضرات انبیاء علیہم السلام

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرات تابعین

قدیم وجدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم وجدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کر کے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دار العلوم دیوبند

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد ....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جاچکا ہے از سرنو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیش نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سودمند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادر خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیر اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علی رسوله الکریم

الحمد للہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ ’جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار و محبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلادے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر و فکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص و عمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

لاشئ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

علمی کام میں برکت کی دلیل
حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد و علی اله و اصحابه و اتباعه و اولیاء الله اجمعین، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکز علم و ورع مادرِ علمی دار العلوم دیوبند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاء' مرحمت فرمائی۔ اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**

دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پوچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ

وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیو بند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

العبد **ابراہیم** غفرلہ	۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
پانڈور، ساؤتھ افریقہ	وارد حال دبئی

نادر و بصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمدللہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آ رہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر وثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء

کریلی، الٰہ آباد

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کررہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنادیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم وملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعاگو و دعاجو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸/صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئی

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اِس وقت کتاب چار ضخیم جلدوں میں شائع ہورہی ہے۔ ناشر)

مُقَدِّمَہ

خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ جانشینِ حضرت حکیم الاسلامؒ

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم القدسیہ

مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء

دینی لٹریچر میں ایک وقیع اضافہ

مفسرین کرام ہوں یا محدثین عظام، فقہائے عالی مقام ہوں یا متکلمین بااحترام، ایسے ہی صوفیاء مکرمین ہوں یا حکمائے محترمین، یہ سب مخدوم ملت طبقات، اپنے قدر دانوں اور مداحوں کے جم غفیر پر اگر نازاں ہوتے تو ہوسکتے تھے اور اپنی غیر معمولی عزتوں اور شہرتوں پر اگر سر افتخار بلند کرتے تو کرسکتے تھے لیکن ان کی شرافتِ نفس اور کمالِ تواضع نے اس واقعی حقیقت کو ان کی عرفانی نگاہوں سے مخفی ہونے نہیں دیا کہ ان کا وسیلۂ عزت وشہرت، علمی کمال، ان کا اپنا ہے کب؟ ان کے دل اس قرارِ واقعی یقین سے بھرپور ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اور جتنا کچھ بھی ہے وہ سب عطیۂ بخشش اسی ذاتِ قدسی صفات ﷺ کا ہے کہ جو ہماری ہی نہیں بلکہ پوری کائناتِ انسانی کا محسنِ اعظم ہے، جس کا معجزانہ امتیاز یہ ہے کہ علم و تربیت کے تمام اسباب عادیہ بند کرکے ربّ کریم نے اس کو براہِ راست اور بذاتِ خود ایسے علوم کا سرچشمہ بنادیا کہ جس کے بغیر انسانی نہ شریعت کی حامل ہوسکتی تھی اور نہ تکریم کی حقدار۔ اس لیے ان حق پسند طبقاتِ اہلِ علم نے اسی محسنِ کائنات ﷺ کے در کی جاروب کشی ہی کو اپنا سرمایۂ افتخار قرار دیا اور ان سب اربابِ فضل وکمال اور لاتعداد انسانوں کے باعظمت پیشواؤں کا سرِ نیاز اس رحمتِ عالم امّی ﷺ کی بارگاہِ اقدس پر خم ہوا کہ جس نے عالمِ دنیا میں کسی سے ایک حرف سیکھے بغیر قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کو کبھی نہ ختم ہونے والے علومِ ہدایت کی حامل کتاب اللہ القرآن الکریم سے نوازا اور بے

حساب علوم کے دریا بہا کر بلا امتیاز پورے عالمِ انسانی کو لافانی سیرابیاں بخشیں۔صلوا علیہ وآلہ!

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ واحد معلم انسانیت ذات مقدسہ ہے کہ جس نے:

کتاب اللہ کی مراداتِ ربانی کے آرزومندوں کو

اس کتابِ مبین کے مکنون حقائق و معارف کے خواہش مندوں کو

احکامِ قرآنی کے اسباب وعلل کے ضرورت مندوں کو

کتاب اللہ کے دعاوی منقولہ پر دلائل و براہین معقولہ کے فکرمندوں کو

قربِ حق کے لیے ہمہ وقت بے چین دردمندوں کو

اور قرآن کریم میں مستور حکمتوں کے لیے سراپا شوق نیازمندوں کو

علوم وعرفان کے بھرپور خزانے تو عطا فرمائے، مگر لیا کسی سے کچھ نہیں!

یہ کون ہے؟ یہ وہی وادیٔ غیر ذی زرع کا درِ یتیم ہے، یہ وہی سب سے عظیم محسنِ انسانیت ہے کہ جس نے بے حس و حرکت خود ساختہ معبودوں کے سامنے سجدہ ریزوں کی سماعتوں کو انسانیت نواز نغمۂ توحید سے نوازا، جس نے ظاہر بین نگاہوں کو بیک جنبشِ انگشت، چاند کے دو ٹکڑے کر کے کھلی آنکھوں صداقت کی رونمائی کرائی۔ اور جس نے عالمِ غیب کی بالمشاہدہ تفاصیل پیش کر کے منکروں کی زبانوں کی معترضانہ قوتِ گویائی چھین لی لیکن 'توحید' جو اسلام میں صدق و عدل کا نقطۂ آغاز و اختتام ہے، اس کا مقابلہ فہم وتفکیر کے بجائے ناقدرشناسوں نے، بدر و احد میں، تیر وشمشیر سے کر کے، علم و اخلاق دونوں سے اپنی محرومی پر ابدیت کی مہر ثبت کر لی اور تاریخ کو ہمیشہ کے لیے اپنی بدبختی پر گواہ بنالیا۔ سراپا جہالت دشمنانِ اسلام کو اگرچہ نظر تو آئی مگر بعد از وقت یہ حقیقت کھلی آنکھوں نظر آ گئی کہ تیر وشمشیر اہلِ صدق و عدل کے حلقوموں پر چلا کر ان کو موت کے گھاٹ اُتارا جاسکتا ہے لیکن ان ہتھیاروں سے صدق و عدل کی ابدی زندگی چھینی نہیں جاسکتی اور اس حقیقت کو جاننے کے باوجود چھیننے کی کوشش کرنے والا اسی کا مخاطب بن سکتا ہے کہ

یہ تیر باہدف ہیں مگر بے کمان ہیں

خاتم المرسلین ﷺ نے اپنی طاعات وعبادات، سلوک و احسان، معاملات و معاشرات، اخلاقیات وسیاسیات اور انفرادیات و اجتماعیات کی جزئی جزئی میں، صدق وعدل کو، اساسِ صحت

واعتبار قرار دے کر ان کی اعلیٰ معیاریت کو دلائل سے مستغنی فرمادیا، بالفاظِ دیگر آپ ﷺ کی زندگی نے اہلِ اسلام کو یہ نقطۂ اعتقاد یہ دے کر کہ ہر عمل کی اسلامیت کا مدار و معیار صدق وعدل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور صدق وعدل کے بغیر کسی عمل کو اسلامی باور کرنا یا کرانا اسلام کے ساتھ وہ ناانصافی ہے کہ جس کو ناقابل معافی قرار دینا ہی عین انصاف ہوگا۔

پھر صدق وعدل کے اسی باوقعت معیار پر آپ ﷺ نے ان صحابۂ کرامؓ کی تربیت فرمائی کہ جو اس معاشرے کے پروردہ تھے کہ جہاں صدیوں سے سو جاگ کر بھی صدق وعدل کا تصور ان کے حاشیۂ خیال میں بھی گزر نہیں پاتا تھا۔ اس صدق وعدل کی اطمینان آفرینی اور اس قلبی لذتوں کے آشنائی نے صحابہ کرام کو اپنے مربی ﷺ کے عشق ومحبت کے اس حیرتناک مقام پر پہنچا دیا کہ میدانِ احد میں حضرت ابو دجانہؓ نے نبی کریم ﷺ کو کفار کے تیروں کی زد میں دیکھا تو بیتاب ہوکر خود اپنے وجود کو آپ ﷺ کے لیے ڈھال بنا دیا، مگر یہ عشقِ بے مثال نے اس نازک اور خطرناک ترین آفت میں بھی کمالِ ادب کے تحت آپ ﷺ کی طرف پشت کرنا گوارا نہ کیا اور ابودجانہؓ نے اپنا چہرہ آپ ﷺ کی طرف رکھ کر، کفار کے تیروں کی مشقِ ستم کے لیے اپنی پشت ان کے سامنے کر دی۔ صحابہ کرامؓ کا ہی وہ بے لوث عشقِ رسول ؐ تھا کہ جس نے ان کو بارگاہِ احدیت سے "رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ" کی خوش بختانہ خوش خبری سے دنیا ہی میں مشرف فرمادیا۔

خاتم الرسل ﷺ نے انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو پر محیط مکمل اور صالح ترین اسلامی نظام کی صرف علماً ہی نہیں بلکہ عملاً بھی تفاصیل اس طرح پیش فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کا سا دل میں اُتر جانے والا اندازِ رہنمائی، آپ ؐ سے پہلے اور بعد کے پیشوایانِ مذاہب میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا امتیازِ خاتمیت

نبیٔ اسلام - خاتم الانبیاء، دینِ اسلام - خاتم الادیان، شریعتِ اسلامیہ - خاتم الشرائع، کتابِ اسلام - خاتم الکتب اور اُمت اسلام - خاتم الامم ہے۔

اس خاتمیت کاملہ کا طبعی تقاضہ ہے کہ یہ دینِ حق قیامت تک باقی رہے اور حق کا بقا بواسطۂ شرائع انبیاء ہی ہوتا ہے۔ پس اگر یہ دین ہمیشہ باقی نہ رہے تو حق دنیا سے منقطع ہو جائے

گا، حالانکہ بقاءِ عالم حق ہی کی بنیاد پر ہے۔ ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ'' اس لیے اس دین کا ہر دستبرد سے قیامت تک محفوظ رہنا، منطقی طور پر ضروری بن جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بے شمار شکوک وشبہات اور اعتراضات وتلبیسات کے ہزار ہا رَخنے پیدا کیے جانے کے باوجود یہ دین اپنے اصول وفروع اور اپنی حقیقت کے ساتھ عہدِ آغاز ہی کی طرح محفوظ و باقی ہے اور اپنے تمام جزء وکل کے ساتھ بغیر کسی تغیر کے اس کا باقی رہنا، انسانی استطاعت سے ممکن نہیں تھا، کیونکہ انسان بذاتِ خود اور اس کے دل و دماغ کے رجحانات ومیلانات اور عقلی تقاضے تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ تورات، انجیل اور زبور انسانی تغیر پذیری کی نذر ہوگئیں، مگر حق اس لیے باقی رہا کہ نبوت باقی تھی لیکن ختمِ نبوت کے بعد اس آخری دین کی حفاظت و برقراری ضروری تھی۔ اور یہ حفاظت ادیانِ سابقہ کی طرح ایسی محافظِ دین شخصیات کے ذریعہ بھی کرائی گئی کہ جو کسی جزء دین میں بھی ادنیٰ تغیر کو برداشت نہ کریں اور ساتھ ہی اختصاصی طور پر اس دینِ آخری کو انتہائی مضبوط، صحت و برہان کی اس قوت سے بھی امتیاز بخشا گیا ہے کہ جو ہر خطرے اور تغیر کا پورے طور پر قلع قمع کر دینے کی بذاتِ خود صلاحیت کاملہ لیے ہوئے ہے۔

ان تمہیدی نکات کی روشنی میں وہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام' جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تئیس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔ یہ حیرتناک خطبہ وہ ذخیرۂ وجیزہ ہے کہ جس کو تعبیری اور تعلیمی جامعیت کے لحاظ سے، آپ ﷺ کے جوامع الکلم کا مصداق قرار دینے میں منصف اہلِ علم کی دو رائے ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔

مصنف محترم نے اس نبوی خطبۂ عظیمہ کے ہر جملے میں انسانی زندگی کی مختلف جہات سے متعلق، جامع اور مختصر رہنمائیوں کو علمی بالغ نظری سے علیحدہ علیحدہ عنوانات قائم کرکے، ہر صاحبِ ذوق دیندار کے لیے دین فطرت 'اسلام' کی علمی اور عملی جامعیت کے فہم کو آسان ترین

بنا دیا ہے۔

یہ نبوی خطبۂ وقیعہ یکجائی طور پر کتبِ احادیث میں موجود نہیں ہے لیکن مختلف کتب میں اس کے اجزاءِ مختلفہ موجود ہیں جسے علم حدیث میں وسعت نظر رکھنے والوں نے یکجا فرما دیا ہے۔

اس وصیت آمیز جامع خطبۂ نبوی اور ’وصایا انبیاء و اولیاء‘ کا تصنیفی صورت میں شرح و ترجمہ کرنا مصنف علاّم کے لیے خصوصی توفیقِ الٰہی ہے۔ یہ خطبہ و وصایا چونکہ بذاتِ خود عالمگیر صلاحیت و افادیت کی حامل ہیں، اس لیے راقم سطور بہ صمیم قلب دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ اس ذخیرۂ فیض کو قبولیتِ عامہ اور مقبولیتِ تامہ ارزانی فرما کر مصنف محترم کے لیے زادِ آخرت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(مولانا) **محمد سالم قاسمی**
مہتمم دار العلوم دیوبند (وقف) دیوبند

پیش لفظ

الحمد للّٰه رب العالمین و الصّلوٰة و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین — اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کردیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سوجاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً و الصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً ...... اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہوجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ وآخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آرہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' جس کا اُردو نام برادر عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی و امیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین و مفسرین، اصحابِ سیر و مغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم و تاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو و تسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت و برکت کے تحت نقل کر دیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ امْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ بِهٖ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهٗ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِىْ وَصِيَّتِىْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص: ۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آجائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَـنْ كَـانَـتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَـأْتِـىَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْـطِىَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخارى و البيهقى۔ احكام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰهم انا نسئلک العفو و العافية برحمتک يا ارحم الراحمين۔

مفلس کون ہے؟

"اَ تَـدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْـمُـفْـلِـسَ مِـنْ اُمَّتِـىْ يَأْتِـىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِـىْ قَدْ شَتَـمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَـيُعْطٰى هٰذَا مِـنْ حَسَـنَـاتِـهٖ وَ هٰـذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کوتہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی و سیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبل ؐ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ وتصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر واسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آسکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرمادیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کرلی جائیں گی۔

ان چندسطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ **و اللّٰہ المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلتُ و الیہ اُنیب.**

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

خطبۂ حجۃ الوداع

رحمتِ عالم، محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر، میدانِ عرفات میں تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار جاں نثاروں اور اپنے سچے جانشینوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سامنے جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا وہ 'خطبۂ حجۃ الوداع' کے نام سے موسوم ہے جسے اس کی اہمیت اور اہتمام شان کے باعث 'حجۃ الاسلام'، 'حجۃ البلاغ'، 'حجۃ التمام' اور 'حجۃ الکمال' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اس خطبۂ عظیم کو مقاصدِ اسلام و شریعت اور آپؐ کی تنبیہات و تاکیدات کے سلسلے میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے، جو اُمتِ مسلمہ اور عالمِ انسانیت کے لیے ابد تک ایک مینارۂ نور، امن و سلامتی اور عدل و انصاف، اخوت و مساوات کے ابدی اصول پر مبنی ایک عظیم دستورِ حیات ہے۔ جس میں آپؐ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو مستحکم فرمایا اور رسومِ شرک و جاہلیت کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان تمام محرمات کی حرمت کی توثیق فرمائی جو تمام ادیان میں حرام ہیں، یعنی دوسروں کا خون، مال اور عزّت کا احترام اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور باہمی حقوق کی وصیت فرمائی اور ﴿وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ﴾ کی تاکید فرمائی۔ جسے پڑھ کر یہ یقین تازہ ہوتا ہے کہ واقعی آپؐ ﴿رحمۃ للّعالمین﴾ اور ﴿کافّۃ للنّاس بشیراً وَّ نذیراً﴾ ہیں۔

یہ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ حضرت رسولِ امین ﷺ اپنے آخری حج کے موقع پر، حجاج کرام کے ہمراہ، میدانِ عرفات کے قریب مقام 'نمرہ' پر پہنچے اور خیمہ زن ہوئے۔ پھر جب دھوپ ڈھل گئی تو آپؐ نے اپنی اونٹنی 'قصواء' طلب فرمائی اور کجاوہ نشین ہوکر میدانِ عرفات کے متصل مقام 'عُرنہ' میں تشریف لائے اور ناقۂ قصواء پر ہی سے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

کنز العمال میں بروایت اُمّ حصین رضی اللہ عنہا منقول ہے کہ ”میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھی، مَیں نے دیکھا کہ حضرت اُسامہؓ اور حضرت بلالؓ، نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے ہیں، نیز حضرت بلالؓ حضرت رسول اکرم ﷺ کو دھوپ سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنا کپڑا تانے ہوئے ہیں۔ حتی کہ آنحضرت ﷺ نے ’جمرۃ العقبہ‘ میں رمی فرمائی۔ پھر آپؐ لوٹے اور لوگوں کے انتظار میں ٹھہرے۔ اس حال میں کہ آپؐ اپنی چادر مبارک اپنی بغل کی جانب سے بائیں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ کے کجاوہ کے دائیں جانب ایک بہت بڑا مجمع ہے۔ حضرت امّ حصینؓ فرماتی ہیں کہ پھر آپؐ نے ایک طویل خطاب فرمایا، آخر میں فرمایا ”اَللّٰھُمَّ اشۡھِدۡ“ (اے اللہ تو گواہ رہ) **ھَلۡ بَلَّغۡتُ** (کیا میں نے حقِ رسالت ادا کر دیا؟)

زاد المعاد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سورۂ ”اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ“، ایامِ تشریق کے وسط میں نازل ہوئی، اور آپؐ نے جان لیا کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آ گیا، پس آپؐ نے اپنی اونٹنی قصواء کو طلب فرمایا، چنانچہ اس کو سواری کے لیے تیار کیا گیا، (آپؐ اس پر سوار ہو کر مقام عُرفہ میں تشریف لائے) جب لوگوں کا اجتماع ہو گیا تو آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ (زاد المعاد، ج:۳، ص:۹۴)

کنز العمال میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے دوران ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپؐ اپنی اونٹنی جدعاء (مقطوع الاذن) پر سوار تھے، پس آپؐ نے دونوں پاؤں رکاب میں داخل فرمائے، تاکہ آپؐ اونچے ہو جائیں اور لوگ بات سن سکیں، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اَلَا تَسۡمَعُوۡنَ؟ کیا آپ تمام لوگ سن رہے ہو، اور اپنی آواز بلند فرمائی۔

یہ خطبۂ حجۃ الوداع مکمل کسی ایک کتاب میں جمع نہیں تھا۔ احقر نے سہولت کے پیشِ نظر مختلف کتب سے تحقیق کر کے یکجا کر دیا ہے تاکہ اس سے استفادہ آسانی سے کیا جا سکے، نیز آخر میں خطبہ کے تمام حصے کے مآخذ بھی تحریر کر دیے ہیں۔

آغازِ خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَتُوْبُ اِلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ"

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اسی کی جناب میں ہم توبہ کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اعمال کی برائیوں سے اللہ جل شانہ کی پناہ چاہتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اُوْصِیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِتَقْوَی اللّٰہِ، وَ اَحُثُّکُمْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَ اَسْتَفْتِحُ بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ۔

اللہ کے بندو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور تمھیں آمادہ کرتا ہوں اس کی اطاعت پر اور میں بہتر بات (حمد وثنا) سے اپنے کلام کا افتتاح کرتا ہوں۔

وصال کی خبر

اما بعد – اَیُّھَا النَّاسُ! اِسْمَعُوْا قَوْلِیْ تَعِیْشُوْا اُبَیِّنْ لَکُمْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا فِیْ مَوْقِفِیْ ھٰذَا اَبَدًا۔

(حمد و ستائش کے بعد) لوگو! میری بات سنو، تمھیں زندگی ملے گی، میں (آج) تم لوگوں سے صاف صاف باتیں کروں گا، اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں اور آپ لوگ میرے اس سال کے بعد میرے اس مقام پر آئندہ کبھی باہم جمع نہیں ہوسکیں گے۔ (یعنی میرا وصال ہوجائے گا)

دجّال ...... ایک حقیقت

ثُمَّ ذَکَرَ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِیْ ذِکْرِہٖ، ثُمَّ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰہُ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَہٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ اُمَّتَہٗ وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَ اِنَّہٗ یَخْرُجُ فِیْکُمْ فَمَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مِنْ شَاْنِہٖ، فَلَا یَخْفٰی عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ اَعْوَرُ عَیْنُ الْیُمْنٰی، کَاَنَّھَا عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ، اَلَا مَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مَا شَاْنُہٗ، فَلَا یَخْفِیَنَّ اَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ، فَلَا یَخْفِیَنَّ اَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔

پھر آپؐ نے مسیح دجال کا طویل ذکر فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا، اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا، چنانچہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، اسی طرح ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو اس سے خوف دلایا، بلا شبہ وہ تمہارے درمیان نکلے گا، پس تم پر اس کی کوئی حالت مخفی نہ رہے، پس پوشیدہ نہ رہے تم پر یہ بات کہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، گویا کہ وہ آنکھ گردش کرنے والا انگور کا دانہ ہے، خبر دار! تم پر اس کی کوئی حالت مخفی نہ رہے، (اس کے بعد دو مرتبہ تاکیداً فرمایا) کہ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

جان و مال کا احترام

اَیُّھَا النَّاسُ! اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا یَوْمٌ حَرَامٌ، فَقَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا شَھْرٌ حَرَامٌ، قَالَ: فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ وَ اَبْشَارَکُمْ وَ اَوْلَادَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقُوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا وَ اِنَّکُمْ سَتَلْقُوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ، اَ لَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

لوگو! آج کون سا دن ہے؟ تمام حاضرین نے جواب دیا، یوم محترم، پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ سب نے کہا بلد محترم، اس کے بعد آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ سب نے کہا کہ یہ ماہ محترم ہے، آپؐ نے فرمایا: بلا شبہ تمہارے خون

اور تمہارے مال، تمہاری عزتیں اور تمہارے ابدان اور تمہاری اولاد باہم ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، اسی طرح جیسے تمہارا آج کا دن تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں واجب الاحترام ہے۔ بلا شبہ تم عنقریب اپنے رب سے جاملوگے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔

سنو! مَیں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا (راوی کہتے ہیں) ہم نے جواباً عرض کیا، ہاں پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہ۔

امانت داری وحق رسی

فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهٗ عَلَيْهَا، اَلدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَ الْعَارِيَةُ مُوَادَّةٌ، وَ الْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَ الزَّعِيْمُ غَارِمٌ۔

جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اسے چاہیے کہ اس کی امانت ادا کرے، قرض ادا کیا جائے، عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جائے، دودھ کے لیے ہدیۃً لی ہوئی اونٹنی دودھ سے استفادہ کے بعد واپس لوٹائی جائے اور ضامن ضمانت کا ذمہ دار ہے۔

رسومِ جاہلیت کی تنسیخ

اَلَا! كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ تَحْتَ قَدَمِيْ، وَ اِنَّ كُلَّ رِباً مَوْضُوْعٌ، وَ لَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ قَضَى اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا رِبَا۔ وَ اِنَّ اَوَّلَ رِبَا أَبْدَأُ بِهِ رِبَا عَمِّي الْعَبَّاسِؓ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ اِنَّ دِمَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ نَبْدَأُ بِهِ دَمَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ لَيْثٍ، فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ۔

خبردار! تمام امورِ جاہلیت میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہیں اور ہر سودی معاملہ کالعدم ہے۔ اور تمھیں اپنی اصل پونجی لینے کا حق ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سودی معاملہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور جو سود میرے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وصول طلب ہے سب سے پہلے میں وہ تمام کا تمام

ختم کرتا ہوں اور عہدِ جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں اور جو قصاص جاہلیت اپنے خاندان کا وصول طلب ہے، یعنی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا، سب سے پہلے میں اُن سے دستبردار ہوتا ہوں (ان کے خون کا انتقام نہیں لیا جائے گا) جو کہ قبیلہ بنولیث میں زیر پرورش تھے، کہ قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے ان کو قتل کردیا۔

اَلَا اِنَّ مَآثِرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ اِنَّ كُلَّ دَمٍ وَ مَاءٍ وَ مَالٍ يُدَّعّٰى بِهٖ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مَوْضُوعَةٌ تَحْتَ قَدَمِيْ هَاتَيْنِ غَيْرُ السَّدَانَةِ وَ السِّقَايَةِ، وَ الْعَمَدُ قُوُدٌ وَ شِبْهُ الْعَمَدِ مَا قُتِلَ بِالْعَصٰى وَ الْحَجَرِ وَ فِيْهِ مِأَةُ بَعِيْرٍ، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

اور تمام آثارِ جاہلیت، خوں بہا، پانی اور کسی کی طرف مال کا جھوٹا دعویٰ سب میرے ان دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں، البتہ بیت اللہ شریف کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کا منصب برقرار رہے گا، اور قتلِ عمد پر قصاص ہے، اور شبہ عمد جو لاٹھی یا پتھر سے قتل کیا جائے، اس میں سو (۱۰۰) اونٹ کی دیت ہے پس جس نے تعدّی کی وہ اہلِ جاہلیت میں سے ہے، سنو! کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

قوم کو نصیحت

يَا مَعْشَرَ الْقُرَيْشِ ! لَا تَجِئُيْو بِالدُّنْيَا تَحْمَلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ وَ يَجِئُى النَّاسُ بِالْاٰخِرَةِ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

اے جماعتِ قریش! یہ نہ ہو کہ (قیامت میں) تم دنیا کا بوجھ اپنی گردنوں پر اُٹھا کر لاؤ اور لوگ (سامانِ) آخرت لے کر آئیں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

يَا مَعْشَرَ الْقُرَيْشِ ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَعَظُّمِهَا بِالْآبَاءِ۔

اے قریشیو! اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کی نخوت اور غرورِ نسب سے پاک کردیا ہے۔

انسانی مساوات ومعیارِ فضیلت

اَيُّهَا النَّاسُ ! رَبُّكُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ لِآدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ، (ثُمَّ تَلَا) يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى، وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ، وَ لَيْسَ لِعَرَبِيٍّ فَضْلٌ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَ لَا لِعَجَمِيٍّ فَضْلٌ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَ لَا اَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ وَ لَا اَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى، اَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ، قَالُوْا : نَعَمْ۔

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے (پیدا کیا گیا) ہے۔ (پھر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدمؑ وحواؑ) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزّت شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے، بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور بڑا باخبر ہے۔ نہ کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل ہے اور نہ کوئی عجمی کسی عربی پر فضیلت رکھتا ہے، نہ سیاہ فام سرخ فام پر فوقیت رکھتا ہے نہ سرخ فام سیاہ فام پر۔ فضیلت و برتری کا معیار صرف تقویٰ پر ہے، کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہ، حاضرین نے جواب دیا: ہاں!

ابلیس کی مایوسی

اَيُّهَا النَّاسُ ! قَدْ يَئِسَ الشَّيْطَانُ مِنْ اَنْ يُعْبَدَ فِىْ اَرْضِكُمْ هٰذِهِ اَبَدًا، وَ لٰكِنَّهُ قَدْ رَضِىَ اَنْ يُّطَاعَ فِيْمَا سِوٰى ذَالِكَ مِمَّا تُحَقِّرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ، فَاحْذَرُوْهُ عَلٰى دِيْنِكُمْ۔

لوگو! حقیقت یہ ہے کہ شیطان قطعی مایوس ہو چکا ہے اس بات سے کہ کبھی اس کی تمہاری اس سرزمین عرب میں پرستش کی جائے لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ عبادت کے سوا دوسرے ان اعمال میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم (گناہ کے اعتبار سے) معمولی خیال کرتے ہو، اپنے دین کے معاملے میں اس سے چوکنّا رہو۔

اسلامی تقویم

اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ يَضِلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ يُحَرِّمُوْا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ، كَانُوْا يُحِلُّوْنَ صَفَرَ عَامًا، وَ يُحَرِّمُوْنَ الْمُحَرَّمَ عَامًا فَذَالِكَ النَّسِيْءُ۔

لوگو! امن کے مہینہ کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے، اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں کہ ایک سال تو اُس (مہینے) کو حلال سمجھ لیتے ہیں، اور دوسرے سال حرام، تا کہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کیے ہیں، گنتی پوری کرلیں، پس اس طرح جسے اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرتے ہیں اور جسے اللہ نے حلال کیا ہے اُسے حرام کر لیتے ہیں (چنانچہ) وہ ایک سال ماہِ صفر کو حلال کر لیتے ہیں (اور دوسرے سال حرام) اور ماہِ محرم کو ایک سال حرام سمجھتے ہیں (اور دوسرے سال حلال)۔

وَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَةِ يَوْمٍ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ، وَ وَاحِدٌ فَرْدٌ : ذُوالْقِعْدَةِ وَ ذُوالْحَجَّةِ وَ الْمُحَرَّمُ وَ رَجَبُ الَّذِىْ بَيْنَ جَمَادِىٌّ وَ شَعْبَانَ، ذَالِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ، فَلَا تَظْلِمُوْا اَنْفُسَكُمْ، اَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهِدْ۔

زمانہ چکر کاٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے دن بنایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے (جن کا ذکر) کتاب اللہ میں ہے، آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے، ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔ تین یکے بعد دیگرے؛ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں، اور ایک الگ رجب ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ یہی دینِ قیم ہے، پس آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

حقوقِ زوجین

اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّ لِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَا يُوْطِئْنَ فَرْشَكُمْ غَيْرُكُمْ تَكْرَهُوْنَهُ وَ لَا يُدْخِلْنَ اَحَدًا تَكْرَهُوْنَهُ بُيُوْتَكُمْ اِلَّا بِاِذْنِكُمْ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ بَيِّنَةٍ وَ لَا يَعْصِيْنَ فِيْ مَعْرُوْفٍ، فَاِنْ خِفْتُمْ نُشُوْزَهُنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ اَنْ تَعِظُوْهُنَّ، وَ تَعْضِلُوْهُنَّ وَ تَهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ تَضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرَّحٍ، فَاِنِ انْتَهَيْنَ، وَ اَطَعْنَكُمْ فَعَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ، وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

اے لوگو! تمھاری بیویوں کا تمھارے ذمے حق ہے اور تمھارا ان پر حق ہے، تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارا فرش تمھارے غیر سے نہ روندوائیں بالخصوص جن کو تم برا سمجھتے ہو (یہ قید اضافی ہے) اور کسی ایسے شخص کو تمھارے گھر میں داخل نہ ہونے دیں، جس کو تم ناگوار سمجھتے ہو، الا یہ کہ تمھاری اجازت ہو، اور وہ کوئی کھلی بے حیائی کی بات نہ کریں، اور کسی امرِ خیر میں نافرمانی نہ کریں، پس اگر تمھیں ان کی طرف سے سرکشی کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ ان کو نصیحت کرو، اور مجبور کرو، اور ان کی خوابگاہوں سے علیحدگی اختیار کرلو، اور انھیں مارو ایسی مار جو شدید نہ ہو کہ جس سے نشان پڑ جائے، پھر اگر وہ (کسی مرحلہ میں) باز آجائیں اور تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو وہ شرعی قاعدہ کے مطابق نان ونفقہ کی حقدار ہیں۔

عورتوں کا مقام اور تقدّس

وَ اِنَّمَا النِّسَاءُ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَا يَمْلِكْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَ اِنَّكُمْ اِنَّمَا اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ، وَ اسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، وَ اسْتَوْصُوْا بِهِنَّ خَيْرًا۔

بلا شبہ عورتیں تمھارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز پر قادر نہیں، (یعنی محکوم ہیں) اور بلا شبہ تم نے ان کو بامان اللہ حاصل کیا ہے (یعنی حق تعالیٰ کا ان سے عہدِ امان ہے) اور ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات (احکام) کے ساتھ حلال کیا ہے، لہٰذا خواتین کے باب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو (یعنی ان کے

ساتھ اچھا سلوک کرو)۔

اُخوتِ اسلامی

اَرِقَّاءُ كُمْ اَرِقَّاءُ كُمْ، اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ، وَ اكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ، وَ اِنْ جَاءُوْا بِذَنْبٍ لَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَغْفِرُوْهُ فَبِيْعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ، وَ لَا تُعَذِّبُوْهُمْ، أَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

آپ (ﷺ) نے دومرتبہ تاکیداً (ارشادفرمایا) اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو، ان کو وہی کھلاؤ جوتم کھاتے ہواور وہی پہناؤ جوتم پہنتے ہو، اگر وہ ایسا گناہ کر بیٹھیں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! انھیں فروخت کردو، اوران کو عذاب نہ دو۔ سنو! کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

اطاعتِ امیر

يٰـأَيُّهَا النَّاسُ ! اسْمَعُوْ، وَ اَطِيْعُوْا وَ اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ مُجَدَّعٌ، اَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ،

اے لوگو! اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، اگر چہ تم پر کسی حبشی غلام کو جو مقطوع الانف ہو، اُمیر بنادیا جائے، جبکہ وہ تمہارے معاملات میں کتاب اللہ کو نافذ کرے۔

کتاب وسنت کی بنیادی حیثیت

فَاعْقِلُوْا أَيُّهَا النَّاسُ! وَ اسْمَعُوْا قَوْلِيْ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ، وَ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْراً بَيِّناً مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ، فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَداً كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ فَاعْمَلُوْا بِهِ۔

سمجھ سے کام لو لوگو! اور میری بات سنو! میں نے تم لوگوں تک حق تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور میں تمہارے درمیان روشن چیز چھوڑ کر جارہا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑلیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یعنی کتاب اللہ اوراس کے نبی ﷺ کی سنت، پس تم اس پر عمل پیرا رہو۔

انسدادِ ظلم وخیانت

أَیُّھَا النَّاسُ ! اِسۡتَمِعُوۡا قَوۡلِیۡ فَاِنِّیۡ قَدۡ بَلَّغۡتُ وَ اعۡقِلُوۡہُ تَعۡلَمُنَّ أَنَّ کُلَّ مُسۡلِمٍ اَخُ الۡمُسۡلِمِ وَ اَنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ اِخۡوَۃٌ، فَلَا یَحِلُّ لِاَمۡرِئٍ مَالُ اَخِیۡہِ اِلَّا اَعۡطَاہُ عَنۡ طِیۡبِ نَفۡسٍ مِّنۡہُ، فَلَا تَظۡلِمُنَّ اَنۡفُسَکُمۡ، اَلَا لَا یَحِلُّ لِاَمۡرَأَۃٍ اَنۡ تُعۡطِیَ مِنۡ مَالِ زَوۡجِھَا شَیۡئًا اِلَّا بِاِذۡنِہٖ، اَلَا ھَلۡ بَلَّغۡتُ ؟ اَللّٰھُمَّ فَاشۡھَدۡ۔

لوگو! میری بات سنو! بلا شبہ میں نے پیغام رسانی کا فرض ادا کردیا، اسے سمجھو تاکہ تم جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں ہے الا یہ کہ وہ خوش دلی سے اس کو کچھ دیدے۔خبردار! کسی عورت کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دیدے، سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا نہیں دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

خانہ جنگی کی مذمت

أَلَا فَلَا تَرۡجِعُنَّ بَعۡدِیۡ کُفَّارًا، یَضۡرِبُ بَعۡضُکُمۡ رِقَابَ بَعۡضٍ، أَلَا ھَلۡ بَلَّغۡتُ؟ اَللّٰھُمَّ فَاشۡھَدۡ۔

خبردار! میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا، اس طرح کہ تم میں سے بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی گردن کاٹنے لگیں، سنو! کیا میں نے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا نہیں دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

حقوق کا تعین

أَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَدّٰی اِلٰی کُلِّ ذِیۡ حَقٍّ حَقَّہٗ وَ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ قَسَّمَ لِکُلِّ وَارِثٍ نَصِیۡبَہٗ مِنَ الۡمِیۡرَاثِ، وَ لَا یَجُوۡزُ لِوَارِثٍ وَصِیَّۃٌ وَ لَا یَجُوۡزُ فِیۡ اَکۡثَرِ مِّنَ الثُّلُثِ۔

اے بنی آدم! اللہ جل شانہ نے ہر حقدار کا حق رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے

لیے میراث کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں (یعنی اب کوئی شخص اپنے وارث کے لیے میراث کے معاملے میں کوئی وصیت نہ کرے، ورثاء کو ان کے مقررہ حصۂ شرعی کے مطابق حصہ ملے گا) اور (کسی شخص کے لیے کسی غیر وارث کے حق میں) اپنے تہائی مال کی مقدار سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔

قانونِ حفاظتِ ناموس

أَلَا وَ اِنَّ الْوَلَدَ لِلْفَرَّاشِ وَ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

خبردار! بچہ اس شخص کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

فریب دہی اور ناسپاسی کی مذمت

أَلَا وَ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ رَغْبَةً عَنْهُمْ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلآئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفاً وَّ لَا عَدْلًا۔

سنو! جس نے نفرت کے باعث اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی جانب خود کو منسوب کیا (یعنی قومی نسبت تبدیل کی) یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو اپنا آقا بتایا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں فرمائیں گے۔

قانونی تحفّظ

أَلَا لَا يَجْنِىْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا لَا يَجْنِىْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ عَلٰى وَالِدِهٖ۔

غور سے سنو! کوئی مجرم جرم نہیں کرتا مگر اس کی اپنی ذات پر ہے، خبردار! کوئی مجرم جرم نہیں کرتا ہے کہ جس کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر ہو اور نہ کوئی بیٹا جرم کرتا ہے جس کی ذمہ داری اس کے والد پر ہو۔

اعلانِ ختمِ نبوت

أَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ لَا اُمَّةَ بَعْدُكُمْ (وَ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ) أَلَا كُلُّ نَبِیٍّ قَدْ مَضَتْ دَعْوَتُهُ اِلَّا دَعْوَتِیْ فَاِنِّیْ قَدْ دَخَّرْتُهَا عِنْدَ رَبِّیْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَإِنَّ الْاَنْبِيَاءَ مُكَاثِرُوْنَ فَلَا تُخْزُوْنِیْ فَاِنِّیْ حَابِسٌ لَكُمْ عَلٰی بَابِ الْحَوْضِ۔

لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت وجود میں آئے گی۔ سنو ! بلاشبہ میری دعوت کے سوا ہر نبی کی دعوت ختم ہوچکی ہے کہ میں نے اس کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لیے جمع فرمادیا ہے (یعنی اب کسی اور کو عطا نہ ہوگی)، یہ حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام (قیامت کے دن) کثرتِ تعداد پر فخر کریں گے، پس تم مجھ کو (اپنی بداعمالیوں سے) رُسوا مت کرنا، میں حوضِ کوثر کے دروازے پر تمہارے انتظار میں رہوں گا۔

اسلام کے بنیادی ستون

أَلَا فَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ، وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَ اَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ طِيْبَةً بِهَا اَنْفُسُكُمْ (وَ فِیْ رِوَايَةٍ) وَ تَحُجُّوْنَ بَيْتَ رَبِّكُمْ، وَ اَطِيْعُوْا وُلَاةَ اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔

سنو! اپنے رب کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ ادا کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرو، (اور ایک روایت میں ہے) اور اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرو، اور سربراہوں کی اطاعت کرو، اور اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوجاؤ۔

صدقہ کی تلقین

قَالَ وَ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا فَاِنِّیْ لَا أَدْرِیْ لَعَلَّكُمْ لَا تَرَوْنِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا۔

راوی نے فرمایا کہ (اسی خطبہ میں) آپؐ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا، پس آپؐ نے

ارشاد فرمایا صدقہ کرو اس لیے کہ شاید تم مجھ کو میرے اس سال کے بعد نہ دیکھ سکو، (میرے ہی سامنے صدقہ کردو تا کہ میں تمہارا گواہ بن جاؤں)۔

میقاتِ احرام

وَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ اَنْ يُّهِلُّوا مِنْهَا وَ ذَاتَ عِرْقٍ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ اَوْ قَالَ لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ۔

اور آپؐ نے اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا کہ وہ اس مقام سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ کر چلیں، اور اہلِ عراق کے لیے ذات عرق کو میقات قرار دیا، یا اہلِ مشرق کے لیے (راوی کو اچھی طرح یاد نہیں رہا کہ آپ نے اہلِ عراق فرمایا یا اہلِ مشرق)

کمال ایمان و اسلام

اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ؟ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ، اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُؤْمِنُ؟ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ، اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُهَاجِرُ؟ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّيِّئَاتِ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَ الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔

میں تم کو آگاہ کرتا ہوں، مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، میں تم کو خبر دیتا ہوں مؤمن کون ہے؟ مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے باب میں مامون رہیں، اور میں تم کو بتاتا ہوں، مہاجر کون ہے؟ مہاجر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ برائیوں کو ترک کردے، اور مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔

ایذاءرسانی کی مذمت

وَ الْمُؤْمِنُ حَرَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَحُرْمَةِ هٰذَا الْيَوْمِ لَحْمُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَأْكُلَهُ بِالْغِيْبَةِ يَغْتَابُهُ وَ عِرْضُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَخْرِقَهُ، وَ وَجْهُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ

يَلْطَمَهُ، وَ أَذَاهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يُوْذِيَهِ، وَ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَدْفَعَهُ دَفْعَةً تَعْنِيْهِ۔

اور مومن کی ذات (جان و مال) مومن پر حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس پر اس کا گوشت حرام ہے کہ وہ جسے غیبت کے ذریعہ کھاتا ہے، اور مومن کی عزت اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو خراب کرے اور مومن کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو طمانچہ مارے اور مومن کی ایذاء اس پر حرام ہے کہ وہ اس کو ایذاء دے، اور حرام ہے اس پر کہ وہ مومن کو تکلیف رسانی کے لیے اس کو دھکا دے۔

نازشِ بیجا کا سدِ باب

لَا يَأْلُوْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّهُ مَنْ تَأْلِي عَلَى اللّٰهِ أَكْذَبَهُ اللّٰهُ۔

اللہ تعالیٰ کے ذمہ ڈال کر قسمیں نہ کھاؤ (مثلاً یہ کہ قسم ہے اللہ کی وہ ضرور فلاں کام کریگا) اس لیے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹ ظاہر کردے گا۔

حصولِ شہادت

وَ اِنِّیْ مَسْئُوْلٌ وَ اِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، وَ اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا: نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ، وَ اَدَّيْتَ، وَ نَصَحْتَ، فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً، قَالَ اَلَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَ النَّارَ حَقٌّ، وَ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ، وَ اَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا، وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ قَالُوْا نَشْهَدُ بِذَاكَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَآءُ وَ يَنْكُتُهَا اِلَی النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

اور حق تعالیٰ کے حضور مجھ سے بھی باز پرس ہوگی اور تم سے بھی، اور تم سے میرے (پیغام رسانی کے) بارے میں سوال کیا جائے گا، بتاؤ کیا جواب دوگے؟ سامعین نے عرض کیا، ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے (اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کے احکام) پہنچادیے، اور تبلیغ کا (رسالت کا) حق ادا کردیا، اور نصیحت و خیرخواہی کی تکمیل فرمادی، پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے (پھر) سوال فرمایا: کیا تم اس بات کے گواہ نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود

نہیں ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے اور موت برحق ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کو زندہ کرے گا، حاضرین نے جواب دیا کہ ہاں ہم ان باتوں کے گواہ ہیں، اس کے بعد آپؐ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ۔

بشارت و انذار

ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ ! اِنِّیْ فُرَطُکُمْ وَ اَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَی الْحَوْضِ، حَوْضٌ عَرْضُهُ مَا بَیْنَ بَصْرَةَ وَ صَنْعَاءَ فِیْهِ عَدَدَ النُّجُوْمِ قَدْحَانٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَ اِنِّیْ سَائِلُکُمْ حِیْنَ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ عَنِ الثَّقَلَیْنِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تُخْلِفُوْنِیْ، فِیْهِمَا الثِّقْلُ الْاَکْبَرُ کِتَابُ اللّٰهِ سَبَبٌ طَرَفِهٖ بِیَدِ اللّٰهِ، وَ طَرَفٌ بِاَیْدِیْکُمْ فَتَمَسَّکُوْا بِهٖ لَا تَضِلُّوْا وَ لَا تُبَدِّلُوْا، وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَ اِنَّهُ قَدْ نَبَّأَنِی اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اَنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں اور تم بھی اس حوض پر پہنچو گے، وہ ایسا حوض ہے کہ اس کی وسعت بصرہ سے مقام صنعاء کے مابین مسافت کے برابر ہے۔ اس پر ستاروں کی مقدار کے برابر چاندی کے گلاس ہیں اور جس وقت تم حوضِ کوثر پر آ ؤ گے تو میں ثقلین (کتاب وسنت) کے متعلق تم سے سوال کروں گا، پس سوچ لو کہ تم ان دونوں کے باب میں کیسی جانشینی کرو گے، ثقلِ اکبر: کتاب اللہ ہے، اس کے ایک کنارہ کا سرشتہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ایک کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے، پس اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو، راہِ راست سے نہ ہٹو، اور نہ اس کو تبدیل کرو، اور میرے عترت میرے اہلِ بیت ہیں اور اللہ لطیف وخبیر نے مجھے آگاہ فرمادیا ہے کہ وہ دونوں (کتاب وعترت) کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِیْ وَ لَا لِأَهْلِ بَيْتِیْ وَ اَخَذَ وَبْرَةً مِنْ كَاهِلِ نَاقَتِهٖ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ وَ لَا مَا يُسَاوِیْ هٰذَا وَ مَا يَزِنُ هٰذَا۔

بلا شبہ صدقہ (زکوٰۃ) نہ میرے لیے حلال اور نہ میرے اہلِ بیت کے لیے (اور بطور مثال وتاکید) آپ نے اپنی اونٹنی کی گردن کے متصل پیٹھ سے ایک بال پکڑا اور فرمایا کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس بال کے برابر اور ہموزن زکوٰۃ بھی ان کے لیے جائز نہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کا منصب

وَ قَالَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهٗ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔

اور ارشاد فرمایا، کہ جو اس وقت موجود ہے وہ میرا پیغام ان تک پہنچادے جو موجود نہیں ہے، ممکن ہے وہ شخص جسے بات پہنچائی جائے وہ بات کو سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا نہیں دیا؟

وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اکمالِ دین

وَ عَنِ الشَّعْبِی قَالَ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"، قَالَ نَزَلَتْ وَ هُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ حِيْنَ وَقَفَ مَوْقِفَ اِبْرَاهِيْمَ، وَ اضْمَحَلَّ الشِّرْكُ، وَ هَدِمَتْ مَنَارُ الْجَاهِلِيَّةِ، وَ لَمْ يَطُفْ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، (طبقات ابن سعد)

حضرت شعبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر اس وقت آپ کے اسی قیامِ عرفہ کے دوران یہ آیت نازل ہوئی: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کردیا اور تمہارے لیے بطور طریق زندگی اسلام سے راضی ہوگیا) اس وقت عالم یہ تھا کہ شرک مضمحل ہو چکا تھا اور زمانۂ جاہلیت کے تمام آثار ختم ہو چکے تھے اور کسی شخص نے (زمانۂ

جاہلیت کی روش پر) کعبۃ اللہ کا برہنہ ہوکر طواف نہیں کیا۔

مآخذ

۱- بخاری شریف، باب الخطبة ایام منی، ج:۱ص:۲۳۴۔ طبع دہلی (ہند)

۲- مسلم شریف: باب حجة النبی ﷺ ج:۱ص:۳۹۴۔ طبع نور محمد، کراچی (پاکستان)

۳- سنن ابی داؤد : باب صفة حجة النبی ﷺ ج:۱،ص:۲۶۲، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۴- سنن ابن ماجه : باب لا وصية لوارث۔ ص:۱۹۴۔ و باب حجة رسول اللہ ﷺ ص :۲۲۰، و باب لا یجنی احد علی احد، ص:۱۹۱، طبع نور محمد کراچی (پاکستان)

۵- فتح الباری : باب قول النبی ﷺ، لا ترجعوا بعدی کفارا — الخ ج:۱۱،ص: ۲۰، لشیخ الاسلام شهاب الدین بن حجر العسقلانی المطبعة الخیریة بمصر، سنة ۱۱۱۹ھ

۶- المسند لاحمد بن حنبل ، ج:۹،ص:۶۱۸۴، مطبعة دارالمعارف، بمصر ۱۳۷۰ھ

۷- کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال: ج ۵ ص:۱۵۹تا۱۶۶، لعلامة علاء الدین علی بن حسام الدین الشهیر بالمتقی الهندی البرهان پوری، المتوفی ۹۷۵ھ، مطبع مجلس دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد دکن ۱۳۷۴ھ

۸- مجمع الزوائد و منبع الفوائد:باب الخطب فی الحج ج:۳،ص: ۲۶۵ تا ۲۷۴ للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ۔ طبع بیروت

۹- زاد المعاد فی هدی خیر العباد : للامام شمس الدین بن عبد اللہ الدمشقی الحنبلی المعروف بابن قیمؒ علی هامش الزرقانی للامام العلامة محمد بن الباقی الزرقانیؒ، ج:۳،ص:۹۴۔ مطبع الازهرية المصرية، ۱۳۶۶ھ

۱۰- مرقاۃ المفاتیح : لعلی بن سلطان محمد القاریؒ، ج:۵،ص:۲۹۸طبع ملتان (پاکستان)

۱۱- سیرت ابن ہشام : لابن ہشام۔ ج:۴،ص:۲۵۳

۱۲- ثمر الوداد مختصر زاد المعاد : لمصطفٰی محمد عمارۃ، فصل فی ھدی رسول اللّٰہ ﷺ فی حجہ و عمرتہ، ص:۱۱۱، طبع مصر ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء

۱۳- تاریخ الطبری : تاریخ الرسل و الملوك لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ٢٢٤ — ٣١٠ ھـ ج:۳،ص:۱۴۸۔ مطبوعة دار المعارف بمصر

۱۴- الطبقات الکبریٰ : لابن سعد، ج:۲،ص:۱۷۲، طبع بیرت ، ۱۳۷۶ھ

۱۵- العقد الفرید : لابی عمر احمد بن محمد بن عبد ربه الاندلسی،کتاب الخطب ج:۴،ص:۵۷، مطبع قاھرہ،۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

۱۶- تاریخ الکامل : لابن الاثیر الجزری، ج:۲،ص:۱۴۶۔ طبع مصر ۱۱۳۱ھ

۱۷- بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ : لعلامة مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھویؒ فصل فی حوادث السنة العاشرة من الھجرۃ، ص:۲۷۸،طبع حیدرآباد(پاکستان)

۱۸- البیان و التبیین : لابی عثمان عمرو بن محبوب الجاحظ، ج:۲،ص:۲۹، مطبعة الاستقامة بالقاھرۃ ، ۱۳۶۶ھم۱۹۴۷ء

۱۹- اعجاز القرآن : للقاضی ابی بکر الباقلانی علی ھامش الاتقان فی علوم القرآن لشیخ الاسلام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی ج:۱،ص:۱۷۸،طبع بمصر الصبعة الثالثة، ۱۳۷۰ھ۱۹۵۱ء

۲۰- جمھرۃ خطب العرب : لاحمد زکی صفوت، ج:۱،ص:۵۷۔ طبع مصر : ۱۳۵۲ھ۱۹۳۳ء

۲۱- سیرۃ النبی ﷺ : علامہ شبلی نعمانی و سیّد سلیمان ندویؒ، سال اخیر حجة الوداع، ج:۲،ص:۱۴۸۔ مطبع اعظم گڑھ (ھند) طبع دوم ۱۳۴۱ ھ

پیغمبرِ اسلامؐ کی مرض الوصال میں وصیتیں

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سات کنوؤں کے پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالیں۔ ہم نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب آپؐ نے غسل فرمالیا تو آپ کو راحت محسوس ہوئی۔ آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ انھیں خطبہ دیا۔شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت کی اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی۔

پھر آپؐ نے انصار کے لیے وصیت کی۔فرمایا ''اے گروہِ مہاجرین! تم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ تم لوگ ترقی کروگے، اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ اپنی اس حالت سے جس پر وہ آج ہیں ترقی نہیں کریں گے، وہ ایسے ہیں کہ میں نے اُن کے یہاں پناہ لی ہے، ان کے کریم کا اکرام کرو اور ان کے برے آدمی سے درگذر کرو''۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ آخری مجلس تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ۔

(طبقات ابن سعد، ج:۲ص:۲۹۷۔حیات الصحابہ: ج:۳،ص:۴۸۲)

حلال وحرام کی وصیت

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الوصال میں فرمایا ''اے لوگو! کوئی بات بھی مجھ پر معلق نہ کرو۔ میں نے صرف وہی حلال کیا اور وہی حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری خطبہ

حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ سے آخری خطبہ میں سنا، فرماتے تھے ''جس نے ان پانچوں فرض نمازوں پر جماعت کے ساتھ محافظت کی وہ ان لوگوں میں سے پہلا ہوگا جو پل صراط سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے کوندنے والی بجلی گذر جاتی ہے اور ایسے شخص کا حشر اللہ تعالیٰ تابعین کی پہلی جماعت کے ساتھ کرے گا اور اس شخص کے لیے دن رات میں جس میں کہ اس نے پانچوں نمازوں کی محافظت

کی تھی ایسے ہزار شہیدوں کے برابر اجر ہوگا جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے۔

(حیات الصحابہ، ج:۳، ص:۴۸۴)

نماز اور غلام کے حقوق کی حفاظت کی وصیت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آ گیا تو آپؐ کی اکثر وصیت یہ تھی ''نماز ...... نماز ...... اور تمہارے لونڈی و غلام''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ اپنے سینے میں گنگنا رہے تھے اور آپ کی زبان اسے ادا نہ کرسکتی تھی۔

دوسری روایت

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا ''اپنے لونڈی و غلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اپنے نوکر ونوکرانی کے ساتھ نرم برتاؤ کا معاملہ کرو) اللہ سے ڈرو، ان کو کپڑا پہناؤ۔ ان کے شکم کو سیر کرو اور ان سے نرم بات کرو''۔

(قربان جائیے پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات پر! آج معاشرہ کس قدر اپنی انسانیت کو کھو چکا ہے کہ پالتو کتے کی قدر ہے مگر نوکر و خادمہ کی قدر کتے سے بھی کم ہوگئی۔ آج مسلم معاشرہ میں نوکر کی تنخواہ ہزار روپیہ اور کتے کی خوراک پر ماہانہ صَرفہ تین ہزار! صاحب کا کھانہ مطبخ میں الگ پک رہا ہے اور وہی نوکر کتے کا کھانا الگ پکا رہا ہے اور خود نوکر کتے سے کم تر درجہ کا کھانا اپنے لیے اسی مطبخ میں پکاتا ہے اور صاحب کی سواری میں ناپاک کتا تو بیٹھ سکتا ہے مگر ایک نوکر کو جگہ نہیں مل سکتی۔ پھر ہم اللہ سے مدد و نصرت کے طلبگار ہیں! جائے افسوس کہ مسلمان بھی خنزیر کا گوشت کھانے والی قوم کی اتباع میں اپنی بنیادی تعلیمات کو کھو چکا ہے اور احساس کو مسخ کر چکا ہے، اللہ ہی سے فریاد ہے اور وہی ہمارا رب ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل)

یہودیت ونصرانیت کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے

عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے آخری زمانے میں وصیت فرمائی کہ دونوں دین (یہودنیت ونصرانیت) ملک عرب میں نہ رہنے دیے جائیں۔

اللہ یہود و نصاریٰ کو برباد کردے

عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے جو بات فرمائی یہ تھی کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو غارت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ دیکھو دونوں دین ...... یہودیت و نصرانیت ......سرزمین عرب میں باقی نہ رہنے پائیں۔

اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کی وصیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی وفات سے تین رات پہلے سنا کہ آپ فرماتے تھے خبردار! تم میں سے کسی شخص کی موت نہ آئے مگر یہ کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو (یعنی ذات حق سے حسن صلہ کی اُمید رکھے)۔

حقوق العباد کی تلافی کی وصیت

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ مرض الوصال میں آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا 'اے فضل! یہ پٹی میرے سر پر باندھ دو'۔ انھوں نے باندھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'ہمیں اپنے ہاتھ کا سہارا دو'۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور ان کے سہارے سے مسجد میں داخل ہوئے ......اللہ پاک کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

''تم میں سے بعض کے حقوق مجھ سے وابستہ تھے۔ میں بھی ایک بشر ہوں اس لیے جس شخص کی آبرو کو مَیں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو تو یہ میری آبرو موجود ہے اسے بدلہ لے لینا چاہیے، جس شخص کے مال کو مَیں نے نقصان پہنچایا ہو، تو میرا مال موجود ہے اسے لے لینا چاہیے۔

جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہوگا کہ اُن حقوق میں سے اس کا کوئی حق ہو اور وہ اسے لے لے یا مجھے بَری کردے تاکہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں اپنے کو بَری کرچکا ہوں۔ کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ مجھے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں میری طبیعت میں نہیں ہیں۔ جس شخص کا نفس بُری بات میں اس پر غالب آ گیا ہو تو اسے بھی مجھ سے مدد لینی چاہیے کہ میں اس

کے لیے دعا کروں گا''۔(تاکہ اس کے نفس کی بُرائی بھلائی میں بدل جائے)

اعمالِ صالحہ کی وصیت

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 'فرمایا اے اولاد عبد مناف! مَیں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (ﷺ)! میں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بینیاز نہیں کرسکتا۔ دنیا میں تم لوگ مجھ سے جو چاہو مانگ لومگر آخرت میں صرف تمہارے اعمال ہی کام آئیں گے''۔

میں تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے نبیؐ اور ہمارے حبیبؐ نے ہمیں اپنے وصال سے ایک ماہ قبل اپنی موت کی خبر سنادی۔ میرے ماں باپ اور میری جان ان پر فدا ہوں، جب جدائی کا زمانہ قریب آ گیا تو آپؐ نے ہمیں ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع فرمایا۔ ہمارے لیے آپؐ نے سختی برداشت کی۔ فرمایا ''تم لوگوں کو مرحبا۔ اللہ تمھیں سلامتی عطا کرے۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ اللہ تمھیں غنی کرے اور تمھیں رزق دے۔ اللہ تمھیں بلند کرے۔ اللہ تمھیں نفع دے اور تمھیں بچائے، آمین۔ میں تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے لیے تمھیں وصیت کرتا ہوں، اسی پر تم کو چھوڑتا ہوں۔ اور تمھیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔ اللہ کے حکم کے خلاف اس کے بندوں اور اس کے شہروں میں زیادتی وفساد نہ کرو۔ نیک انجام تو متقیوں کے لیے ہی ہے۔ اللہ نے فرمایا کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے''۔ ہم لوگوں نے کہا 'یا رسول اللہ! آپؐ کی اجل کب تک ہے؟' آپؐ نے فرمایا 'جدائی اللہ کی طرف۔ جنت المأویٰ کی طرف۔ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور رفیق اعلیٰ کی طرف اور کأسِ ادنیٰ کی طرف اور حظ اور مبارک عیش کی طرف۔ واپسی کا وقت قریب آ گیا''۔ عرض کی 'یا رسول اللہ! ہم آپ کو کس چیز میں دفن کریں؟' آپؐ نے فرمایا ''اگر تم چاہو تو میرے انہی کپڑوں میں یا یمنی چادروں میں''۔ عرض

کی 'یا رسول اللہ ! آپؐ پر نماز کون پڑھے گا؟' ...... ہم بھی رونے لگے اور آپؐ بھی روئے۔ پھر فرمایا ''ٹھہر جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے اور تمہارے نبی کی طرف سے تمھیں جزاءِ خیر دے۔ جب تم مجھے غسل و کفن دے چکنا تو مجھے میری اسی تخت پر میرے اسی گھر میں میری قبر کے کنارے مجھے رکھ دینا۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس سے باہر ہو جانا کیونکہ سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھیں گے، وہ میرے حبیب و خلیل جبرئیل ہوں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت کہ ان کے ہمراہ ان کے تمام لشکر ملائکہ ہوں گے۔ پھر تم ایک ایک گروہ ہو کر اندر آنا۔ مجھ پر درود و سلام پڑھنا۔ مجھ پر میرے اوصاف بیان کرنے اور آواز بلند رونے سے اذیت نہ دینا۔ پہلے مجھ پر میرے عزیز مَرد نماز پڑھیں، پھر ان کی عورتیں پھر بعد کو تم لوگ۔ میرے جو اصحاب موجود نہیں ہیں انھیں سلام کہہ دینا ...... ان لوگوں کو جو میری اس قوم میں سے میرے دین میں میری پیروی کریں انھیں بھی میرا اسلام پہنچا دینا''۔ عرض کی 'یا رسول اللہ (ﷺ) ! آپؐ کو قبر میں کون داخل کرے گا؟' ...... ''میرے اعزہ بہت سے ملائکہ کے ہمراہ جو اس طرح تمھیں دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے''۔

یہ تمام وصیتیں جناب رسول اللہ ﷺ کی طبقات ابن سعد ج:۲ص : ۲۹۹/۳۰۳ سے اخذ کی گئی ہیں۔

آخری کلمات، میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا

''لوگو! تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، تم ایسا نہ کرنا۔ (کہ سجدہ خاص ہے رب العالمین کے لیے)۔ اللہ ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ للہ میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ اس قوم پر اللہ کا قہر و غضب ہو جنھوں نے قبورِ انبیاء کو سجدہ گاہ بنالیا۔ دیکھو میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں'' اور وصال کے وقت زبان پر یہ کلمات جاری تھے: ''اَلصَّلٰوۃُ - اَلصَّلٰوۃُ - وَ ما مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ - اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی''۔ (بحوالہ سابق)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی دس قیمتی وصیتیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرانا اگر چہ تم کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) والدین کو ہرگز نہ ستانا اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ کر نکل جا۔

(۳) فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ وہ حق جل مجدہ کی امان و نگرانی سے نکل کر ہلاکت میں جا پھنسا۔

(۴) شراب ہرگز مت پینا کیونکہ وہ تمام تر بے حیائی کی جڑ ہے۔

(۵) گناہ سے پرہیز رکھنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے۔

(۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگنا اگر چہ اور لوگ ہلاک ہو جائیں۔

(۷) اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت بھاگنا بلکہ جم کر رہنا۔

(۸) اپنے اہل وعیال پر اپنا حلال وعمدہ مال خرچ کرنا۔

(۹) اور ادب سکھانے کی غرض سے اپنی لاٹھی تیار رکھ اور اہل وعیال کی جانب سے غافل ہوکر مت بیٹھ جانا۔

(۱۰) اور اپنے عیال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مشکوٰۃ، ص: ۱۸)

تشریح: ان دس نصیحتوں کی تفصیل کے لیے تو مکمل ایک رسالہ کیا ایک کتاب درکار ہے جو ہمارا موضوع نہیں، اس لیے صرف قدرے وضاحت کریں گے۔

شرک ام الکبائر والمعاصی ہے۔ آخرت میں نجات کا دارومدار مکمل توحید پر ہے اور شرک سے بیزاری پر رکھا گیا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا اہم موضوع شرک کی خباثت سے اُمت کو بچانا تھا۔ شرک کی مختلف قسمیں ہیں اور سب کی سب باطل ہیں۔ (۱) شرک فی العبادۃ۔ (۲) شرک فی الطاعۃ۔ (۳) شرک جلی (۴) شرک خفی (۵) شرک فی الدعاء وغیرہ۔

دوسری نصیحت : والدین کو نہ ستانا۔ والدین کو ستانا گناہِ کبیرہ ہے اور عنداللہ اس کا بیحد مواخذہ ہے۔اس سلسلے میں ہم احادیث سے مختصر اقتباس نقل کردیتے ہیں۔

(۱) والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(بخاری۔مشکوٰۃ ص:۱۷)

(۲) وہ ذلیل ہو جسے ماں باپ نے جنت میں داخل نہ کرایا۔(مسلم۔مشکوٰۃ:۴۱۸)

(۳) فرمانبردار اولاد کے لیے جنت کے اور نافرمان کے لیے دوزخ کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ (بیہقی۔مشکوٰۃ ص:۴۲۱)

(۴) ماں باپ کی طرف گھور کر دیکھنا بھی عقوق (نافرمانی) میں شامل ہے۔(بیہقی۔مشکوٰۃ ص:۱۷۱)

(۵) ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔(بخاری۔مسلم۔مشکوٰۃ ص:۴۱۹)

(۶) ماں باپ پر لعنت کرنے والا ملعون ہے۔ (الادب المفرد، ص:۱۵ مسلم کتاب الاضاحی)

(۷) ماں باپ کو قتل کرنے والا سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوگا۔(درمنثور۔مشکوٰۃ)

(۸) ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔(مشکوٰۃ ص:۴۲۱)

(۹) ماں باپ کو ستانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص:۴۲۰)

(۱۰) باپ کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک سے ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔ (الزہد، احمد بن حنبل، ص:۸۴)

تیسری نصیحت : نماز فرائض کی پابندی کا حکم بھی اہم ترین ستون اسلام اور علامتِ ایمان ہے۔

چوتھی نصیحت : شراب مت پینا کہ یہ امّ الخبائث ہے کیونکہ شراب پینے کے بعد ہر معصیت کا دروازہ کھلنا اور ہر برائی کے راستے پر چلنا آسان ہوجاتا ہے۔

پانچویں نصیحت : گناہ مت کرنا کہ گناہوں کی بناء پر قلب پر ظلمت و معصیت کا حجاب چڑھ جاتا ہے اور معصیت کی بناء پر حق جل مجدہ کی طرف سے ناراضگی کا نزول ہوتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی کتاب 'جزاء الاعمال' قابلِ دید ہے جس میں بتلایا گیا ہے

کہ کس معصیت کے ارتکاب سے کیا عذاب نازل ہوتا ہے۔

چھٹی نصیحت: میدانِ جہاد سے نہیں بھاگنا کہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اسلام کی عظمت وشوکت اور حفاظت شریعت اور جملہ فلاح و بہبود جہاد میں مضمر ہے۔ مگر آج اس عظیم اسلامی فریضہ کو چھوڑنے کی نحوست کا مزہ تمام مسلم ممالک اور مسلمانوں کی جماعت خوب اچھی طرح چکھ رہی ہیں اور غیروں نے بہت ہی آسانی سے ذلت و رسوائی کا طوق خوبصورتی کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کی گردن میں ڈال دیا اور پھر اُمت کا حسّاس طبقہ دل ہی دل میں غمزدہ اور دست بدعا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ مجاہدین اُمت میں ناپید ہوگئے ہوں بلکہ مجاہدین، نوجوانانِ سرفروش بے چین ہیں کہ اپنے خونِ ایمان سے مظلومین بے کس و بے بس عورتوں بچیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر جوہر دکھلائیں۔ مگر افسوس کہ مسلمان حکمرانوں نے ان کو آہنی قوانین اور اَنگنت احوال ناگفتہ بہ میں جکڑا ہوا ہے۔ اور اُمت کی معصوم بچیوں کی عصمت دری ہورہی ہے۔ ان انسانیت سوز حوادث کا ذمہ دار غیر مسلم نہیں ہمارے مسلم حکمراں ہیں۔ یہ غیروں سے زیادہ عدالتِ الٰہی میں مجرم ہوں گے۔ غیروں نے تو افرادِ اُمت کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا اور مسلم حکمرانوں نے قانونِ الٰہی کی بے حرمتی ہی نہیں کی بلکہ دوہرے جرم کا ارتکاب کیا۔ اللہ کے داعی کی بیخ کنی اور حکمِ الٰہی کی بے حرمتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کا غیب سے سامان پیدا فرمائے۔ آج اسلام کو داخلی خطرہ لاحق ہے نہ کہ خارجی۔ خارجی خطرہ کا واحد حل جہاد ہے جس پر مسلم حکمرانوں نے پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ (و اِلی اللّٰہ المشتکی)

ساتویں نصیحت: جب کسی جگہ طاعون وغیرہ سے عام اموات ہونے لگے تو ثابت قدم رہنا چاہیے اور اِدھر اُدھر نہیں بھاگنا چاہیے کیونکہ تقدیر کا مکتوب ٹل نہیں سکتا۔ خواہ کہیں بھی رہے، موت آنی ہے آئے گی۔ اگر موت نہیں تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

آٹھویں نصیحت: اور اپنا عمدہ وحلال مال اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا چاہیے۔ بخل و تنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر بھی منجانب اللہ حدیث کی کتابوں میں اجر وثواب کی بشارت آئی ہے۔

نویں نصیحت: اپنے اہل وعیال سے لاٹھی مت ہٹاؤ کیونکہ ادب سکھانا ماں باپ پر فرض

ہے اور اولاد کی حقیقی تربیت اسی وقت ممکن ہے کہ ماں باپ کی کڑی نگاہ اولاد کی تربیت پر ہو۔ گاہے گاہے تنبیہ الغافلین کا استعمال بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ مقصد تادیب ہو نہ کہ تعذیب۔

دسویں نصیحت: یہ کہ اہل وعیال کو اللہ کے بارے میں ڈراتے رہنا چاہیے یعنی حقوق اللہ کی مکمل نگرانی خود بھی کرو اور کراتے رہو۔ کیونکہ گھر کا ذمہ دار جب خود عاملِ شریعت ہوگا تو تمام گھر والے بھی پابندِ شریعت ہوں گے اور ان کی فطرت میں شریعت رچ بس جائے گی۔ پھر بچوں کی مکمل زندگی پابندِ شریعت ہی انشاء اللہ گزرے گی۔

عیش پرستی سے بچنے کی وصیت

حضرت معاذ بن جبل ﷛ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو یہ نصیحت فرمائی ''دیکھنا! عیش پرستی سے بچتے رہنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں وہ عیش پرست نہیں ہوتے۔ (رواہ احمد۔ جواہر الحکم ص: ۱۸)

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ حلال وطیب مال طلب کرنا دوسری بات ہے اور عیش پرستی بالکل دوسری بات ہے۔ بسا اوقات آدمی مفلس ہوتا ہے اور اس میں عیش پرستی کی عادت ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی غنی ہوتا ہے مگر عیش پرست نہیں ہوتا۔

عیش پرستی کا حدیث میں مفہوم یہ ہے کہ دیکھنا کہ نعمتوں کا حصول کہیں فکرِ آخرت سے غافل نہ کردے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب انسان کو نعمت ملتی ہے تو ایسے وقت میں آخرت کا نسیان اور نعمتوں کی مشغولیت انسان کو آخرت سے غافل کردیتی ہے۔ حضور ﷺ نے یمن روانگی کے وقت حضرت معاذؓ کو خاص تاکید کی کہ دیکھنا تمہارے ساتھ ایسا نہ ہونے پائے۔

عبادات اس طرح کرو گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو

حضرت معاذ ﷛ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کچھ وصیت فرمائیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور اگر چاہو تو تم کو بتلادوں کہ تم ان سب سے زیادہ جس چیز کے مالک ہو'' (یعنی زبان کی مکمل حفاظت کرو) اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا زبان کی طرف۔

تشــــریــــح :اس حدیث میں تین وصیتیں کی گئی ہیں :ایک یہ ہے کہ عبادت حالت استحضار کے ساتھ کرنی چاہیے۔ حدیث میں اس درجہ استحضار کو مشاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ اپنے آپ کو مُردہ شمار کرو یعنی ارادہ کو فنا کردو۔ اپنے نفس کو شریعت کے تابع اس طرح کردو گویا کہ جس طرح مُردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس طرح تم حکم شریعت کے تابع بن جاؤ۔ تیسری نصیحت یہ ہے کہ تم اپنی زبان کو محفوظ رکھو کیونکہ اگر زبان اچھی ہے تو بہترین عضو ہے۔ اگر زبان خراب ہے تمام اعضاء میں بدترین ہے۔

(ابن ابی الدنیا۔ الترغیب والترہیب ج:۳۔ص:۵۳۲)

معاذ رضی اللہ عنہ کو روانگیٔ یمن کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِکتیس وصایا

اے معاذ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ہمیشہ سچ بولنا اور وعدہ پورا کرنا۔ امانت ادا کرنا۔ خیانت مت کرنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنا۔ غصے کو پی جانا۔ نرم خوئی اختیار کرنا۔ لوگوں کو سلام کرنا۔ گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا۔ ایمان کی نگہداشت رکھنا۔ قرآن کریم میں تفقّہ یعنی تدبّر اختیار کرنا۔ آخرت کی محبت دل میں جمانا۔ حسابِ آخرت سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہنا۔ دنیاوی اُمیدیں کم رکھنا۔ اچھے اعمال بجالانا۔ اور میں تم کو اس سے روکتا ہوں کہ تم کسی مسلمان کو گالی دو۔ یا کسی سچے کو جھوٹا کہو۔ یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرو۔ امام عادل کی نافرمانی کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر وحجر کے پاس کیا کرو۔ اور ہر گناہ کے صدور کے وقت فوراً توبہ کرلیا کرو۔ مخفی گناہ کی توبہ بھی خفیہ کرنا۔ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ بھی اعلانیہ کرنا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا ’اے معاذ! میں تم کو شفیق ومشفق بھائی کی طرح وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے خوف کو دیدۂ باطن میں بسانا۔ مریض و بیمار کی عیادت و تیمارداری کرنا۔ ضعیف و کمزور لوگوں کی ضرورت کو جلد سے جلد پورا کرنا۔ فقراء ومساکین کے ساتھ بیٹھنا۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ رکھنا۔ اور حق بات ہی زیرِ زبان لانا۔ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۲۴۱۔ کنز العمال: ج:۴ص:۱۹۲)

ہر نماز کے بعد ایک اہم دعا کی نصیحت

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا 'اے معاذ ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں'۔ حضرت معاذ نے عرض کیا 'میرے ماں باپ آپ پر قربان ! اے اللہ کے رسول صادق و مصدوق ! میں بھی اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں'۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ 'میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو ضرور پڑھ لیا کرو: ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ'' اے اللہ ! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت کی توفیق بخش۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱ص:۲۴۱)

ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی تین وصیتیں

حضور ﷺ نے ایک شخص کو تین وصیتیں فرمائیں : (۱) موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہو، ماسوی اللہ کی گرفتاری سے تم کو آزاد کردے گا۔ (۲) اور دعا ہمیشہ کرتے رہو، کیا پتہ کس وقت تمہاری دعا قبول ہوجائے۔ (۳) اور اللہ کی نعمت کا ہمیشہ شکر بجا لاؤ۔ شکر سے مزید نعمت کا دروازہ کھلتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۷ص:۳۰۵)

حضرت معاذ کو رسول اللہ ﷺ کی جامع ترین وصایا

اے معاذ ! تم اہلِ کتاب کے پاس جارہے ہو، وہ تم سے جنت کی چابی کا سوال کریں گے۔ تو ان کو بتلانا کہ جنت کی کنجی کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ کلمہ ہر چیز کو چیرتا پھاڑتا حق جل مجدہ تک جاتا ہے۔ اس کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اس کلمہ کی آخری حد ذاتِ حق ہے۔ جو اس کلمہ کو بچا کر قیامت کے دن اخلاص کے ساتھ لائے گا تو یہ کلمہ تمام گناہوں پر غالب ہوگا۔

اے معاذ ! حق جل مجدہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کر۔ اللہ جل مجدہ تم کو بلندی عطا کریگا۔ دنیا کو حقیر و ذلیل جان، اللہ جل مجدہ تم کو حکمت عطا کرے گا۔ اور دنیا کو دل سے حقیر جاننے کے بعد حق جل مجدہ حکمت کو تیرے قلب سے زبان پر جاری کردے گا۔ غصہ نہ ہونا۔ بلا علم کوئی بات زبان پر نہ لانا۔ اگر کوئی معاملہ دشوار پیش آجائے تو اہلِ علم سے سوال کرنے میں

شرم وحیا نہ کرنا۔ اور مشورہ ضرور کرنا، اس لیے کہ مشورہ کرنے والے کی مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ پھر اپنی پوری کوشش قرآن وحدیث میں غور وخوض اور تدبر میں صَرف کرو، اس لیے کہ جب حق جل مجدہ تمہاری انتہائی کوشش کو دیکھے گا تو تم کو حسن فہم وحسنِ تدبیر کی توفیق دے گا۔ اور اگر کوئی معاملہ مشتبہ ہوجائے تو فیصلہ سے رک جانا جب تک کہ حق واضح نہ ہوجائے یا پھر اس کو مجھے لکھ دینا۔ اور لوگوں کو سزا دینے میں، کوڑا لگانے میں جلدی نہ کرنا۔ خاص کر جن حدود کا تذکرہ قرآن وحدیث میں تم کو نہ ملے۔ اور خواہشات سے بچنا کہ بدبختوں کو جہنم تک لے جاتی ہے۔ اور جب ان کے پاس پہنچ جانا تو ان لوگوں میں قرآن پاک کے احکام کو جاری کرنا۔ اور ان کو اچھے آداب سکھانا۔ اور ان کو قرآن پاک کی تعلیم دینا۔ قرآن پاک بذات خود ان کو حق کی رہنمائی کرے گا اور اخلاقِ حمیدہ ان کی زندگی میں پیدا کرے گا۔ اور ہر شخص کا احترام ان کے شایانِ شان کرنا، جو جس رتبہ کا ہو وہ مقام اس کو دینا، اس لیے کہ وہ رتبہ میں برابر نہیں ہوسکتے، برابر تو حدود اللہ میں ہے، جہاں کسی رتبے کا اعتبار نہیں نہ کہ خیر وشر میں۔ اللہ پاک کے معاملے (یعنی حدود اللہ) میں دوستی وخاطر داری نہ کرنا۔ ہر چھوٹے بڑے میں اللہ کی امانت کو ادا کرنا، احکامِ الٰہی ہر چھوٹے بڑے کے حق میں برابر ہے۔ اور گرفت میں اس وقت لینا جبکہ معافی کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ نرمی اور رِفق کو اپنا شعار بنانا۔ اگر تجھ سے کوئی نامناسب بات ہوجائے تو لوگوں سے معذرت کرلینا، اور فوراً حق جل مجدہ سے توبہ کرلینا، توبہ کرنے میں دیر نہ کرنا۔ اگر تم پر کوئی معاملہ پوشیدہ رہے لاعلمی کی بناء پر تو ان کے سامنے بیان کردینا تاکہ حقیقت تم پر واضح ہوجائے۔ اور لوگوں سے حقد وحسد نہ رکھنا۔ اور جاہلیت کی تمام رسومات کو مٹا دینا مگر جس رسم کو اسلام نے باقی رکھا ہے۔ ہر عادت کو اسلامی اخلاق کے رنگ میں ڈھال دینا، اسلامی عادات کے سوا کوئی اخلاق قابلِ التفات نہیں، اس کا پورا خیال رکھنا۔ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا اور اعتدال کا پورا خیال رکھنا۔ نماز، نماز کا اہتمام اس لیے کہ نماز اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے، نماز کو نہ بھولنا، اور ہر کام پر نماز کو غالب رکھنا، نماز کو مقدم رکھنا۔ ہر معاملہ میں لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان کو فتنہ میں نہ ڈالنا۔ نماز کے اوقات کی نگہداشت رکھنا، اس سے وقت پر نماز ادا کرنا آسان ہوتا ہے، تم اول وقت، درمیان وقت اور

آخری وقت میں نماز ان کو پڑھا سکتے ہو، سردی کے دنوں میں نمازِ فجر غلس میں پڑھنا اور مقتدی کے برداشت کے بقدر قرأت لمبی کرنا، اس سے وہ اللہ کے حکم کو پورا کرنے میں نہ تو تھکیں گے نہ ہی طبیعت پر بار گراں ہوگا، اور سردی کے دنوں میں ظہر زوال کے بعد فوراً ادا کرلینا اور عصر بھی اوّل وقت میں جبکہ سورج بلند ہو اور مغرب جبکہ سرخ ٹکیہ چھپ جائے اور گرمی میں ایک میقات کے جانے کے بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ مگر ہاں کوئی عذر شرعی ہو، اور عشا کو تھوڑا تاخیر سے پڑھنا کہ رات لمبی ہوتی ہے الا یہ کہ لوگوں کے لیے جس میں آسانی ہو، اور نماز فجر گرمی میں اِسفار میں پڑھنا کہ رات چھوٹی ہوتی ہے، تاکہ سونے والوں کو بھی نماز مل جایا کرے اور ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھنا جبکہ ہَوا میں گرمی کا اثر کم ہوجائے اور عصر کو درمیانی وقت میں اور مغرب جبکہ قرص چھپ جائے۔ اور عشا جب شفق چھپ جائے، مگر یہ کہ عوام کو جس میں سہولت ہو۔ اور لوگوں کو فکرِ آخرت کی یاد دہانی کراتے رہنا۔ اور گاہے گاہے وعظ و نصیحت کرتے رہنا، اس لیے کہ وعظ و نصیحت سے عمل کرنے والوں کو تقویت ملتی ہے خاص کر جو اللہ پاک سے محبت رکھنے والے ہیں۔ اور اللہ پاک کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا۔ اور حق جل مجدہ سے ڈراتے رہنا کہ بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اے معاذ! مجھ کو معلوم ہے کہ دین کی وجہ سے جو بلائیں تم کو آئیں اور تمھارے مال کو جو نقصان پہنچا اس پر تمھاری استقامتِ دین قابلِ تحسین ہے۔ یاد رکھنا کہ ہدیہ تمھارے لیے حلال وطیب ہے، جب تمھیں کوئی ہدیہ پیش کرے تو قبول کرلینا۔
(کنز العمال، ج:۴، ص:۱۹۳)

اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنے کی وصیت

حضرت معاذؓ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو وصیت فرمادیجیے'۔ آپؐ نے فرمایا ''اللہ جل مجدہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور ہر شجر و حجر کے پاس سے گذرتے ہوئے اللہ جل مجدہ کا ذکر کرلیا کرو اور جب تم سے کوئی سیئہ و بدی ہوجائے تو فوراً اس کے بعد نیکی کرلیا کرو۔ پوشیدہ گناہ کی توبہ بھی پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ بھی اعلانیہ کرلیا کرو''۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب، ج:۴، ص:۲۴۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی وصایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کچھ وصیت فرمائیں'۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارے دین کی زینت ہے۔ میں نے عرض کیا 'کچھ اور بھی ارشاد ہو'۔ آپؐ نے فرمایا کہ: تلاوتِ قرآن پاک اور ذکر اللہ ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس عادت سے تمہارا تذکرہ آسمان پر رہے گا اور زمین پر تمہارے لیے نور ہوگا'۔ میں نے کچھ اور نصیحت فرمانے کی عرض پیش کی۔ تو آپؐ نے فرمایا: خاموش رہنے کی عادت ڈال لو تا کہ شیطان تمہارے پاس پھٹک نہ سکے اور تمہارے تمام دینی معاملات میں مدد اور سہولت کا سبب ہو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابھی دل نہیں بھرا'۔ آپؐ نے فرمایا 'قہقہہ مار کر ہنسنے سے بچو کیونکہ اس عادتِ بد سے دل مُردہ ہو جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے'۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور ارشاد ہو۔ فرمایا: حق بات کہنا خواہ کتنی ہی تلخ ہو۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور عطا فرمائیں'۔ فرمایا: دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا'۔ میں نے عرض کیا: ابھی حرص باقی ہے'۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا! تو جو عیب اپنے اندر دیکھو لوگوں پر اس کی نکتہ چینی نہ کرو۔

(احمد، طبرانی، ابن حبان، ترغیب ج:۳، ص: ۵۳۰)

تشریح: سرورِ عالم ﷺ کی پہلی وصیت اللہ کا خوف ہے۔ خوف وخشیتِ الٰہی جب کسی انسان کے دل میں جاں گزیں اور پیوست ہو جاتی ہے تو یہ ایک ایسی نعمتِ عظمٰی اور رحمتِ الٰہی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔ خوف ہی کی بنیاد پر منہیات سے بچتا ہے اور تقویٰ کی بنیاد پر عبادت میں طبیعت لگتی ہے۔ تقویٰ ایک وجدانی کیفیت ہے جو مومن کی تمام امورِ دین میں ممد ومعاون ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں کمال تقویٰ عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسری وصیت تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ ہے۔ تلاوت قرآن سے مومن کے قلب میں جلاء و روشنی پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق جل مجدہ کے کلام سے افضل کوئی چیز نہیں۔ اس لیے عارفین سے منقول ہے کہ نور قرآن مجید حاصل تو ہوتا ہے تاخیر سے سہی مگر

دوامی ہوتا ہے، واپس نہیں جاتا۔ بخلاف دیگر اذکار کے کہ اس کا نور حاصل بھی جلد ہوتا ہے اور واپس بھی جلد ہی چلا جاتا ہے۔

اور ذکر اللہ تو حقیقت میں مومن کے قلب کو حق جل مجدہ کی تجلّیات و انوار کے تحمل کی صلاحیت، اور گناہ و معصیت کے اثرات کو ختم کر کے وارداتِ الٰہیہ کا محور بناتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں قرآن اور ذکر اللہ کی نورانیت سے نوازے، آمین۔

تیسری نصیحت خاموشی ہے۔ خاموش رہنا بہت ہی عظیم خوبی ہے۔ خاموش رہنے والے انسان کو کبھی شرمندگی و ندامت اٹھانا نہیں پڑتی۔ کیونکہ اکثر وبالِ دنیا و آخرت زبان کی بداحتیاطی اور زبان درازی سے پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں خاموشی کو "**مطردة للشيطان**" بتلایا گیا ہے یعنی خاموش رہنے والے انسان کے قریب شیطان پھٹک بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ شیطان کو جو اظہار کا موقع ملتا ہے وہ زبان ہی کی راہ سے ہے اور جب زبان ہی خاموش ہے تو گویا شیطانی دروازے پر تالا لگا ہوا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے "**اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَ قِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهُ يُلْقَى الْحِكْمَةُ**"۔ جب اللہ کے کسی بندے کو تم دیکھو کہ اس کو دنیا سے بے تعلقی اور کم گوئی کی دولت نصیب ہوگئی ہے تو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرو کیونکہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی چاہت سے حکمت اور دینی صلاح کی باتیں ڈالی جائے گی جن سے تمہارے قلوب روشن ہوں گے۔ (بیہقی، شعب الایمان، ص: ۴۴۲)

کیونکہ کم گوئی کا منبع فکرِ آخرت کا نتیجہ ہوتا ہے اور دنیا سے بے تعلقی حق جل مجدہ سے تعلق و ربط کا ثمرہ ہے۔ لہٰذا جب یہ دونوں نعمتیں جس نصیب والے کو میسر آ جاتی ہیں تو اس کا قلب علم و حکمت کا سمندر بن جاتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ دنیا سے بے تعلق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ضرور حکمت کی نعمت ڈال دیتے ہیں اور اس کی زبان سے کلماتِ حکمت نکلنے لگتے ہیں اور دنیا کے سب عیوب اس پر کھول دیتے ہیں اور اس کی بیماری بھی اور اس سے شفا کے طریقے بھی (کھول دیتے ہیں) اور دنیا کی مضرت سے اس کو

بچا کر سلامتی کے وطن جنت میں لے جاتے ہیں۔ (بیہقی، شعب الایمان۔ جواہر الحکم: ۲۷)

چوتھی وصیت قہقہہ مار کر ہنسنا۔ دراصل مومن ہمہ وقت فکرِ آخرت میں زندگی گزارتا ہے اور قہقہہ بالکل اس کے منافی ہے۔ قہقہہ مار کر ہنسنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص فکرِ آخرت سے بے غم زندگی گزار رہا ہے۔ اس لیے قہقہہ مار کر ہنسنے سے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق قلب مُردہ ہو جاتا ہے یعنی وہ مادہ جو طریقِ خیر کی رہنمائی کرتا ہے پژمردہ ہو کر جمود و قساوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور کثرتِ ضحک سے چہرہ کا نور جو خوفِ الٰہی یا فکرِ آخرت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

پانچویں وصیت حق بات کہنا خواہ کتنی ہی ترش و تلخ ہو۔ حق ہمیشہ اہلِ باطل کے لیے تلخ ہی ہوتا ہے۔ جو بات بھی کہی جائے عدل و انصاف اور موافقِ صواب، میزانِ شریعت پر خوب تول کر کہی جائے۔ خواہ لوگوں کو کڑوی ہی کیوں نہ لگے۔ حق گوئی صفات رب العالمین میں سے ہے جو اس کو اپنائے گا وہ یقیناً حق دوست اور حق پرست ہوگا۔ حق گوئی ہی کے نتیجے میں انبیاء علیہم السلام کو بابِ صعوبت سے صبر و استقامت کے ساتھ گزرنا پڑا۔ لہٰذا داعی حق کو بھی ﴿وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ پر عمل کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

چھٹی وصیت، دین کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ دین اللہ کا ہے، اللہ کے بندوں تک دین پہنچانے کے ہم امین ہیں۔ اگر اس امانت کی ادائیگی میں کچھ ناموافق حالات یا اہل منصب کے عتاب یا جابر و ظالم کے ظلم کا اندیشہ بھی ہو تو مت ڈرو بلکہ اپنی جرأت ایمانی اور فراستِ وجدانی کے ساتھ مکمل اپنی ذات کو حق کے لیے پیش کر دو۔ تم سعادت مند و خوش نصیب ہو کہ حضرت حق جل مجدہ نے حق کی اشاعت کے لیے تمہارا انتخاب کیا۔ اور پیغام حق کے ساتھ ان جبابرہ کو یہ بھی سنا دو کہ حق کی آواز ہمیشہ بہت بلند ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی اور اے منصب و جاہ کے متوالو! اے دار و رسن کی دھمکیاں دینے والو! اے تختۂ دار پر لٹکانے کی سزا سنانے والو! تم کو اور ہر ظالم و عنید کو داعیٔ حق کا شدید چیلنج ہے کہ تمہاری ہر سزا خواہ کتنی ہی عیارانہ و سفاکانہ ہو، داعیٔ حق کی جرأت ایمانی و فراستِ وجدانی کو قید و بند میں نہیں اُتار سکتی ہے۔ تمہارا ہر فعل خود تمہارے زوال کا ضامن تو ہو سکتا ہے مگر حق کی آواز کو، داعی کے جذبات کو

نہیں مٹا سکتا ہے۔تمہاری ہر قید و بند داعیٔ حق کو آہنی سلاخوں میں تو رکھ سکتی ہے، مگر حق کو نہیں۔ تم داعی کے افکار و خیالات کو کسی بھی طرح موڑ نہیں سکتے۔تم داعی کو مٹا سکتے ہو مگر داعی کے پیغامِ حق کو نہیں۔ اگر تمہاری کرسی، منصب، فوج، قوت، ظلم و تشدد؛ سب مظاہرِ مظالم یکجا ہو جائیں اور تم درندگی پر اُتر آؤ تو بھی داعی کی روح، آتما کو سزا دینا ممکن نہیں۔

اور یہ بھی سن لو ...... داعیٔ حق کو مت ستاؤ۔ یہ امن کے داعی ہیں۔سکون کے پیغام رساں ہیں، عزت کے محافظ ہیں، اگر تم نہیں مانو گے تو کم از کم مظلوموں کی آہوں سے بچو ورنہ تمہاری قوم تم پر تھوک دے گی۔تمہارا محافظ دستہ جان لے لے گا۔تمہاری سواری تم کو آخرت کے سفر کی طرف لے جائے گی۔تم جس کو اپنا ملک بنائے ہوئے ہو اس ملک سے تم کو فرار کی راہ اختیار کرنی ہوگی۔تمہارا جنازہ اندرونِ ملک دفن نہ ہو سکے گا۔تمہارے جسم کی بوٹیاں چرند پرند نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ ملک کے کتے تم کو لقمہ تر بنالیں گے۔جس فوج کی قوت سے تم نے کرسی سنبھالی ہے وہ تم کو گولی مار دے گی۔ دوست تمہارے دشمن بن جائیں گے۔قصر و محل تم سے چھین لیا جائے گا۔ اگر تم کو یقین نہ آئے تو اپنے پیشرو حکام کی تاریخ کے چند صفحات پڑھ لو۔آخری نصیحت سن لو! اگر تم حاکم ہو تو تم کو احکم الحاکمین کی عدالت میں جانا ہے۔اگر تم داعی پر مہربان ہو تو تم کو ارحم الراحمین کی آغوشِ رحمت میں جانا ہے۔اگر تم کو بازو کی طاقت پر ناز ہے تو کیا پتہ کل تک یہ بازو کٹ جائے۔کیا پتہ کل تمہارا وجود ہی نیست و نابود ہو جائے۔ یہ جہاں ہوگی اور تم نہ رہو گے۔

اس لیے ہوش میں آجاؤ۔ انسانیت کو رُسوا نہ کرو۔حق جل مجدہ کے قانون کو تم دہشت گردی کا قانون کہتے ہو۔قرآن و حدیث کے عاملین کو تم دہشت گرد اور مفسدین کہتے ہو، تم سوچو تو سہی کہ تمہاری زبان کیا کہہ رہی ہے۔تم اللہ کی زمین میں، اللہ کے نیک بندوں کو قید و بند میں ڈال کر خوش ہو رہے ہو، تم اپنی آخری تنگ و تاریک، دہشت و حسرت کی کوٹھری کو بھول گئے ہو۔تم سے پہلے ان مناصب کے حکمراں آج کہاں ہیں۔ ان کی قبر پر جاؤ اور اپنی زندگی کا رخ بدل لو ورنہ انجام کیا ہوگا۔ اللہ ہمیں اپنے عتاب سے بچائے، آمین۔

ساتویں وصیت، جو عیب تمہارے اندر ہو اس پر لوگوں کی نکتہ چینی مت کرو۔قربان

جایئے نبی امّی ﷺ پر! کیا کیا زرّین اصول وضوابط ارشاد فرمائے۔ علیہ الف الف ازکی الصلوٰۃ و اطہر السلام۔ فرمایا اگر تم بے نمازی ہو تو لوگوں کو ترکِ نماز پر کوڑے مت مارو۔ تم اپنی ایک بالشت کی شکل پر شریعت و سنتِ محمدی ﷺ کو نافذ نہیں کر سکتے (ڈاڑھی نہیں رکھ سکتے) اور ملک میں نفاذِ شریعت کی مہم کیوں چلاتے ہو۔ تم اپنی بیوی کو پردہ میں نہیں رکھ سکتے ہو تو پھر لوگوں پر قانونِ حجاب مت لگاؤ، تمہاری اولاد تمہارے ماتحتی میں نہیں اور تم لوگوں کو اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے ہو۔ تمہارے ملک کی عوام بھوک و پیاس میں بلبلا رہی ہے اور تم امدادی سامان دوسرے ملک میں بھیجتے ہو۔ تمہارے ملک کی عفیف و پاکدامن خواتین کی عزت و آبرو لوٹی جارہی ہے اور تم دوسرے ملک کی خواتین کے تحفّظ کی کانفرنس کر رہے ہو، تمہارے ملک کے بے گناہ ضعیف و نادار، مفلس و قلاش معصوم بچے عورتیں زندہ جلائی جارہی ہیں، ان کی عفت وعصمت کی بے حرمتی کے ذریعے پورے ملک کی اقبال مندی پر منحوس بدنما داغ لگایا جارہا ہے اور تم ظالموں سے تال میل کر کے ان کو تقویت پہنچا رہے ہو۔ اے ملت کے نوجوانو! اُٹھو۔ کب تک خوابِ خرگوش میں ڈوبے رہو گے۔ نبی امّی ﷺ کی تعلیمات کو حرزِ جاں بناؤ۔ اپنے گھروں کو نمونۂ قرآن بناؤ۔ آنے والے ہر طوفان کا مقابلہ اسلامی تعلیمات کے ذریعے کرو۔ غیروں کا کیا رونا، اپنوں نے اس ملت کے سینے میں خنجر اُتار دیا۔ پوری ملت سسکیاں لے رہی ہے۔ اپنوں نے قرآن کو چھوڑا، نبیؐ کی سنت کو پامال کیا، شعائر کی توہین کی، حدودِ الٰہیہ کو پسِ پشت ڈالا، اسوۂ حسنہ کی جگہ اسوۂ سیئہ کو سینے سے لگایا، یہودیت ونصرانیت پر زبان سے لعنت بھیجی اور دل میں جگہ دی، اللہ و رسول کی حاکمیت کی جگہ ملعون قوم کی بالادستی و حاکمیت کو تسلیم کر لی۔ تمہاری زندگی اسلامی تعلیمات سے خالی ہے اور تم دوسروں سے اسلام کی باتیں کرتے ہو۔ الغرض ذاتی خرابی جب تک تم اپنے اندر محسوس کرتے ہو، اس وقت تک دوسرے کو مت قابلِ ملامت تصور کرو۔ جب تک خود محمد ﷺ کے غلام نہ بن جاؤ دوسرے کو غلام بنانے کی مت سوچو۔ یاد رکھو اصول یہ ہے ﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ تم بذاتِ خود اپنے کو پھر گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

آخری بات سن لو۔ مصلح کے لیے شرط صالح ہونا ہے۔ تم یادِ الٰہی سے غافل ہو اور لوگوں کو ذکر کی تلقین کرتے ہو، تم متاعِ دنیا سمیٹ سمیٹ کر جمع کر رہے ہو اور لوگوں کو زہد فی الدنیا

کی ترغیب دے رہے ہو، تم نے اپنے لیے تعیش کے تمام اسباب جمع کر لیے اور اُمت کو میانہ روی کی حکایتیں سناتے ہو، مرض ایک ہوتو تم کو بتادوں ......تمہارے جسم کا ہر عضو راہِ اعتدال سے ہٹ گیا ہے اور تم نے اس کی کبھی فکر بھی نہیں کی کیونکہ تم نے غیروں کو اپنی محنت کا میدان بنایا۔ ہمارے نبی اُمّی ﷺ کے ارشاد کا ماحصل بہت ہی آسان ہے کہ محنت کا میدان پہلے تمہاری اپنی ذات ہے۔تم اپنے شمع فروزاں کو منور و مجلّی کرو، دوسروں کا چراغ خود تمہاری لپیٹ سے روشن ہوگا۔ ہم نے اس کو چھوڑ کر غیروں کا دیا جلانا شروع کیا، جبکہ ہم خود ہی ظلمت میں پھنس کر رہ گئے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا نُوْرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ، آمین.

اُمت کی رہبانیت کا عمل

حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

اپنے اوپر جہاد کو لازم کرلو کیونکہ یہ میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور ارشاد ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مساکین سے محبت رکھو اور ان کی صحبت میں اُٹھا بیٹھا کرو۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہو۔ آپؐ نے فرمایا: دنیاوی مال و متاع کے اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے کم طبقہ و کم حیثیت کے لوگوں پر نگاہ رکھو۔ اور بُرے لوگوں کی طرف جھانکو بھی نہیں کہ اس سے وہ نعمتِ الٰہی جو تم کو میسر ہے اس کی ناقدری کا مزاج پیدا ہوگا‘۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھو۔ گرچہ وہ تم سے بے تعلق رہیں‘۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہو۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کے عیوب کی جانب سے اپنی نگاہ کو بچا کر رکھو۔ اُن عیوب کی بناء پر جو اپنی ذات میں پاتے ہو اور آنے والے احوال کا تم کو کیا پتہ کہ کیا ہوگا اور لوگوں کے عیوب سے صَرفِ نظر کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ تم کو اپنے بہت سارے عیوب کا علم نہیں‘۔ پھر آنحضرتؐ نے میرے سینے پر شفقت سے دستِ نبوت رکھا اور ارشاد فرمایا ’اے ابوذر! حسنِ تدبیر سے بہتر عقل نہیں، اور اپنے آپ کو (گناہ و معاصی سے) بچالینے سے بہتر ورع نہیں اور حسنِ خلق سے بہتر حسب نہیں‘۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۱۶۸)

تشــریح : پیغمبرِ اسلام ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کو لازم جانو کہ جہاد فی سبیل اللہ میری اُمت کی رہبانیت ہے۔ پہلی اُمتیں تہذیبِ نفوس کے لیے گھر بار، عزیز و اقارب، مال و متاع، بیوی بچے تمام چیزوں سے یکسر الگ تھلگ ہو کر اپنے آپ کو عبادت و ریاضت کے لیے فارغ کر لیتی تھیں اور صحرا و بیابان میں تنہائی کی زندگی بسر کرتیں اور اپنے آپ کو یادِ الٰہی میں مشغول رکھتی تھیں۔ حالانکہ حق جل مجدہ کا ایسا حکم ان کو نہ تھا، مگر انھوں نے خود ساختہ یہ طریقہ ایجاد کیا۔ اسلام میں مطلق ایسی زندگی کی اجازت نہیں۔ حضور نے واضح طور پر ارشاد فرمایا "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" مگر ہاں! اسلام نے تہذیبِ نفوس کے لیے جہاد کو رہبانیت کا بدل قرار دیا۔ وہ اس طرح کہ وہ تمام ملکوتی صفات یا خشیتِ الٰہی یا استحضارِ ذاتِ حق ...... جو گوشہ نشینی اور عزلت سے اُممِ سابقہ حاصل کرتیں وہ تمام کی تمام اس اُمت کو جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے اور داعیہ جہاد سے قلب و باطن کو میسر ہوگی۔ گویا وہ ملکوتی طاقت جو ایک بشر کو اللہ جل مجدہ کی ذاتِ حق سے رہبانیت سے حاصل ہوا کرتی تھی اس اُمت کو جہاد فی سبیل اللہ کی غبارِ راہ سے حاصل ہوگی۔ لہٰذا نہ تو بیوی بچوں کو چھوڑنا ہے نہ ہی کاروبار کو خیرباد کہنا ہے، نہ ہی معاشرہ سے الگ تھلگ رہنا ہے۔ بس نامِ الٰہی بلند کرنا ہے اور بلند مقام حاصل کرنا ہے اور نامِ الٰہی کو بلند کرنے میں جو پتھر سامنے آجائے اس کو ربانی طاقت سے ہٹانے کی جدوجہد کرنے کا نام جہاد ہے۔ وہ کبھی تلوار سے، کبھی قلم سے، کبھی زبان سے، کبھی اعمال و اخلاق سے کرتے رہنا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی پانچ وصایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھ کو میرے محبوب نے پانچ وصیتیں فرمائیں: مساکین پر رحم کرنا اور ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا۔ ہمیشہ اپنے سے نیچے طبقہ کے لوگوں پر نگاہ رکھنا، مالداروں کو نہ جھانکنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اگرچہ وہ تم سے دوری اختیار کریں۔ حق بات کہنا گرچہ کڑوی ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا وِرد رکھنا۔ (مسند امام احمد، ج:۵،ص:۱۷۳)

مجمع الزوائد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ لوگوں سے کسی چھوٹی چیز کا بھی سوال نہ کرنا۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۸)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے محبوب ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی جنھیں انشاء اللہ میں کبھی نہ چھوڑوں گا:

چاشت کی نماز پڑھنا، سونے سے پہلے وتر پڑھنا، اور ہر ماہ میں ایام بیض (۱۳، ۱۴ اور ۱۵) کے روزے رکھنا۔ (مسند امام احمد، ج: ۵، ص: ۱۷۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وصیت فرمائی: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا خواہ معاملہ ظاہری ہو یا باطنی۔ اگر کوئی سیئہ ہو جائے تو فوراً حسنہ و نیکی کر لینا یا آپؐ نے یوں فرمایا کہ اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرے تو تم اس کے ساتھ نیکی کرنا۔ اور کسی شخص سے سوال نہ کرنا اگرچہ تیرا چابک ہی سواری سے گر جائے تو بھی کسی سے نہ مانگنا کہ بھائی چابک پکڑا دو بلکہ اُتر کر خود ہی لے لینا۔ اور کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھنا۔ نہ ہی دو شخص کے درمیان فیصلہ کرنا۔ (مسند امام احمد، ج: ۵، ص: ۱۸۱)

حضور ﷺ کی حضرت ابوہریرہؓ کو غیض و غضب سے بچنے کی وصیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھ کو کچھ وصیت کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا غصہ مت ہوا کرو اور کئی بار فرمایا غصہ نہ ہوا کرو۔ (جامع العلوم والحکم۔ ج: ۱، ص: ۱۵۶)

غصہ درحقیقت مومن کے لیے زہر ہلاہل کا کام کرتی ہے۔ غضب و غصہ کے وقت انسان اپنی وہبی فراست و عقل کو کھو دیتا ہے جس کے سبب ہر برائی جڑ پکڑتی ہے اور تمام فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ عقل کی بنیاد پر انسان خامی و خوبی، اچھائی و برائی، حسین و قبیح، صفائی و گندگی کا فیصلہ کرتا ہے۔ عقل کی سلامتی کے لیے شریعت اسلامی نے تدابیر وضع کیں اور ہر وہ چیز جو عقل کو متاثر کرے ممنوعات کی فہرست میں شمار کیا۔ غضب و غصہ بھی اُن اسباب میں ایک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطانی کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے لہٰذا اس شیطانی آگ کو پانی سے بجھا دو، وضو کر لو۔ بسا اوقات غصہ کی حالت میں انسان ایسی بات منہ سے نکال دیتا ہے کہ بعد میں ندامت ہوتی ہے۔ جبکہ

بولتے وقت احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے حدیث میں غصہ کا علاج سکوت و خاموشی بھی بتلایا گیا ہے، یا پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لینا چاہیے۔ قرآن مجید میں مومنین کی صفت بتلائی گئی ہے: ﴿وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور غصّے کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

حق جل مجدہ کا قانون جامع ہے جس کی وضاحت حدیثِ نبوی میں کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کی پانچ وصیتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون شخص ہے جو مجھ سے اِن کلمات کو سیکھ کر اس پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھلا دے جو عمل کرنے والا ہو؟ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا 'میں، یا رسول اللہ'۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور پانچ چیزیں گنائیں: اللہ پاک کی حرام کردہ چیزوں سے بچو، بہت بڑے عابد بن جاؤ گے۔ حق جل مجدہ نے جو تجھ کو عطا کیا اس پر راضی ہو، بہت بڑے غنی و مالدار ہو جاؤ گے۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مومن کامل بن جاؤ گے۔ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو، مسلمان بن جاؤ گے۔ زیادہ ہنسا نہ کرو کہ زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی، ترغیب، ص:۳۵۹)

میرے محبوبؐ نے تین کام سے منع اور تین کام کی وصیت کی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے تین بات کے کرنے کی وصیت کی (جس کا یہاں ذکر نہیں) اور تین باتوں سے منع فرمایا؛ مجھ کو منع فرمایا کہ نماز میں مرغ کی طرح رکوع وسجدہ میں جلد بازی کروں۔ (جیسا کہ مرغ دانہ چگنے کے لیے جلدی جلدی گردن کو زمین پر مار کر دانہ اُٹھاتا ہے) اور اس سے منع فرمایا کہ نماز میں کتے کی طرح بیٹھوں (وہ اس طرح کہ آدمی اپنے دونوں پاؤں کے پنجے کو زمین پر رکھ کر پاؤں کھڑا رکھے اور اس پر اپنی سرین رکھ کر بیٹھ جائے) اور اس سے بھی منع فرمایا کہ لومڑی کی طرح نماز

میں دائیں بائیں دیکھا کروں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ بندر کی طرح بیٹھے۔
(الترغیب والترہیب، ج:۱،ص: ۳۷۰)

حضور ﷺ کو حق جل مجدہ کے نو حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو حق جل مجدہ نے نو باتوں کا حکم دیا ہے؛

(۱) پہلا یہ کہ حق جل مجدہ سے ظاہر و باطن میں ڈروں۔ (۲) دوسرا یہ کہ خوشی ہو یا غصہ ہو ہر حال میں عدل و انصاف کی بات کہوں۔ (۳) درمیانی حالت کو اختیار کروں، تنگدستی ہو یا فراخی۔ (۴) جو مجھ سے کٹے منہ موڑے میں اس سے ملوں۔ (۵) جو مجھ کو محروم رکھے میں اس کو عطا کروں۔ (۶) جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کردوں۔ (۷) میری سوچ و فکر آخرت ہو۔ (۸) کلام و گفتگو ذکرِ الٰہی۔ (۹) میری نظر عبرت و بصیرت کی نگاہ ہو اور بھلائی کا حکم کروں۔ (رواہ رزین، مشکوٰۃ ص: ۴۵۸)

ایک صحابی کو رسول اللہ ﷺ کی تین نصیحتیں

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ کو کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا! تو جب نماز پڑھنے کھڑے ہو تو ایسی نماز پڑھنا جیسا رخصت کرنے والا آخری نماز پڑھتا ہے۔ ایسی بات زبان سے مت نکالنا جس پر کل کو معذرت کرنی پڑے۔ اور دوسروں کے پاس جو مال ہے اس کی کوئی طمع اپنے دل میں نہ رکھنا۔

تشریح : یہ مختصر نصائح انسانی معاش و معاد کی خوشحالی کے لیے کافی ہیں۔ یہاں پہلی نصیحت نماز کے متعلق ہے۔ نماز کیا ہے یہی کہ دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ گویا دنیا کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ اکبر کہہ کر اس جہاں سے نکل کر عالم قدس میں داخل ہوگیا۔ اب نہ کھانا نہ پینا، نہ کسی سے خطاب کرنا ہے نہ کسی کی طرف التفات۔ مصلّی کو دیکھو تو سرتا پا ادب ہی ادب نظر آتا ہے۔ کھڑا ہے تو ہمہ تن کسی سے مناجات میں منہمک ہے۔ کبھی رکوع میں جھکتا ہے تو کبھی سجدہ میں جا

پڑتا ہے اور کچھ دیر کے لیے کسی کی تسبیح و تقدیس میں ایسا مشغول ہے کہ اس کی نظروں میں کوئی دوسرا گویا موجود ہی نہیں۔ اسی محویت کی صورت سے گزر کر باادب دوزانو بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے دائیں بائیں والوں کو اس طرح 'السلام علیکم' کہتا ہے گویا کسی دوسرے عالم سے ابھی ابھی اس جہان میں آیا ہے۔

نماز کیا ہے؟ عین اقامت کی حالت میں عجیب سفر ہے، کتنا طویل ہے اور کتنا مختصر۔ طویل تو اتنا کہ عالم اسفل سے عالم بالا کا اور مختصر اتنا کہ صرف چند کلمات میں واپسی ہو جاتی ہے۔ کاش اس صورتِ سفر میں ہمارے دلوں میں یہ تصور پختہ ہو کر حقیقت کا رنگ پیدا کر لے تو ہماری نمازوں میں بس جان پڑ جائے۔ اور مومنوں کے لیے نماز کے معراج ہونے کا مطلب شاید کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگے۔ کتنی مشکل اور دشوار گذار حقیقت کو کتنے آسان طریقے پر ادا فرما دیا ہے۔ یعنی یہ کہ یوں نماز پڑھو گویا تمام جہان کو رخصت اور سب سے رخصت ہو گئے اور یہ یقین کر لو گویا تمام جہان کو رخصت کر کے یہ آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ اب معلوم نہیں میسر ہو کہ نہ ہو۔

دوسری بات کیسی عجیب فرمائی کہ جب منہ سے کوئی بات نکلے تو ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم یہ خوب سوچ لیں کہ کل بندوں کے سامنے یا فردا قیامت میں پروردگار کے سامنے نادم نہ ہوں کہ پھر اس کی معذرت کرنی پڑے۔

تیسری بات یہ کہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ دوسروں کے مال کی طرف تکا کرتا ہے، خواہ خود غنی ہی کیوں نہ ہو، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نفس میں ہمیشہ کے لیے فقر کی خصلت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اس بری خصلت کی وجہ سے دوسروں سے قلب میں خفیہ طور پر عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی راحت اور آرام کی زندگی ہمیشہ کے لیے تلخ بن جاتی ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اس مختصر نصیحت پر عمل کر لے تو اس کی تلخ زندگی بہت آسانی کے ساتھ شیریں بن سکتی ہے۔ ان تین مختصر جملوں میں معاش اور معاد کی فلاح کے اسرار کو سمو دینا یہ انہی کی شان تھی جن کو 'جوامع الکلم' مرحمت کیے گئے تھے۔

(جواہر الحکم ج:۱،ص:۶۰،۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نماز میں عدم التفات کی نصیحت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خبردار! نماز میں کسی جانب بھی توجہ کرنے سے ڈرنا کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا بڑی بربادی اور تباہی ہے اور اگر کبھی کسی ضرورت سے التفات کرنی ہی پڑ جائے تو خیر نفلوں میں کر لینا اور فرضوں میں تو پھر بھی نہیں۔ (ترمذی۔ جواہر الحکم، ص:۱۴)

تشریح: دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک نمازی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا حق جل مجدہ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے حق تعالیٰ کی توجہ اس کی جانب سے ہٹ جاتی ہے، اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا نماز میں التفات بربادی و تباہی کا ذریعہ ہے۔ اور کیسے نہ ہو کہ حق جل مجدہ اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہوں اور بندہ ہے کہ حالتِ نماز میں بھی اپنے معبود و مسجود کی طرف سے غیر اللہ کی طرف التفات کر رہا ہے۔ گویا مالکِ حقیقی تو آپ کو دیکھ رہا ہے اور آپ ہیں کہ غیر کی طرف مائل ہیں۔ اس کو حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

خیر و عافیت کو اختیار کرنے کی وصیت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھ کو وصیت کر دیجئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر معاملہ کو سوچ سمجھ کر کیا کرو۔ اگر دیکھو کہ انجام خیر و عافیت میں ہے تو کر گزرو اور اگر اس کے خلاف نظر آئے تو چھوڑ دو۔ (شرح السنۃ، ج:۱۳،ص:۱۷۸)

اس حدیث پاک میں پیغمبرِ اسلام ﷺ نے عافیت کی زندگی گذارنے کا بہت ہی آسان نسخہ تجویز فرما دیا کہ آدمی کسی بھی کام کو شروع کرنے سے قبل ایک سرسری نگاہ دیکھ لے کہ انجام اس کیا ہوگا۔ اگر راحت وطمانیت، خیر و عافیت نظر آئے کر لے ورنہ چھوڑ دے۔ اس اصول پر عمل کرنے سے موجودہ دَور کی تمام بلیّات سے نجات مل جائے۔ اور زندگی پُرسکون میسر ہو جائے۔ مگر آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ دیدہ و دانستہ جانتے ہوئے کہ اس راہ سے گزرتے ہوئے مصائب و آلام کا آنا یقینی ہے پھر بھی خود کو ہلاکت و بربادی میں ڈالتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! موسیٰ علیہ السلام

کے صحیفے میں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس میں سب عبرتیں ہی عبرتیں تھیں؛ (مثلاً)

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو مَرنے کا یقین ہو پھر وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو نارِ جہنم کا یقین ہو پھر وہ کیسے ہنستا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہو وہ کیسے عاجز و درماندہ اور غمگین ہو۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلابات اور لوگوں کے عروج و زوال کو دیکھتا ہے وہ دنیا پر کیسے مطمئن ہو بیٹھتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو کل آخرت کے حساب پر یقین ہو وہ کیسے عمل کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

(ترغیب وترہیب، ج:۴،ص:۲۳۷)

تلاوتِ قرآن کی وصیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی کا سوال کیا تھا، جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ پاک سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ ہر نیکی کی اصل ہے اور میں تم کو جہاد کی وصیت کرتا ہوں کہ جہاد اسلام کی رہبانیت ہے، اور میں تم کو تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کی وصیت کرتا ہوں کہ اس کی اصل آسمان میں اور جڑ زمین میں ہے۔ (مسند احمد ج:۳،ص:۸۲)

علم دین سکھانے کی وصیت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مرحبا حضور ﷺ کی وصیت کو۔ ہم نے کہا حضورؐ کی کیا وصیت ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے ارشاد فرمایا: لوگ تمہارے تابع ہیں۔ عنقریب اقوام عالم دنیا کے مختلف علاقوں سے دین سیکھنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کو بھلائی کی وصیت کرنا اور ان کو وہ علوم سکھانا جو اللہ پاک نے تم لوگوں کو سکھلایا ہے۔ (کنز العمال۔ ج:۴۔ص:۷۴)

دین کی بات مجلس سے سمجھ کر اُٹھنے کی وصیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ کی وصیت کو صد مرحبا! آپ ؐ نے ہم کو حکم دیا کہ آنے والوں کو مجلس میں جگہ دیں اور ان کو حدیث سکھلائیں، اس لیے کہ تم لوگ ہمارے خلف ہو (یعنی فوراً بعد ہو) اور محدثین بعد میں آنے والے ہیں، ہمارے بعد احادیث کو بیان کرنے والے کیونکہ جب تم ایک چیز کو نہ سمجھ سکو تو ان سے سمجھ لیا کرو، اس لیے کہ ایک چیز کو سمجھ کر مجلس سے اُٹھنا میرے نزدیک پسندیدہ ہے کہ بے سمجھے اُٹھ جائے۔ (بحوالہ سابق)

شرک سے ممانعت

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خلیل حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت کی کہ اللہ پاک کے ساتھ تھوڑا بھی شرک نہ کرنا۔ گرچہ تم کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے اور جان بوجھ کر فرض نمازوں کو نہ چھوڑنا کہ جس نے جان کر نماز فرض چھوڑ دیا اس سے اللہ کا ذمہ ختم ہو گیا۔ (وہ اللہ کی حفاظت و صیانت میں نہیں رہا) اور شراب نہ پینا اس لیے کہ شراب ہر برائی کی جڑ ہے۔ (ابن ماجہ، ترغیب۔ ج:۴، ص: ۲۵۸)

کئی مقام پر اس کی وضاحت ہو چکی ہے کہ حق جل مجدہ کی ذات و صفات میں شرک کسی بھی حال میں حق جل مجدہ کو گوارہ نہیں ہے۔ شرک کائنات میں سب سے بدترین جرم اور ناقابلِ معافی عمل ہے۔ اللہ جل مجدہ سب کچھ معاف کر دیں گے مگر شرک کو نہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے بہت ہی واضح اور غیر معمولی اعتماد کے ساتھ اس بات کو بیان فرما دیا کہ حالت ایمان اور حالت اسلام پر رہنے کی بناء پر اگر کوئی بدبخت تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور زندہ جلا دے پھر بھی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہ چھوڑنا کہ آخرت کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ ابھی حال میں ہندوستان کی سرزمین پر گجرات میں مسلمانوں کے ساتھ یہی ہوا کہ غیروں نے محض اس جرم میں کہ یہ مسلمان ہیں، کلمہ والے ہیں، خواہ ان کی زندگیاں کلمہ والی تھی نہ تھی مگر کلمہ کے نام پر ان کو قتل کیا گیا، زندہ جلا دیا گیا مگر کلمہ والوں نے کلمہ نہ دیا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اُمت کے افراد نے حضور ﷺ کی وصیت کو حرف بحرف پورا کر دیا۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی نِعْمَةِ الْاِسْلَامِ۔

۲۸؍فروری ۲۰۰۲ء کو گودھرا کی سرزمین پر جو کچھ بھی ہوا اس سے بحث نہیں، کل قیامت میں اُمّتِ محمد ﷺ کے کم و بیش دو ہزار افراد اس حال میں آئیں گے کہ اپنے نبی کی وصیت کہ ''ایمان نہ دینا گرچہ قتل کیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ'' کی جیتی جاگتی مثال پیش کردیں گے، انشاء اللہ۔ اَللّٰھُمَّ عَافِنَا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ کی وصیت

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھ کو کوئی مختصر دل نشین بات فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا 'نماز ایسی پڑھو کہ گویا اب تم کو دوسری نماز کا وقت نہ ملے گا۔ اس لیے کہ تم اگر حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے ہو تو مولا جل و علا تو تم کو دیکھ رہا ہے اور لوگوں کے مال و متاع سے بے نیاز بن جاؤ۔ تم دل کے غنی ہو جاؤ گے اور منہ سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جس سے تم کو معذرت کرنی پڑے۔

(ترغیب، ج:۴، ص:۳۴۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی وصیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھ کو کچھ وصیت فرما دیجئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو جو کچھ ملا ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لو اور لالچ و حرص سے بچو کہ یہ فوری فقر ہے۔ ایسی تنگدستی ہے جس کا علاج نہیں اور نماز ایسی پڑھو کہ گویا اب تم کو دوسری نماز کا موقع ہاتھ نہ آئے گا اور خبردار ایسی کوئی بات منہ سے نکالنا کہ جس سے تم کو کل شرمندہ ہو کر معذرت کرنی پڑے۔

(رواہ حاکم و بیہقی۔ ترغیب۔ ج:۴، ص:۳۲۶)

شلوار و ازار اونچی پہننے کی وصیت

ابی تمیمہؓ کہتے ہیں میں رسول اللہؐ کے پاس آیا اور آپؐ اپنے چادر سے احتباء کی صفت میں بیٹھے تھے کہ اس کے کنارے کا دھاگہ آپؐ کے قدم پر گر رہا تھا (عرب میں چادر یا رومال کو دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے لپیٹ لیتے ہیں اور آرام کے ساتھ بغیر کسی سہارے کے کافی دیر تک بیٹھے رہنے کا عام رواج ہے اس میں آدمی تھکان محسوس نہیں کرتا کہ بیٹھے اور دونوں پاؤں چادر میں لپٹے رہتے ہیں، اسی کو احتباء کہتے ہیں) مَیں نے کہا تم میں سے محمدؐ کون ہیں یا کہا کہ رسول اللہؐ کون ہیں؟ یہ آواز سن کر خود رسول اللہؐ نے اپنی طرف اشارہ کیا کہ میں ہوں تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور میرے ساتھ گاؤں والوں کا معاملہ اچھا نہیں ہے۔ لہٰذا مجھ کو نصیحت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا دیکھو! نیکی و بھلائی کو کبھی حقیر نہ جانو اور اپنے بھائیوں سے خوش روئی سے ملو۔ (یعنی چہرہ پر تبسم ہو، کھلے دل سے ملو اور جو تجھ سے پانی طلب کرے تو اس کے برتن میں پانی ڈال دو، اگر کوئی تمہارے عیوب کی وجہ سے برا بھلا کہے تو تم جواب میں اس کو بُرا بھلا نہ کہو گرچہ تم اس کی خامی کو جانتے ہو، کہ تم کو تو ثواب و اجر ملے گا اور وہ گناہ میں مبتلا ہوگا، اور خبردار! شلوار، لنگی، پینٹ پتلون کو ٹخنے سے نیچے نہ کرنا کہ یہ کبر و غرور کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ متکبر کو پسند نہیں کرتے۔ اور کسی کو گالی گلوچ نہ دینا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد مَیں نے کسی کو گالی نہ دی حتی کہ اونٹ و بکری کو بھی گالی نہ دی۔ (مسند احمد، ج:۵، ص:۶۴)

ابی تمیمہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ جل مجدہ کی سنتا ہے، کل قیامت میں اللہ جل مجدہ بھی اس کی سنے گا اور جو اللہ کے بندوں پر احوال کو تنگ کرتا ہے کل قیامت میں حق جل مجدہ اس پر احوال تنگ کر دے گا، لوگوں نے عرض کیا۔ ہم کو وصیت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا: مَرنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز انسان کی بدبودار ہوگی وہ اس کا پیٹ ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس بات کی پوری کوشش کرو کہ پیٹ میں حلال و طیب ہی داخل ہو، اور اس بات کی بھی پوری کوشش کرو کہ تمہارے اور جنت کے درمیان ناجائز خونریزی کا کوئی قطرہ حائل نہ ہو۔ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص: ۴۵۵)

اسلام خیر خواہی کا مذہب ہے

تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا خیر خواہی کرنا دین کا خلاصہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی۔ فرمایا اللہ کی، اس کے کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی اور عالم مسلمانوں کی۔ (مسلم۔ مسند احمد، ج:۴، ص:۱۰۲۔ ترجمان السنہ ج:۲/۱۹۵)

تشریح: 'نصیحت للہ' کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے اور اللہ کے مابین کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ رکھے۔ اس کا سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے۔ اس کی صفات جلال و جمال کا پوری تنزیہ کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں پوری مستعدی کا اظہار نہ کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت للہ کا حاصل بالفاظِ دیگر اپنے ہی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیر خواہی کرنا ہے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کے معنی یہ ہیں کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔ بدل و جان اس کے معانی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کے پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے، اور اس کے ہر ہر امر و نہی کے سامنے اعتراف و تسلیم کا سر خم کر دیا جائے۔

رسولؐ کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین وہ لے کر آئے ہیں، اس کا ایک ایک حرف مانا جائے۔ ہر موقع پر اس کی نصرت کے لیے سر بکف حاضر رہے۔ رسولؐ کے اصحاب اور رسولؐ کے اہلِ بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رہے۔ ائمۂ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اعانت کی جائے، اور ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں، جو صدقات بیت المال کا حق ہیں، وہ ان کو ایمانداری کے ساتھ بآسانی پہنچا دیے جائیں اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت کے یہ معنی ہیں کہ دنیوی و اخروی سب مصلحتیں ان کو بتا دی جائیں، ان کو ایذا نہ دی جائے۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے۔ اور خیر خواہی میں ان کو اپنے نفس کے برابر سمجھا جائے۔

حدیث بالا میں نصیحت و خیرخواہی کو دین فرمایا گیا ہے اور حدیث جبرئیل کے آخر میں اسلام و ایمان و احسان کے مجموعہ کو بھی دین فرمایا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملالو تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام و ایمان و احسان سب نصیحت ہی کے اجزاء ہیں۔ جس طرح کہ ان کا مجموعہ دین ہے، اسی طرح اللہ و رسول کی خیرخواہی بھی دین ہے۔ (ترجمان السنہ، ج:۲،ص:۱۹۶)

ہاتھ اور زبان کی حفاظت کی وصیت

حضرت اسود بن احرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے ہاتھ کا مالک ہے؟' میں نے عرض کیا اگر میں ہاتھ کا مالک نہیں تو پھر کس چیز کا مالک ہوسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنی زبان کا مالک ہے؟' میں نے عرض کیا اگر میں زبان کا مالک نہیں ہوں تو پھر کس چیز کا مالک ہوسکتا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ مت بڑھاؤ مگر خیر و بھلائی کیلئے اور زبان سے سوائے معروف کے اور کچھ مت کہو۔ (ترغیب، ج:۳،ص:۵۳۰)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہاتھ اور زبان تمہارے اختیار میں ہیں تو دیکھو اس کے استعمال میں بھی اس کا خیال رکھنا کہ ہاتھ سوائے بھلائی و خیر کے استعمال نہ ہوسکے اور زبان سوائے معروف و حق گوئی کے کچھ نہ بول سکے کیونکہ اگر ہاتھ اور زبان بھلائی میں مصروفِ کار ہوجائیں تو جملہ ابوابِ شر سے حفاظت مل جائے اور اسبابِ سعادت کا حصول آسان و سہل ہوجائے۔

سمع و طاعت کی وصیت

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا پراثر عظیم خطبہ دیا جس سے دل روشن ہوگئے اور آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! گویا کہ آج آپ نے الوداعی خطبہ دیا ...... لہٰذا ہمیں کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تم کو حق جل مجدہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ...... اگرچہ تمہارا حاکم غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ جو تم میں سے زندہ رہے گا بہت اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا اختلاف کے وقت میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور خبردار نئی نئی بدعات کی ایجاد سے بچنا اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی از جامع العلوم والحکم،ص: ۲۸۰)

محدثین نے حدیث مذکور کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے۔اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شریعت اسلامی کی بنیادی اساس کو واضح فرمایا ہے۔خوفِ الٰہی پر عرض کیا جا چکا ہے۔

سمع و طاعت یہ دونوں الفاظ دیکھنے میں تو بہت ہی مختصر ہیں مگر اپنی حقیقت میں اتنے ہی عمیق اور پُر اسرار کلمے ہیں۔سمع و طاعۃ سے اسلام کی عظمت اور آپس کی یگانگت سے جو اسلام کو فائدہ ہوا ہے اس کی نظیر تاریخ اسلام کے صفحات میں نہیں ملتی۔اور جب سے سمع و طاعۃ میں کوتاہی یا آپس میں مفاد پرستی آئی ہے اسلامی ترقیات کا دروازہ بند ہی نہیں بلکہ اساسِ اسلام کو داخلی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔اور آج تک امت اس خلاء کو پُر کرنے سے قاصر رہی ہے۔

دوسری طرف پیغمبرِ اسلام ﷺ نے تنازع اور اختلاف کے وقت آپس کی کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے ایک زرّیں اصول بتلایا کہ ایسے پُر خطر حالات کے وقت میری اور خلفاء راشدین کی تمام امور میں پیروی کرنا۔خواہ ملکی سطح پر ہوں، یا عائلی سطح پر ہوں، ہر قول وفعل کی صداقت کی دلیل قرونِ مشہود لہا بالخیر سے حجت اور برہان قائم کرو۔اگر دلیل موافق مل گئی تو مان لو ورنہ پھر دیوار پر مار دو۔

افسوس کہ آج جس گروہ و جماعت کو دیکھیں، وہ محض اپنی منوانے کی فکر میں ہے۔خواہ اس کا فعل ثابت شدہ ہو یا نہ ہو، اللہ ہمیں کتاب وسنت کی روشنی میں عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

اذیت کن باتوں سے بچنے کی وصیت

امّ ابی العالیہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے وصیت کرنے کی فرمائش کی۔آپؐ نے ارشاد فرمایا ’’خبردار! ایسی کوئی بات زبان پر نہ لانا جو سننے والے کی اذیت کا سبب بنے‘‘۔(مسند احمد، ج:۴،ص:۷۶)

لعنت نہ بھیجنے کی وصیت

حضرت جرموز ھجیمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، مجھ کو وصیت فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ لعنت کرنے والے نہ بنو۔(مسند احمد، ج:۵،ص:۷۰)

حضرت براء بن عازبؓ کو پیغمبرِ اسلام ﷺ کی وصیت

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ جب سونے لگو تو اس دعا کو پڑھ لو:

"اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَ اَلْجَأْتُ ظُهْرِىْ اِلَيْكَ وَ رَغْبَةً وَ رَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَأَ اِلَّا اِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ۔

یا اللہ! میں اپنی جان کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اور اپنا رُخ تیری طرف متوجہ کرتا ہوں اور تمام امور کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنے آپ کو تیری طرف جھکاتا ہوں، تجھ سے اُمید و خوف کے ساتھ۔ نہ تو میرا کوئی ٹھکانہ ہے، نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے تیری ذات کے سوا مگر ہاں! تیری ہی طرف، تیری کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر اسی دن اس کی موت آ گئی تو دین اسلام پر مَرا۔ (مسند احمد، ج:۴، ص:۳۰۰)

اچھی مجلس کے انتخاب کی وصیت

حضرت حرملۃ عنبری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ پاک سے ڈرتے رہو، اور جب تم کسی مجلس میں شریک ہو اور اُٹھتے وقت ان سے کوئی قابلِ تعجب نئی بات سنو تو ان کے پاس آیا جایا کرو اور جب ناپسندیدہ بات سنو تو ان کو چھوڑ دو۔

(مسند احمد، ج:۴، ص:۳۰۵)

ابو کاہلؓ کو سعادتِ دارین کی نو (۹) وصیتیں

حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو کاہل! کیا میں تم کو وہ بات جو حق جل مجدہ نے اپنی ذات کے لیے فیصلہ کیا ہے، نہ بتلا دوں۔ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا حق جل مجدہ تیرے قلب کو زندہ رکھے گا

اور تیرے قلب کی حیات اُس دن بھی باقی رہے گی جبکہ تیرے جسم سے روح پرواز کرجائے گی۔ (یعنی موت تیرے جسم کو آئے گی مگر تیرا قلب زندہ ہی رہے گا۔)

اے ابو کاہل! اس بات کو خوب یاد رکھو کہ حق جل مجدہ اس شخص پر ناراض نہیں ہوگا جس کے قلب میں خوفِ الٰہی ہو، نہ ہی دوزخ کی آگ ایسے شخص کو ہلکی سی بھی لگے گی۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی ذہن نشین کرلے کہ جو شخص اللہ پاک سے شرما کر اپنے ستر کو تنہائی میں یا مجمع میں چھپائے گا، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہوگا کہ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی دل میں محفوظ رکھو کہ جس شخص کے دل میں نماز کی حلاوت داخل ہوگئی اور اس نے رکوع و سجود کو اہتمام کے ساتھ ادا کیا تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس سے راضی ہو۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی حرزِ جان بنالو کہ جس شخص نے چالیس رات و دن جماعت سے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی، حق جل مجدہ پر اس کا حق ہوگا کہ اس کے لیے دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھ دے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو دل میں جگہ دیدو کہ جس شخص نے ہر ماہ میں تین روزے ایام بیض کے رکھے رمضان المبارک کے ساتھ تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو قیامت کے دن پیاس کے عالم میں سیراب کرے۔

اے ابو کاہل! دیدۂ باطن میں اس بات کو جمالو کہ جس شخص نے لوگوں کو اذیت دینے سے اپنے آپ کو بچالیا تو حق جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو مرنے کے بعد عذابِ قبر سے بچالے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو آنکھ کی ٹھنڈک بنالو کہ جس شخص نے اپنے والدین پر زندگی میں یا ان کے مَرنے کے بعد احسان کا معاملہ کیا اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس سے راضی ہوجائے۔ ......مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مَرنے کے بعد اپنے والدین پر احسان کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کے لیے دعائے

مغفرت کی جائے اور ان دونوں کو بُرا بھلا نہ کہا جائے، نہ ہی دوسرے کسی کے والدین کو بُرا بھلا کہے کہ وہ جواباً اس کے والدین کو بُرا بھلا کہیں گے۔

اے ابو کاہل! اس بات کا وثوق و اعتماد کرلو، کہ جس شخص نے سال گذرنے پر اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا رفیق بنادے (یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی پر رفاقت انبیاء علیہم السلام نصیب ہوگی۔)

ہر لمحہ اس بات کو ذہن میں مستحضر رکھنا کہ جو شخص اپنی نیکیوں کو کم سے کم تر اور گناہ کو خطرناک سے خطرناک تصور کرے گا اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ کل قیامت کے دن اس کے اعمالِ صالحہ کو وزن میں غالب کردے۔ (نیکی کو ہمیشہ تھوڑا ہی تصور کرنا چاہیے، کیا پتہ قبول ہو نہ ہو اور بدی و برائی تو ہر حال میں قابل گرفت ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ اپنی نیکیوں کو نہیں دیکھتے، بدی کو یاد کر کے روتے ہیں اور یہی بات باعثِ قربِ الٰہی بن جاتی ہے کیونکہ اس سے عُجب کی تباہی نہیں آتی اور وظیفۂ عبدیت بدرجۂ اتم ذات حق کے سامنے ادا ہوتی رہتی ہے۔ آج بے شمار لوگ عابد و زاہد اور بظاہر زبردست قربانی دینے والے ملیں گے مگر ساتھ ہی ان کے اندر عُجب، خودرائی، تفوّقِ نفس اور برتری کا جذبہ، نمایاں مقام کا حصول، لوگوں کے درمیان نمایاں ہونے کا داعیہ جیسی خطرناک مہلک بیماری بھی پائی جاتی ہے۔ جس کی بناء پر نصرتِ الٰہی، امدادِ غیبی اور تائیدِ حق جاتی رہی۔ جبکہ اعمالِ کثیرہ کا وجود باقی ہے مگر اعمال کی روح نکل چکی ہے۔ اللہ حفیظ و عظیم ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔)

اے ابو الکاہل! اس بات کو بھی نہ بھولنا کہ جس شخص نے اپنی بیوی، بچوں اور غلاموں پر وسعت کے بقدر حلال سے خرچ کیا اور اُن میں اللہ کے دین کو قائم کیا، اللہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس کو شہداء کے ساتھ حشر فرمائے، اور درجۂ شہداء میں رکھے۔

اے ابو الکاہل! میری محبت میں جھوم جاؤ جو شخص مجھ پر محبت و خوشی اور شوق میں تین بار درود شریف پڑھے گا تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کے ایک سال کے گناہ بخش دے گا۔

(رواہ الطبرانی۔ ترغیب وترہیب۔ ج: ۴، ص: ۲۶۳)

خوش خلقی کی وصیت اور تکبر وغرور کی علامت

ایک شخص مسلمان ہوا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کسی بھی چیز کو گالی مت دینا۔ یا آپؐ نے فرمایا کسی کو۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد میں نے کبھی اونٹ یا بکری کو تک گالی نہیں دی جب سے حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت کی تھی اور معروف سے زہد اختیار نہ کرنا۔ یعنی نیکی کے کام میں سست نہ پڑنا۔ اور اپنے بھائی سے دورانِ گفتگو چہرہ نہ بگاڑنا۔ خوش خلقی اور انبساط کے ساتھ باتیں کرنا۔ اور پانی مانگنے والے کے برتن میں پانی ڈال دینا۔ اور آدھی پنڈلی تک لنگی پہننا۔ اگر جی نہ مانے تو پھر ٹخنہ تک اور خبر دار! ٹخنے سے نیچے نہ پہننا کہ یہ کبر وغرور کی علامت ہے اور حق تعالیٰ متکبر و مغرور کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند احمد، ج:۴، ص:۶۵)

پیغمبر ﷺ کی دس وصیتیں

اے لوگو! ٹھہرو! میں تم کو دس وصیتیں کروں گا۔ جس کو مجھ سے یاد کرلو۔ میری وصیت یہ ہے کہ خیانت نہ کرو۔ دل کو حسد و کینہ سے پاک رکھو۔ دھوکہ نہ دیا کرو۔ مثلہ نہ کیا کرو۔ چھوٹے بچے قتل نہ کیا کرو، نہ ہی بوڑھوں کو، نہ ہی عورتوں کو۔ نہ ہی کھجوروں کے درخت کو برباد کرو، نہ آگ لگاؤ، نہ پھلدار درخت کو کاٹو، نہ تو اونٹ گائے بکری کو ذبح کرو مگر گوشت کھانے کی غرض سے۔ اور عنقریب تم لوگوں کا گذر ایسے لوگوں پر ہوگا جنھوں نے اپنے آپ کو گرجا و عبادت خانہ کے لیے فارغ کرلیا ہے، ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، اس کام کے لیے جوان کا مقصد ہے۔ اور عنقریب تم لوگ ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اپنے برتنوں میں مختلف انواع و اقسام کے کھانے تمہارے سامنے پیش کریں گے تو جب بھی تم کو کھانے کا اتفاق ہو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرنا۔ (کنز العمال، ج:۴، ص:۱۸۶)

جماعتِ مسلمین کے ساتھ رہنے کی وصیت

میں تم کو صحابہؓ کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں پھر تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ پھر جھوٹ رائج ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص بلا مطالبہ قسم کھائے گا حالانکہ اس کو قسم کھانے کو نہیں کہا جائے گا اور بلا مطالبہ گواہی دے گا حالانکہ گواہی کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

خبردار! کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، لیکن یہ کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔تم پر جماعتِ مسلمین کی معیت ضروری ہے۔خبردار! اکیلا، تنِ تنہا نہ رہنا کہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے۔ جو جنت کا متلاشی وخواہاں ہے اس پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ رہے، اور جو نیکی سے خوش ہو اور بدی سے ناخوش ایسا شخص مومن ہے (یعنی نیکی پر خوش ہونا اور بدی سے ناخوش ہونا علامتِ ایمان ہے)۔

(کنز العمال، ج:۴، ص:۳۳۹)

حضرات انبیاء علیہم السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ میری میت کو اس طوفان سے محفوظ رکھا جائے جسے وہ پائیں گے۔ اور قابیل کی اولاد سے الگ تھلگ رہنا۔

(طبقات ناصری، ج:۱،ص:۳۸۔ بالفاظِ مختلفہ البدایہ والنہایہ، ج:۱،ص:۹۱)

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے اولاد کو وصیت

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب آیا تو انھوں نے اپنے فرزند سے وصیت کی کہ ''میں تم کو دو چیزوں کے کرنے کا حکم کرتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ اٰمُرُکَ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ میں تم کو لا الہ الا اللہ کے ورد اور ذکر کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور سات آسمان و زمینیں ایک پلڑے میں تو 'لا الہ الا اللہ' کا وزن زیادہ ہوگا۔

دیکھو ساتوں زمین و آسمان مثل حلقہ مبہم کے تھے، اللہ نے ان کو لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بحمدہ سے مربوط کیا ہے اور انہی دو کلموں کی برکت سے اللہ جملہ اسبابِ عالم اور کارخانۂ عالم پر رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور اسی کلمہ کی برکت سے اللہ جملہ مخلوقات کو رزق عطاء کرتا ہے۔ اور دیکھو ''وَ اَنْھَاکَ عَنِ الشِّرْکِ''، میں تم کو (جملہ انواع) شرک سے روکتا ہوں۔

(اولاد، اللہ سے مانگنا جو نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کی اولاد۔ مصیبت میں اللہ کو پکارنا کہ جس پر کبھی مصیبت نہیں آئی ہو وہ فریاد سنتا ہے۔ مرادیں اسی کے سامنے ظاہر کرنا کہ بِیَدِہٖ خَزَائِنُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ ہے (جس کے قبضۂ قدرت میں ساتوں آسمانوں و زمینوں کے خزانے ہیں)۔ سجدہ صرف اللہ کو کرنا کہ پیشانی کا خالق وہی ہے۔ جانوروں کو اللہ ہی کے نام پر قربان کرنا کہ جان ڈالی ہوئی بھی اسی کی ہے) اور دیکھو میں تم کو تکبر سے روکتا ہوں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا کبر یہ ہے کہ ایک آدمی کے

پاس خوبصورت جوتے ہوں اور ان میں مزید خوبصورت دو تسمے ہوں؟ (جس کو پہن کر وہ چلتا پھرتا ہو)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں! انھوں نے پھر پوچھا کیا یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس زیب تن دیدہ زیب جبہ یا منقّش خوبصورت چادر ہو جس کو وہ پہنا ہو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں! پھر انھوں نے پوچھا کیا کبر یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس سواری ہو اور وہ اس پر سوار ہوتا ہو؟ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا نہیں! اب انھوں نے پوچھا اللہ کے پیارے نبی! آخر کبر کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "**سفه الحق و غمط الناس**" ۔یعنی حق کو چھپانا اعراض کرنا۔ حق کو حق جانتے ہوئے تسلیم نہ کرنا تو 'سفہ الحق' ہے اور 'غمط الناس' کا مفہوم ہے لوگوں کو ذلیل و رُسوا جاننا۔ العیاذ باللہ۔

بعض روایت میں ہے "**اُوصِیکَ بِالتَّسبِیحِ فَاِنَّھَا عِبَادَۃُ الْخَلْقِ وَ بِالتَّکْبِیْرِ**" یعنی میں تم کو تسبیح خوانی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ تسبیح ہی مخلوق کی عبادت اور وظیفۂ عبدیت ہے اور تکبیر کا بھی وِرد رکھنا۔ تکبیر = حق جل مجدہ کی کبریائی کا اقرار کرنا۔

(قصص القرآن لابن کثیر، ج:۱،ص:۸۷۔ البدایہ والنہایہ، ج:۱،ص:۱۱۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت

﴿وَ وَصّٰی بِھَا اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب (علیہ السلام) بھی۔ میرے بیٹو!! اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے تو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت: ۱۳۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو! یہ تو بتاؤ کہ میرے بعد تمھارا ایمان کس پر ہوگا؟ تم کس کی عبادت کرو گے؟ میری پیٹھ زمین سے نہیں لگے گی اور میں قبر میں بھی سکون سے نہ رہ سکوں گا جب تک

مجھے یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ تم کس راہ پر چلوگے اور کس کی عبادت کروگے؟

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ﴾ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی۔ جب انھوں نے اپنی اولاد سے کہا میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟

وہ سب نبی کی اولاد تھے، انھوں نے کہا ابا جان، نانا جان، دادا جان! آپ کیوں گھبرا رہے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے والد اسحاق، آپ کے چچا اسماعیل اور آپ کے دادا ابراہیم علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے۔

﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰـهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۳)

تب جاکر انھیں اطمینان ہوا۔ حضرت یعقوب ں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں جگہ اتنا پیسہ گاڑ دیا ہے، فلاں جگہ میرا قرضہ ہے، اتنی زمین اور اتنا کھیت چھوڑ کر جا رہا ہوں، تم یہ سب لے لینا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ تم سب محبت اور اتحاد کے ساتھ رہنا جیسا کہ بہت سے مشفق باپ کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں، ان کو فکر صرف ایک بات کی تھی کہ میرے بعد عبادت کس کی کروگے اور انھوں نے اس کی ہمیں تعلیم دی۔ (تکبیر مسلسل، صفحہ: ۴۴۷)

حضرت داؤد علیہ السلام کے حکیمانہ اقوال

حضرت داؤد علیہ السلام خوفِ الٰہی سے بیحد روتے اور فرماتے مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں ہڈی میں آگ لگنے، شعلۂ جہنم کے بھڑکنے سے پہلے رولوں، اس دن کے آنے سے پہلے کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے میرے متعلق۔ ایسے فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

فرماتے یا اللہ! اگر تو میرے جسم کے ہر بال کو دو زبان دے جو تمام رات و دن اور پوری زندگی تیری نعمتوں کا شکر ادا کرے پھر بھی کسی ایک نعمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

فرمایا یا رب! کیا آج رات تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے زیادہ تجھے یاد کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے وحی نازل فرمائی کہ ہاں! ایک مینڈک نے! اور حق جل مجدہ نے وحی نازل

فرمائی ﴿اِعۡمَلُوۡا آلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا وَ قَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ﴾ (سورۂ سباء، آیت: ۱۳)

ترجمہ: اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا یا رب! آپ کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں کہ مسلسل آپ کی جانب سے نعمتوں کی بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ سابقہ نعمت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری نعمت مل جاتی ہے اور ہر نعمت سے اعلیٰ تر دوسری نعمت ہوتی ہے۔ الٰہی! نعمت بھی آپ کی عطاء اور شکر کی توفیق بھی آپ کی عطاء، تو کس طرح آپ کا شکر ادا کرسکتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! اب تو نے میری معرفت کا حق ادا کردیا۔

حضرت داؤد نے فرمایا یا اللہ! جو کسی غمگین کی مزاج پرسی صرف تیری رضا کی خاطر کرے اس کی جزاء کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا مَیں اس کو تقویٰ کا لباس زیب تن کراؤں گا۔

یا اللہ! جو کسی جنازہ کے ساتھ چلے تیری رضا کے لیے اس کی جزا کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا اس کے جنازہ کے ساتھ میرے فرشتے چلیں گے اور اس کی روح پر فرشتے عالمِ ارواح میں نمازِ جنازہ ادا کریں گے۔

یا اللہ! جو کسی یتیم و بیکس کی فریادرسی کرے تیری رضا کی خاطر؟ حق جل مجدہ نے فرمایا قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا اس کو میری رحمت کا سایہ آغوشِ رحمت میں لے گا۔

یا اللہ! جو تیرے خوف و خشیت سے رو پڑے، آنسوؤں کا تحفہ بارگاہِ صمدیت میں پیش کرے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا اس کو فزعِ اکبر سے امن دوں گا اور اس کے چہرہ کو نارِ دوزخ سے بچالوں گا۔

داؤد علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا رات کا کون سا حصہ افضل ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا اے داؤد! مجھ کو نہیں معلوم۔ الا یہ کہ سحر کے وقت عرش جنبش میں ہوتا ہے۔

داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں سے اِردگرد ہریالی ہوگئی۔ حق جل مجدہ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا اے داؤد! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے مال و اولاد میں مزید اضافہ کردوں؟

حضرت داؤد نے عرض کیا نہیں مولا! میری دلی خواہش ہے کہ آپ میری مغفرت کردیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہوگیا جس پر آپ روتے تھے۔ اس کے بعد آپؑ نے کوئی کھانا یا پانی نہیں کھایا یا پیا مگر اس میں ان کا آنسو ملا ہوا ہوتا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز عرض کیا یا رب! سورج کی گرمی برداشت نہیں ہوتی تو پھر دوزخ کی گرمی کیسے برداشت ہوگی۔ یا رب! رحمت کی آواز پر دل کانپ اُٹھتا ہے (یعنی بادل کی گرج سے) اور برداشت نہیں، تو عذاب کی گرج کیسے برداشت ہوگی؟ الٰہی! کسی برے آدمی کو میرا ساتھی نہ بنانا ورنہ میں بھی بُرا ہو جاؤں گا۔

زبور میں حق جل مجدہ نے فرمایا: اے آلِ داؤد! تین باتوں کا خیال رکھنا:

(۱) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جو بُرے لوگوں کی راہ سے اپنے آپ کو بچالے۔

(۲) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جو ظالموں جیسے حکم کرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔

(۳) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جس نے لغو و بیکار مجلس سے اپنے آپ کو بچالیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! سب سے زیادہ حلال و طیب رزق کونسا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے داؤد! تیرے ہاتھ کی کمائی۔

حق جل مجدہ نے حضرت داؤد کو بذریعہ وحی حکم دیا: اے داؤد! تو مجھ سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں، محبت رکھ۔ اور میری محبت میرے بندوں کے دلوں میں بھی پیدا کر۔ حضرت داؤد نے عرض کیا: الٰہی! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور ان لوگوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر تیری محبت کو تیرے بندوں کے دلوں میں کس طرح پیدا کروں؟ ارشاد ہوا: جب بھی تو میرے بندوں کا میرے سامنے ذکر کیا کر تو صرف ان کی بھلائی بیان کر۔ (میرے بندوں کی لغزشوں و سیئات کا تذکرہ نہ کیا کر)۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! میں آپ کی نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جبکہ شکر کی توفیق بھی آپ کے فضل سے ملتی ہے؟ اِرشاد ہوا: اے داؤد! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جو بھی نعمتیں تجھ کو ملی ہیں وہ تمام تر میرا فضل ہے؟ عرض کیا: بلا شک یا رب! حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: بس تیرا یہ اعتراف کرلینا کہ نعمتیں میری جانب سے ہیں، یہی شکر ہے۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: اے داؤد! میرے بندے صدیقین کو اس بات سے ڈراؤ کہ وہ عُجب میں مبتلا نہ ہوں، نہ ہی اپنے اعمال پر بھروسہ کریں، اس لیے کہ میرے بندوں میں ایسا کوئی بھی نہیں کہ حساب کے لیے لایا جائے اور میں اپنی صفتِ عدل کے تحت اس کا حساب لوں تو وہ عذاب سے بچ جائے جبکہ میں ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کروں گا۔

اور اے داؤد! خطا کاروں اور اہلِ معاصی کو بشارت سنا دو کہ وہ معصیت و گناہ کو میری صفتِ ستّاری و غفّاری کے مقابلہ میں عظیم نہ جانیں کہ میں ان کی مغفرت کردوں گا اور درگذر کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز ندا لگوائی۔ لوگو جمع ہو جاؤ! لوگ آناً فاناً جمع ہو گئے کہ آج کوئی خاص وعظ و حکم یا مناجات و دعا کا اہتمام ہوگا۔ جب مجمع کافی بڑا ہوگیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا" یا اللہ ہم سب کی مغفرت فرما اور واپس چلے گئے۔ جب لوگ آپس میں ان لوگوں سے ملے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے قریب تھے تو پوچھا حضرت داؤد نے کیا دعا کی؟ لوگوں نے جواب میں کہا بس ایک جملہ فرمایا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا" اور واپس چلے گئے۔ تو لوگوں نے آپس میں باتیں شروع کردیں کہ سبحان اللہ! ہم لوگ تو یہ سوچ کر نکلے تھے کہ آج کوئی خاص عبادت یا مناجاتِ باری یا پھر حکمت و موعظت کے رموز کا مشاہدہ ہوگا تو حضرت صرف ایک جملہ دعا کا کہہ کر واپس ہو گئے۔

اب حق جل مجدہ نے حضرت داؤد پر وحی نازل کی کہ اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچادیں کہ انھوں نے جملہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا" کو حقیر و کمتر جانا ہے۔ یہ صفتِ مغفرت کا ہی تو کرشمہ ہے کہ میں اُن کی مغفرت بھی کر دیتا ہوں اور امورِ دنیا و آخرت میں اصلاح و حسنِ تدبیر کر دیتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل کا ایک جمِ غفیر موجود ہے۔ تو اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور حضورِ حق میں عرض کیا: ایک مسکین تمام مسکینوں کے درمیان منتظرِ رحمت ہے۔ حق جل مجدہ نے حضرت داؤد کو حکم دیا کہ ظالموں سے کہہ دیں کہ وہ مجھ کو یاد نہ کریں، اس لیے کہ جب ظالم مجھ کو یاد کرے گا تو میں بھی اس کو یاد کروں گا اور میرا ظالموں کو یاد کرنا ان پر لعنتوں کو بھیجنا ہے۔

مزامیرِ داؤد میں لکھا ہوا تھا اے داؤد! میں اپنے بندوں میں سے کن لوگوں کی مغفرت کروں گا؟ حضرت داؤد نے عرض کیا کن کی یا رب؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے ایسے بندے جن سے گناہ سرزد ہونے کے بعد ان کے اعضاء و مفاصل کانپ اُٹھتے ہیں (خوفِ الٰہی سے) تو میں فرشتوں کو حکم دیتا ہوں کہ میرے ان بندوں کا گناہ نہ لکھو۔

حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر بیٹھ کر کھجور کے پتوں سے ٹوکری بناتے تھے پھر اس کو بازار میں فروخت کرواتے اور اسی سے کھاتے پیتے تھے۔

زبور، داؤد علیہ السلام کی ابتداء میں تھا۔ حکمت کی اساس و بنیاد حق جل مجدہ کی خوف و خشیت ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا ہمیشہ یہ تھی اے اللہ! نہ ایسی تنگدستی میں مبتلا کرنا کہ میں تیری یاد سے غافل ہوجاؤں، نہ ہی ایسی وسعت و فراخی عطا فرما کہ سرکشی وطغیانی میں غرق ہوجاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام دعا مانگتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ اَهْلِیْ وَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے تھے: پاک و بے نیاز ہے وہ ذات جو عطاء و بخشش پر شکر کی توفیق دیتی ہے اور بلاء و مصیبت میں دعا کا الہام کرتی ہے۔

حق جل مجدہ نے داؤد علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ و السلام پر وحی نازل کی، اے داؤد! کیا میں نے تم کو دو عمل نہیں سکھلائے کہ جب تو ان پر عمل کرتا ہے، لوگوں کے قلب تیری طرف مائل ہوتے ہیں، مزید برآں انہی اعمال کے ذریعے میری رضا و خوشی بھی تم کو نصیب ہوتی ہے۔ عرض کیا: بلاشک و ریب یا رب! حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: داؤد! مجھ سے اپنا تعلق ورع و تقویٰ کے ذریعہ مستحکم رکھ اور لوگوں کے ساتھ اخلاق و تواضع کا نمونہ بن۔

حضرت داؤدؑ اپنی اُمت میں سب سے زیادہ صبر و حلم والے اور غصّے کو پینے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! تیری رضا کی خاطر لوگوں کو نصیحت کس طرح کروں؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میرا ذکر کثرت سے کرو اور ان تمام لوگوں سے محبت کرو

جو مجھ سے محبت رکھتے ہوں۔ خواہ کالے ہوں یا گورے۔ اور لوگوں کے لیے وہی فیصلہ کرو جو تم اپنے لیے فیصلہ کرتے ہو اور غیبت سے بچو۔ (اور حضورِ حق میں غیر حاضری سے بچو۔)

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اصحاب کی مریض سمجھ کر عیادت کو جاتے جبکہ قوم یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتی تھی کیونکہ اصل بیماری تو غفلت اور حضورِ حق سے غیر حاضری ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ''یا ماراہ'' یعنی یا رباہ! ایسا ہم نشیں عطا کیجیے جو تیری یاد میں میرا معاون ہو۔ اور جب مجمع پر غفلت ہو تو متنبہ کر دے۔ یا رباہ! تیری پناہ لیتا ہوں ایسے ہم نشیں سے کہ تیری یاد میں میرا معاون نہ ہو اور غفلت کی حالت میں وہ مجھ کو تیری طرف متوجہ نہ کرے۔

یا رباہ! جب میرا گذر ایسی قوم پر ہو جو تیری یاد میں مصروف ہو اور میں ان کے ساتھ نہ بیٹھوں تو میرا پاؤں توڑ دے تاکہ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر تیرا نام لیا کروں۔

حضرت داؤد علیہ السلام لمبی نماز ادا کرتے، پھر رکوع کر کے سر اُٹھا کر فرماتے: الٰہی میں نے اپنا سَر تیری طرف متوجہ کر دیا۔ یا عامر السماء! تیرا بندہ تیری رحمت کا منتظر ہے، یا ساکن السماء!

حضرت داؤد علیہ السلام دعا کرتے: یا رباہ! میں ایسے مرض سے پناہ چاہتا ہوں جو بالکل ہی بےبس کر دے، اور ایسی صحت سے جو تیری یاد سے غافل کر دے۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایوب علیہ السلام بہت صبر کرنے والے تھے اور بہت ہی برداشت کرنے والے۔ اور غصہ پینے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ وعلی نبیّنا السلام نے ایک دیگچی آگ سے بھری ہوئی زمین و آسمان کے درمیان معلق دیکھی۔ عرض کیا: رباہ! یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا: یہ میری جانب سے لعنت کی شکل ہے اور یہ ہر اس گھر میں داخل ہوگی جس میں ظلم ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وصایا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تین باتوں سے زیادہ افضل کچھ بھی نہیں؛

(۱) حلم و بردباری ہر حال میں اختیار کرو، خواہ غصہ یا ناگواریٔ خاطر ہو یا خوشی ومسرت کے احوال ہوں۔

(۲) درمیانی زندگی اختیار کرو خواہ تونگری ہو یا فقر وتنگدستی۔

(۳) خلوت وجلوت میں خشیتِ باری کو اختیار کرو۔

اے بیٹے! حیا وغیرت اقبال مندی کی دلیل ہے اور وقار ہے اللہ کی جانب سے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دشمن حسد وغضب میں جلتے رہیں تو اپنے بچوں کی تربیت میں کسر نہ چھوڑنا کہ ڈنڈا اُٹھا کر رکھ دینا۔

اے بچو! جس طرح میخ دو پتھر کے درمیان داخل ہو جاتا ہے اور سانپ دو پتھر کے درمیان، اسی طرح معصیت و گناہ انسان کی زندگی میں۔

اے بچو خبردار! چغل خوری سے بچنا کہ ایمان کو برباد کر دیتی ہے۔

اے بچو! شیر اور کالا ناگ کے پیچھے تو چلنا پسند کر لینا مگر عورت کے پیچھے نہ چلنا۔

اے بچو! بار بار مکان کا ادلنا بدلنا معیشت کو برباد کر دیتا ہے۔

خوف وخشیتِ الٰہی کا اہتمام رکھنا کہ ہر چیز تیرے سامنے مغلوب رہے گی۔

سکینت کے بعد ارتکابِ خطاء، اور ہدایت کے بعد گمراہی اور اِن دونوں سے برا ہے کہ ذوقِ عبادت نصیب ہونے کے بعد عبادت میں سستی برتنا اور چھوڑ دینا۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام لوگوں کے ساتھ نکلے تاکہ نمازِ استسقاء ادا کریں۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹ کر اپنے تمام پیروں کو بارگاہِ حق میں پھیلائے ہوئے دعا کر رہی ہے: الٰہی! میں بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں۔ آپ کے رزق سے بے نیاز نہیں ہوں۔ مولا! مرضی آپ کی، مجھ کو سیراب کر یا پھر ہلاک کر دے۔ حضرت سلیمان نے یہ سن کر لوگوں سے فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ دوسروں کی دعاؤں سے اللہ تم کو بھی سیراب کر دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصایا

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے دوران کہا: دیکھو! چھچھڑپن سے اجتناب کرو۔ بغیر شدید ضرورت کے اِدھر اُدھر نہ پھرا کرو۔ اپنے گھر سے چمٹ جاؤ اور خطاؤں پر رویا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: رب العالمین کیا حکم ہے؟ اِرشاد ہوا: میرے ساتھ ذرہ شرک نہ کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ نیکی کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ احسان کرنا۔ (اس کی وضاحت میں حضرت وہب نے فرمایا کہ والد کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک سے حسن خاتمہ کی توفیق ملتی ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ: یارب! میری قوم پوچھتی ہے کہ آپ کا ظہور کس طرح ہوا؟ ارشاد ہوا کہ: ان کو آگاہ کردو میں ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کو عدم سے وجود بخشنے والا ہوں۔ اور جب ہر چیز فنا ہوجائے گی ذات حق باقی رہے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرشِ عظیم کے پاس ایک شخص کو دیکھا تو ان کو اس شخص کے قرب پر رشک آیا تو حق جل مجدہ سے سوال کر بیٹھے کہ یہ اس مقام تک کیسے آ گئے؟ ارشاد ہوا کہ: میں اس کا عمل تم کو بتلا دیتا ہوں۔ یہ شخص کسی بھی انسان پر حسد نہیں کرتا تھا، جو فضلِ الٰہی سے لوگوں کو ملتا تھا۔ نہ کسی کی چغلخوری کرتا تھا، نہ ہی والدین کی نافرمانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: رب العالمین! والدین کی نافرمانی کون کرسکتا ہے؟ ارشاد ہوا: ماں باپ کو بُرا بھلا کہنا، ان کے کاموں پر تنقید وتبصرہ کرنا یہاں تک کہ ماں باپ اولاد کو کوسنے لگیں ...... یہ نافرمانی ہے۔ ماں باپ کو برا بھلا کہنا عقوقِ والدین میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین سے سوال کیا کہ: اے رب عز وجل! کوئی ایسی واضح نشانی عطا کیجیے جس کو لے کر میں آپ کے بندوں کے پاس جاؤں۔ حق جل مجدہ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! واضح دلیل سے جو مقصد ہے وہ آپ کو میرے بندوں سے

حاصل ہوگا یعنی قبولِ حق آپ کو حاصل ہوگا۔

حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ کیا کہ جب تم میرا ذکر کرو تو تمھاری کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ تمام اعضاءِ جسم کانپ رہے ہوں اور میرے ذکر کے وقت تم میں خشوع اور طمانیت بھی ہونی چاہیے اور میرے ذکر کے وقت زبان دل کے تابع ہو اور جب تم میرے سامنے کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک حقیر و ذلیل غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے نفس کی ملامت و مذمت کر رہا ہو اور وہ اسی کا مستحق ہے اور جب تم مجھ سے مناجات و دعاء کرو تو تمھارا دل خوف سے بلبلا رہا ہو اور زبان صداقت کی معترف ہو۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا: الٰہی! میں آپ کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جبکہ سب سے چھوٹی نعمت جو آپ کی جانب سے میسر ہوئی، وہ میری زندگی کا تمام تر عمل اس کا بدل نہیں ہوسکتا، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اب تو نے میرا شکر ادا کردیا یعنی اعترافِ تقصیر ہی درحقیقت مطلوبِ عبدیت ہے۔

حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! خیر سیکھئے اور لوگوں کو سکھلائیے کہ میں خیر سیکھنے اور سکھلانے والے کی قبر کو منور و مجلّٰی کردیتا ہوں تاکہ گوشۂ تنہائی میں متوحّش نہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! کیا آپ مجھ سے قریب ہیں کہ میں سرگوشی کروں یا بعید ہیں کہ پکاروں؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں ہم نشیں ہوں اس کا جو میرا نام لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! بعض حالات مجھ پر ایسے بھی تو ہوتے ہیں جس سے آپ کی شانِ صمدیت بلند و برتر ہے۔ میں اس کو سوچ بھی نہیں سکتا ذات حق کی نسبت سے، حق تعالیٰ نے پوچھ لیا: وہ کیا؟ عرض کیا: وہی میرا حالتِ جنابت میں ہونا یا غائط و خلا میں ہونا؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! ہر حال میں میرا ذکر کرو۔ (طریقِ نبوی و سنتِ نبوی پر عمل کرکے انسان ہر حال میں ذکر کی دوامی صفت میں ہوتا ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس سے نکل پڑے تو حق جل مجدہ کی جانب متوجہ ہوکر عرض کیا: رب العالمین! ہماری رہنمائی فرما۔ حکم ہوا کہ: میرے برابر کسی کو مت کرنا، اس

لیے کہ میں اس شخص پر نہ رحم کھاتا ہوں نہ ہی گناہوں سے بچاتا ہوں جو مخلوق کو میرے برابر قدرت والا جانے۔ عرض کیا: اور بھی رہنمائی فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ: اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کر کیونکہ کئی تکالیف کے بعد تو وجود میں آیا۔ عرض کیا: اور بھی یا رب! ارشاد ہوا کہ: باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کر۔ عرض کیا: اور۔ ارشاد ہوا: جو تو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے، اور جو بات تم کو اپنی ذات کے لیے ناپسند ہو وہی دوسروں کے لیے ناپسند کرو، اور جب مَیں تم کو اپنے بندوں کا والی اور ان کے اوپر نگہبان بناؤں تو ان کی ضرورت کو میری مدد اور میری خوشی کا سبب جان کر پورا کر دینا اور یاد رکھنا کہ میں مبصر بھی ہوں، مستمع بھی ہوں اور گواہ بھی اور دوسروں سے بھی شہادت لوں گا۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ آپ کی قوم میرے لیے گھر بنا رہی ہے اور ذبیحہ کی قربانی پیش کر رہی ہے جبکہ میں نہ تو گھروں میں رہتا ہوں، نہ ہی قربانی کا گوشت کھاتا ہوں۔ ہاں! میری رضا کی علامت یہ ہے کہ غنی و مسکین کے درمیان انصاف و برابری ہو، جب مسکین کو تم خوش کرتے ہو تو میں خوش ہو جاتا ہوں اور جب مسکین کو ناراض کرتے ہو تو میں ناراض ہو جاتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! آپ کے سب سے پسندیدہ بندے کون ہیں؟ ارشاد ہوا: جس کو دیکھتے ہی میں یاد آ جاؤں۔ عرض کیا: اور کون لوگ؟ ارشاد ہوا: جو مریض کی عیادت کرتے ہیں، احوال میں دبے ہوئے لوگوں کی دلجوئی کرتے ہیں، مفلس و نادار کا ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں جن کو آپ عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے؟ ارشاد ہوا: یہ وہ گروہ و جماعت کے لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ نیکیوں سے پُر اور قلب گندگیوں سے پاک۔ آپس میں محض میری عظمت و کبریائی کی بناء پر محبت رکھتے ہیں۔ جب آپس میں ملتے ہیں میرا ذکر کرتے ہیں اور جب بھی میرے پاس ان کا ذکر ہوتا ہے تو میرے نام کے ساتھ ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جو وضو میں اسباغ کا اہتمام کرتے ہیں خواہ دل نہ چاہے، وہ جو میرے ذکر کی طرف اس طرح لپکتے ہیں جس طرح گدھ اپنے گھونسلے کی طرف لپکتا ہے اور میری محبت اپنے اوپر اس طرح مسلّط کیے ہوئے ہیں جس طرح ایک بچہ کی محبت لوگوں

کے دل میں پیوست ہے اور جب محارمِ الٰہی کی بے حرمتی ہوتی ہے تو اس طرح غضبناک ہوتے ہیں جس طرح لومڑی بھاگتے وقت۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: میرے جاہ وجلال کی قسم! تم نے جس شخص کو قتل کیا تھا اگر وہ آنکھ کی پلک مارنے کی مقدار بھی اس بات کا اقرار کرتا کہ میں اس کا خالق و رازق ہوں تو تم میرے عذاب میں گرفتار ہو جاتے۔ میں نے تو تم کو معاف اسی لیے کر دیا کہ وہ قبطی میری خالقیت و رزّاقیت کا معترف نہ تھا۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں، تلاشوں؟ ارشاد ہوا: میری عظمت و کبریائی میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس کہ میں روزانہ ایک گز ان سے قریب ہوتا رہتا ہوں۔ اگر ایسے لوگ زمین میں نہ ہوں تو زمین کو دھنسا دوں۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک نور عطاء کیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک روز اُن سے عرض کیا: یہ نور آپ ہم کو ہبہ کر دیجیے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو عطاء کر دیا۔ پھر ہارون نے اپنے دو بیٹوں کو یہ نور منتقل کر دیا۔ بیت المقدس میں ایک پیالہ تھا جس کی انبیاء علیہم السلام اور تمام ملوک و بادشاہ تعظیم کرتے تھے۔ ہارون علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے ایک روز اس میں شراب پی لی تو آسمان سے ایک آگ آئی اور ان دونوں کو خاکستر کر کے چلی گئی۔ یہ ماجرا جب ہارون علیہ السلام نے دیکھا تو حق جل مجدہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر مناجات و دعا، تضرع و استغاثہ میں مشغول ہو گئے۔ اب حق جل مجدہ نے ہارون علیہ السلام پر وحی نازل کی: میرے مطیع و فرمانبردار کے گھر میں جب اس طرح کی معصیت ہوتی ہے تو اس کا انجام میری جانب سے بطور سزا کے اسی طرح ہوتا ہے۔ تو پھر سوچو کہ نافرمانوں کے گھر میں جب معصیت ہوتی ہے تو میں کس طرح باعثِ عبرت عذاب و عقاب دیتا ہوں۔

تورات میں لکھا ہوا تھا: اے آدم کی اولاد! اپنے ہاتھ سے کام کیا کرو۔ میں رزق کا دروازہ کھول دوں گا اور مامورات کی اطاعت و حکم بجا آوری کرو، میں تم کو تمہاری مصلحت و بھلائی کا علم سینہ پر کھول دوں گا۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ بتلایا: اے موسیٰ! تیری قوم مسجدوں کو تو

مزین کر رہی ہے اور دلوں کو برباد اور اپنے جسم کو خنزیر کی طرح موٹا وفربہ کر رہی ہے ذبح کے لیے۔ میں نے ان کے دلوں کو دیکھا ہے اس لیے ان کی دعا قبول نہیں کرتا ہوں نہ ہی ان کا سوال پورا کرتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ کیا۔ ایک شخص کے دل پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے اپنی قمیص چاک کرلی۔ حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس شخص سے کہیں کہ قمیص چاک نہ کرے بلکہ اپنا دل میری ذات کے لیے صاف کرے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ آپ کا سب سے محبوب بندہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو سب سے زیادہ میرا ذکر کرتا ہے۔ عرض کیا: سب سے بڑا غنی کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو میری عطا کردہ نعمتوں سے راضی ہو۔ عرض کیا: سب سے زیادہ حق و انصاف کا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جس طرح دوسروں کے نفوس کے خلاف۔

موسیٰ علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دعاء کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی گریہ وزاری دیکھ کر عرض کیا: الٰہی! اس پر رحم کردیجیے۔ ارشاد ہوا کہ اگر اس کی تمام توانائی و طاقت بھی اس گریہ وزاری میں ختم ہوجائے پھر بھی میں اس کی دعا کو قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ میرے حقوق کی نگہداشت جو اس پر ہے نہ کرے گا۔ (بندہ پر لازم ہے کہ حقوقِ الٰہیہ کی بجاآوری میں کسر نہ رکھے تاکہ رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھل سکے۔)

تورات میں لکھا تھا کہ جس کا پڑوسی گناہ و معاصی میں مبتلا ہو اور وہ اس کو نہ روکے تو گویا وہ خود شریکِ معاصی ہے۔

تورات میں لکھا تھا: اے ابنِ آدم! تو زبان سے میرا ذکر کرتا ہے اور دل سے غافل ہے۔ لوگوں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود دور بھاگ رہا ہے۔ رزق میں دیتا ہوں اور عبادت غیر کی کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصایا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا: گناہ و معاصی کے مرتکب سے بغض و عداوت کے ذریعہ حق جل مجدہ کی محبت دل میں بساؤ۔ حق جل مجدہ کا قرب اہلِ معاصی سے نفرت و غضب سے حاصل کرو۔ حق جل مجدہ کی رضا اہلِ معاصی سے بُعد و ناراضگی میں تلاشو۔

حواریوں نے سوال کیا: پھر ہم کن لوگوں کی مجلس و مصاحبت میں رہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جن کی مجلس تمہارے اعمالِ صالحہ میں زیادتی کا سبب ہو، جن کی رویت سے حق جل مجدہ کی یاد تازہ ہو، جن کا عمل زہدِ دنیا کی راہ پر ڈال دے۔

جب بلا و مصیبت کا سامنا ہو تو جان جاؤ کہ حق جل مجدہ نے تم کو انبیاء و صالحین کی راہ پر لگا دیا ہے اور جب یہ محسوس کرو کہ فراخی و کشادگی کی راہ کھل گئی ہے تو یقین کرلو کہ حق تعالیٰ نے تم کو اپنے نیک بندوں کی راہ سے ہٹا دیا ہے۔

مسیح علیہ السلام نے فرمایا حق جل مجدہ کا ذکر و حمد اور تقدیس و تنزیہہ اور اس کی اطاعت کرو، جب حق تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا تو بس اتنی سی دعا تم کو کافی ہو جائے گی: "**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ اَصْلِحْ لِیْ مَعِیْشَتِیْ وَ عَافِنِیْ مِنَ الْمَکَارِہِ یَا اِلٰھِی**"۔

اے اللہ! میری خطاؤں کو معاف کر دیجیے اور میری معیشت کو سنوار دیجیے اور ناگوار احوال سے عافیت بخشئے۔

کامیاب رہا وہ جس نے زبان کو بدی سے محفوظ رکھا، دل کو غل و غش کے اثر سے وسیع رکھا اور گناہوں پر رویا۔

کامیابی و کامرانی تو مومن کے لیے ہی ہے۔ کیسی کامیابی کہ وہ مَر جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ کامیاب ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی اور اس کے ماموراتی کی اتباع۔

صدقہ کرو داہنے ہاتھ سے تو بائیں ہاتھ پر بھی مخفی رکھو، جب نوافل نماز پڑھو تو گھر کا پردہ لٹکا دو (فرائض میں اعلان مقصود ہے اور نوافل میں اخفاء) بیشک حق جل مجدہ لوگوں کی زبان پر

بندوں کے محاسن کو بیان کرا دیتا ہے جس طرح روزی تقسیم ہوتی ہے۔

حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: مخلص کون ہے؟ جواب ملا: جو محض اللہ کے لیے عمل کرتے ہیں، اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ سوال کیا گیا: اللہ کے لیے نصیحت کرنے والا کون ہے؟ جواب دیا: جو حقوق اللہ کو مقدم رکھتے ہیں حقوق العباد پر۔ اس طرح کہ جب دو امر اُن کے سامنے پیش ہوتا ہے؛ امرِ دنیا اور امرِ آخرت تو امرِ آخرت سے فراغت کے بعد امرِ دنیا کو انجام دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا: میں تم لوگوں کو ایک سچی بات بتاؤں، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ نہ تو دنیا چاہتے ہو نہ آخرت۔ حواریوں نے عرض کیا: روح اللہ! اس کی وضاحت کیجیے کہ دونوں میں سے ہم لوگ ایک کو تو چاہتے ہی ہیں۔ روح اللہ نے جواب دیا: اگر تم لوگ دنیا چاہتے تو رب الدنیا جس کے قبضہ قدرت میں خزانہ کی کنجی ہے، اس کی اطاعت کرتے، وہ تم کو دنیا دیدیتا اور اگر آخرت کے طالب ہوتے تو رب الآخرۃ کی اطاعت کرتے جو آخرت کا مالک ہے لیکن تم لوگ تو نہ دنیا چاہتے ہو نہ ہی آخرت۔

عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو وصیت کی: زیادہ باتیں نہ کیا کرو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل انسان رحمتِ الٰہی سے بعید ہوتا ہے جبکہ اس کو بُعد کا علم بھی نہیں ہو پاتا۔ اور خبردار! لوگوں کے گناہوں کو نہ جھانکا کرو، تلاشا کرو گویا کہ تم ہی اس کے رب ہو۔ ہاں! اپنے گناہوں کو نہ بھولنا۔ تم سب کے سب اللہ کے غلام ہو، دیکھو! لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک گروہ جن پر اللہ نے عافیت فضل کیا ہوا ہے، جو گناہ سے بچتے ہیں۔ دوسرے مبتلاءِ گناہ ہیں۔ لہٰذا جو مبتلاءِ گناہ ہیں ان پر رحم کھاؤ اور عافیت و فضلِ الٰہی پر حق جل مجدہ کا حمد و شکر کرو۔ لوگو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ افضل العبادت سے غافل ہو؟ سوال ہوا: روح اللہ! وہ کیا ہے؟ جواب دیا: حق جل مجدہ کی رضاء کے لیے تواضع و انکساری۔ لوگو! اپنا خزانہ آسمان میں رکھو کہ انسان کا دل خزانہ سے جڑا ہوا رہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نفلی روزہ رکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی ڈاڑھی میں تیل لگالے اور ہونٹوں کو بھی تر کر لے پھر باہر نکلے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ روزہ

نہیں ہے۔فرماتے: لوگو! یہ احسان نہیں ہے کہ جوتمہارے ساتھ بھلائی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس کوتو مکافات کہتے ہیں۔ احسان یہ ہے کہ جوتمہارے ساتھ بدی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات یحییٰ علیہ السلام سے ہوئی تو فرمایا کہ مجھ کو وصیت کر دیجیے۔فرمایا کہ غصہ نہ ہوا کرو۔ جواب دیا کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ دیکھو پھر اس کی کوشش کرو کہ مال تم کو ذلیل و رسوا نہ کرے۔کہا: ہاں! میں اس کی بھرپور کوشش کروں گا۔

اے حواریوں کی جماعت! تم میں سے کوئی اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ سمندر کی موج پر اپنا گھر بنا لے؟ جواب دیا: روح اللہ! اس کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔ پھر فرمایا: خبردار! تو دنیا کو دارالقرارمت بناؤ (یعنی دنیا پر بھروسہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ سمندر کی موج پر گھر بنانا)

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو ایک حق اور سچی پکی بات بتاؤں، جو جنت الفردوس کا وارث بننا چاہتا ہے اس کے لیے بس اتنی بات کافی ہے کہ خشک روٹی کھا کر پانی کے گھونٹ پی لے اور کتوں کے ساتھ کباڑ خانہ میں سو جائے اور یہ بھی بہت ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: جو تم نہیں جانتے تو اس کا جاننا اگر عمل کے لیے نہیں ہے تو پھر کبر و نخوت میں اضافہ ہوگا۔لہٰذا ایسے علم کا نہ جاننا ہی افضل ہے۔

لوگو! گذشتہ کل تمھارے ہاتھ سے نکل گیا، اس سے عبرت پکڑو، اور آج کا دن دعوتِ عمل دے رہا ہے۔ آنے والے کل کا حال تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے لیے بلاؤں کا دن ہوگا یا راحت و عافیت کا۔ اور کام تو تین طرح کے ہیں؛ اگر خیر و بھلائی ظاہر ہو تو اس کو کر گزرو۔ اور اگر اس میں گمراہی و تباہی کا کوئی شائبہ ہو تو بچو، دور رہو۔ اور تم پر کچھ بھی واضح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

جو علم سیکھ کر عمل کرتا ہے اور پھر اس کو لوگوں کو سکھاتا ہے تو ایسے شخص کو آسمان میں فرشتوں کے درمیان 'عظیم' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ایک شخص حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: یا معلّم الخیر! مجھ کو کچھ سکھا دیجیے جو میں نہیں جانتا، مجھ کو نفع ہو جائے گا اور آپ کو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اس

شخص نے سوال کیا: انسان کس طرح حق جل مجدہ کے لیے مخلص ومتقی بن جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا: بہت ہی آسان ہے، دل میں حق جل مجدہ کی محبت رکھو، ہر کام کو اللہ کے لیے خالص کرلو اور حکم کی بجا آوری میں پوری توانائی وقوت کو صَرف کردو۔ اور اپنے ہم جنس اولادِ آدم پر ترحم کرو دل کی گہرائی سے۔ سائل نے پوچھا: یا معلّم الخیر! ہم جنس کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: تمام اولادِ آدم۔ اور جس بات کو اپنے لیے ناگوار جانو وہ دوسروں پر مسلّط نہ کرو، نہ ہی ایسا معاملہ کرو۔ اس وقت تم مخلص متقی اور حقیقی تقویٰ پالوگے۔ حواریوں سے فرمایا: میں سچی بات کہوں، جو آدمی دنیا سے جتنی شدید محبت میں مبتلا ہوگا اس سے کئی گنا زیادہ مصیبت پر جزع وفزع کرنے والا ہوگا۔

حواریوں نے سوال کیا: اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جن کو کل قیامت میں نہ خوف ہوگا نہ ہی غم۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: عام لوگ جب دنیا کے ظاہر زیب وزینت، فریب کن چمک دمک کو لالچ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ لوگ انجام کار تباہی و بربادی کی گہرائی کو دیکھتے ہیں۔ وہ وقتی نفعِ دنیا کو پس پشت ڈالتے ہیں جبکہ لوگ وقتی نفع کو مقصود ومطلوب بناتے ہیں۔

اے دنیا کے غلامو! لوگوں کو جو صدقہ وخیرات کرتے ہو اس کے بجائے ظلم وستم کو چھوڑ دو اور قلب میں رحم وکرم کی صفت پیدا کرو۔

خوش بخت ہے جس کو حق جل مجدہ نے کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ ظالم و جابر نہ ہوا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: میں دنیا کو اوندھے منہ ڈال کر اس کی پشت پر بیٹھ گیا ہوں کہ نہ تو میری کوئی اولاد ہے جو مَرے گی نہ ہی گھر ہے جو خراب ہوگا۔ (پھر خوف و ڈر کس بات کا)۔ حواریوں نے عرض کیا: آپ کے لیے گھر بنادیں؟ ارشاد فرمایا: اگر ممکن ہو تو جہاں سے تیز پانی گذرتا ہے وہاں گھر بنادو۔ جواب دیا گیا: وہاں گھر کیسے بنے گا؟ حواریوں نے عرض کیا: آپ کی شادی نہ کرادیں؟ ارشاد فرمایا: ایسی بیوی ومونس لے کر کیا کروں گا جو مَر کر مزید فراقِ غم میں مبتلا کردے گی۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: گناہ کی اصل حبِ دنیا ہے اور عورت تو شیطان کی رسّی ہے۔ شراب ہر برائی کی چابی۔ حبِ دنیا بُرائی کی اصل ہے اور مال کا ہونا خطرناک مرض ہے۔ حواریوں نے سوال کیا: آخر مرض ہے کیا؟ ارشاد فرمایا: صاحبِ مال فخر وتکبر سے کسی بھی حال

میں نہیں بچ سکتا۔ حواریوں نے عرض کیا: اگر بچ جائے؟ ارشاد فرمایا: مال کو صحیح مصرف میں صَرف کرنے کی تدبیر ہی اس کو ذکرِ الٰہی سے غافل رکھے گی۔ (سچ فرمایا روح اللہؑ نے، اس کا مشاہدہ بھی کیا جارہا ہے، نیک و دیندار مال والوں کے ہاں۔)

عیسٰی ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَکُمْ؟ سچی بات کہوں؟ آسمان کے گوشے خالی ہیں مالداروں سے۔ اور سنو! سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا داخل ہونا آسان ہے مالدار و غنی کے جنت میں داخل ہونے سے۔

حواریوں سے فرمایا: جس طرح ملوک و بادشاہوں نے حکمت و اسرارِ الٰہیہ کو تمہارے لیے چھوڑ دیا تم بھی دنیا اُن کے لیے چھوڑ دو۔ اے حواریو! لؤلؤ و جواہر کو خنزیر کی گردن میں نہ ڈالو کہ وہ اس کا فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔ حکمت و اسرارِ الٰہیہ بھی ان لوگوں کو نہ سکھاؤ جو نادان ہیں۔ اور حکمت و اسرارِ الٰہیہ یعنی معرفتِ الٰہی کے رموز تو لؤلؤ سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ لہٰذا جو معرفت و حکمت کو نہ قبول کرے وہ تو خنزیر سے بھی بدتر ہے۔

حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السلام نے حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے زمین کے نمک! تم نہ بگڑو کہ جب کوئی چیز خراب ہوتی ہے تو اس کو نمک کے ذریعہ درست کیا جاتا ہے اور جب نمک ہی خراب ہو جائے تو پھر دوسروں کو کیا درست کرو گے۔ اور فرمایا: سچی بات تو یہی ہے کہ تم موجِ سمندر پر جس طرح گھر نہیں بنا سکتے اسی طرح دنیا میں قرار نہ پکڑو۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب و اصفیاء بن جاؤ اور اللہ کی مخلوق کے درمیان چمکتے ہوئے منارۂ نور تو جو تم پر ظلم کرے اس کو معافی دیدو اور ان لوگوں کی عیادت کرو جو تمہاری عیادت نہیں کرتے ہوں اور ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو جو تمہارے ساتھ بُرائی کرتے ہوں اور ایسے نادار و مفلس کو قرض دیا کرو جہاں سے واپسی کی اُمید نہ ہو۔

اے حواریو! جو کی روٹی کھایا کرو اور دنیا سے عافیت و سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ۔ (یعنی سیدھا سادہ کھانا کھاؤ، تکلّفات سے بچو گے تو دنیا کے مسائل سے نجات پا جاؤ گے)۔ سچی بات تو یہی ہے کہ دنیاوی عیش و عشرت آخرت کی ذلت و نقمت کا سبب بن جاتی ہے اور دنیاوی سادگی آخرت کی عیش و عشرت میں بدل جاتی ہے اور اللہ کے بندے تو ناز و نعم سے دور ہی رہتے

ہیں۔ دیکھو! سب سے بُرا عمل یہ ہے کہ ایک عالم دین دنیا سے محبت کرے اور فانی کو باقی پر ترجیح دے۔ دیکھو! میں جو تم لوگوں سے حکمت کی بات کرتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگ حکمت جان جاؤ۔ یہ نہیں کہ تم بس میرے کلام سے حیرت زدہ ہو جاؤ اور تعجب میں پڑ جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا: یا اللہ! میرے ارادہ و مشیت سے کچھ نہیں ہوتا۔ تیرے ہی ارادہ و مشیت سے سب کچھ وجود میں آتا ہے۔

حواریوں نے عرض کیا: یا مسیح اللہ! اللہ پاک کے گھر کو دیکھئے کیا خوبصورت تعمیر کی گئی ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا: اللہ قبول فرمائے۔ اللہ قبول فرمائے۔ بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَکُمْ؟ حق جل مجدہ اس مسجد کے ایک ایک پتھر کو قائم رکھے گا جب تک لوگ معاصی و گناہ کا ارتکاب نہ کریں گے اور جب لوگ گناہ و معاصی میں مبتلاء ہو جائیں گے تو گناہ و معاصی ہی اس کی بربادی کا سبب بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی یا پتھروں کی قدر نہیں کرتا۔ حق جل مجدہ کے یہاں محبوب چیز تو صالح قلوب ہیں جن کی بناء پر زمین پر طمانیت و سکینت نازل ہوتا ہے۔ اور زمین پر عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب قلوب برباد و خراب ہو جاتے ہیں۔

لوگو! شیطان دنیا کے ساتھ ہے اور اس کا مکر و فریب مال کے ذریعہ جس کو خواہشات کے ساتھ مزین کرتا ہے اور تکمیل شہوتوں کے ذریعہ۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: اے حواریوں کی جماعت! دنیا طلب کر کے اپنی ہلاکت و بربادی نہ مانگو کہ طلبِ دنیا میں تمہاری ہی بربادی و خرابی ہے بلکہ حق تعالیٰ سے قرب و ترکِ دنیا کی نعمت مانگو، دیکھو تم ننگے آئے تھے اور ننگے ہی جاؤ گے (یعنی مادرِ شکم سے ننگے آئے تھے اور قبر میں بھی اسی طرح داخل ہو گے) کل کا رزق طلب نہ کرو۔ جس طرح آج حق جل مجدہ نے تم کو رزق دیا کل بھی دے گا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! تم دنیا کے لیے محنت کرتے ہو جبکہ بغیر جد و جہد کے حق تعالیٰ نے تم کو رزق دینا لکھا ہے اور آخرت کے لیے کوئی محنت نہیں کرتے ہو جبکہ حق تعالیٰ نے آخرت کا مدار عمل پر رکھا ہے۔ علماءِ سوء اپنے فیصلے کا تم سے اجر وصول کرتے ہیں اور عمل صالح کو ضائع کرتے ہیں۔ عنقریب وہ دنیاوی زندگی سے قبر کی تنگ و تاریک کوٹھری میں منتقل کر دیے

جائیں گے۔

حق جل مجدہ نے تم کو گناہ و معاصی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح صوم و صلاۃ کے پابند رہنے کا۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیدی اور وہ سب سے زیادہ دنیا کا راغب و چاہنے والا ہے۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے کہ آخرت کی طرف رواں دواں ہے اور قلب اس کا دنیا کی طرف مائل ہے جو نقصان دہ اور مضر ہے، اس کو زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے مقابلہ میں جو نفع بخش ہے۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو موجودہ رزقِ میسر پر نالاں ہے اور اپنی رہائش کو حقیر و کمتر جانتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم اور اس کی قدرت سے ہی اس کو ملا ہے۔ (یہ تقسیم منجانب اللہ ہے)۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو حق جل مجدہ کو مصائب میں متّہم کرے (یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ سوءِ ظن رکھے)۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو بس لوگوں کے درمیان گفتگو میں برتری کا طلبگار ہو اور عمل اس کا مقصد ہی نہ ہو۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی وصایا

حضرت یحییٰ نے بیت المقدس میں بنی اسرائیل کو جمع کرایا۔ یہاں تک کہ مسجد لوگوں سے بھر گئی تو اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے مجھ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا اور تم کو سکھلانے کا حکم دیا ہے؛ وہ یہ کہ حق جل مجدہ کے ساتھ شرک نہ کروں اور عبادت خالص اللہ کی ہی کروں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھو کہ ایک شخص نے اپنے خالص سونے چاندی سے غلام خریدا اور وہ غلام اپنے آقا کی نافرمانی کرے اور جو کچھ کام یا مزدوری کرے وہ سب کا سب دوسرے کو دیدے۔ کیا اس کا آقا اس بات سے خوش ہوگا کہ غلام اپنی محنت و مزدوری دوسرے کے سپرد کردے (پھر حق جل مجدہ اپنے بندے سے کیونکر خوش ہوگا کہ معبودِ حقیقی، مسجودِ حقیقی کے دَر کو چھوڑ کر اس کا بندہ غیروں کے آستانے کی خاک چھانے) دیکھو حق جل مجدہ نے ہی تم کو پیدا کیا۔ روزی بہم پہنچایا۔ تو عبادت بھی ذات حق کی کرو اور اس کے ساتھ کوئی شرک نہ کرو۔

حق جل مجدہ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے۔ یاد رکھو جب تم حالتِ نماز میں ہوتے ہو تو حق تعالیٰ جل مجدہ اپنا رُخِ حق نمازی کی طرف کر لیتے ہیں جب تک تم اپنا رُخ نہ پھیر لو، لہٰذا نماز

میں اِدھر اُدھر التفات نہ کیا کرو۔

حق جل مجدہ نے تم کو روزے کا حکم دیا ہے۔ روزہ کی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص کے پاس مشک کی تھیلی ہو، پوری جماعت کے درمیان تو سبھی لوگ اس کی خوشبو سے محظوظ ہوں گے (روزہ سے پورے اعضاءِ جسم کو ملکوتی انوار وملکوتی صفات ملتے ہیں۔ روح کو تقویت، نفس کی تہذیب اور سرکشی کا خاتمہ ہوتا ہے) اور روزہ دار کے منہ کی بو حق جل مجدہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بدرجہا بہتر ہے۔

اور حق تعالیٰ نے تم لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا ہے۔ جانتے ہو صدقہ کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص کو کسی نے قید کرلیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھ و پیر کھینچ کر گردن سے باندھ دیا ہو تا کہ اس کو قتل کردے۔ اور ایسے وقت میں اس سے کہے کہ تیرے پاس کچھ ہے جو تو جان کی خلاصی کے لیے بطور فدیہ کے دیدے۔ تو وہ کوشش کرے گا کہ جو کچھ بھی میسر قلیل و کثیر ہوگا سب کچھ پیش کردے گا تا کہ جان بخشی حاصل کرلے۔ (صدقہ و خیرات حضورِ حق میں غضب رحمٰن سے نجات کا سبب بن جاتا ہے اور اس دنیا میں بھی کیدِ شیطان سے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔)

حق جل مجدہ تم کو ذکر کثیر کا حکم دیتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھو کہ ایک شخص اپنے دشمن کو تیزی و چابکدستی سے تلاش کررہا ہو اور نشان قدم سے صحیح سمت و رخ پر ہو جس کے خطاء کا امکان بھی نہ ہو، اتنے میں وہ شخص ایک محفوظ و مضبوط قلعہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلے اور زبردست حاکم کی پناہ میں آجائے۔

بعینہٖ اسی طرح انسان ذکر کثیر کی مداومت سے بارگاہ ذوالجلال کی امان و پناہ میں آجاتا ہے۔ ذاکر ہمہ وقت حق جل مجدہ کی نگاہِ حق میں شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام کی وصایا

جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو قیامِ لیل ...... تہجد کی نماز کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ میری اُمت کے بہترین لوگ رات میں بہت کم سوئیں گے۔

(کنز العمال، ج:۳، ص:۳۰۴)

جبرئیل علیہ السلام مجھ کو مسلسل پڑوسی کے حقوق کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہونے لگا کہ اب پڑوسیوں کو میراث میں شریک کر دیا جائے گا۔ اور غلاموں کے حقوق کی بھی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ گمان ہونے لگا کہ مدتِ غلامی مقرر کر دی جائے یا عمر کا ایک حصہ جس کے بعد غلاموں کو از خود آزادی مل جائے۔ (کنز العمال، ج:۳، ص:۳۷۹)

مجھ کو مسلسل جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی وصیت کرتے رہے؛ مشرق سے دس گھر، مغرب سے دس گھر، شمال سے دس گھر، جنوب سے دس گھر پڑوسی میں جن کے حقوق کی نگہداشت رکھنی چاہیے۔ (کنز علی المسند، ج:۳، ص:۳۸۱)

جب کبھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے مسواک کرنے کی وصیت کی یہاں تک کہ مجھ کو ڈر ہو گیا کہ مجھ پر اور میری اُمت پر کہیں فرض نہ کر دیا جائے اور اگر مجھ کو اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ میری اُمت پر دشوار ہو گا تو میں اُمت پر مسواک کو فرض کر دیتا اور میں اس قدر اہتمام سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھ کو خطرہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں میرے مسوڑے متاثر نہ ہو جائیں۔

(کنز علی المسند، ج:۴۔ص:۹)

زریب بن برثملا کی وصیت جو عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتی تھا حضرت عمرؓ کے نام

زریب نامی ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کے عہد و زمانہ کا تھا۔ روح اللہ علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے زندہ تھا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی پھر پہاڑوں میں چھپ گیا۔ تفصیل کنز العمال میں موجود ہے۔ اُس نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں کیا کہا اسی کو نقل کیا گیا ہے۔

(کنز العمال علی المسند۔ج:۴، ص:۲۴۸)

زریب کی وصیت حضرت عمرؓ کو : جب اُمت محمد ﷺ میں یہ خصال آ جائیں تو اُن سے کنارہ ہی رہنا۔ وہ صفات و خصلتیں یہ ہیں: جب مَرد مَرد کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ اپنی جنسی شہوت پوری کرنے لگیں (یعنی مَردوں میں لواطت اور عورتوں میں شہاق کی بیماری آ جائے)۔

اور بڑا چھوٹے پر رحم نہ کرے اور چھوٹے بڑوں کا احترام نہ کریں، اور لوگ معروف و نیکی کو چھوڑ دیں اور لوگوں کو بھلائی و نیکی کا حکم نہ کیا جائے، اور منکرات کو نہ روکا جائے، اور علماء علم دین اس لیے پڑھیں پڑھائیں کہ اس کے ذریعہ درہم و دنانیر حاصل کریں، بارش کا پانی ہلاکت و بربادی کا سبب ہو اور اولاد باعث ذلت و رسوائی ہو، اور فلک بوس لمبی لمبی عمارتیں کھڑی ہونے لگیں۔ اور قرآن مجید کو سونے سے مزین کیا جانے لگے، اور مسجدیں دیدہ زیب منقش بننے لگیں اور رشوت خوری عام ہو جائے، اور خواہشات کی اتباع ہونے لگے، لوگ دین متین کو حقیر دنیا کے عوض بیچ دیں، یعنی وقتی نفع کی خاطر دائمی آخرت کو چھوڑ دیں اور خونریزی کو معمولی چیز تصور کرنے لگیں، حقیقی رشتہ داروں سے بے تعلقی کرنے لگیں، فیصلہ روپیہ پیسہ کے زور پر ہونے لگے، سود کو فخر و مباح جان کر کھانے لگیں، سرمایہ داری و دولت عزتِ نفس کا ذریعہ بن جائے، شریف و عزت دار آدمی کمینہ اور کم تر کے دروازہ پر کھڑا ہو کر سلام کرے، عورتیں سواریاں کرنے لگیں۔ (کنز العمال، ج:۴، ص: ۲۴۸)

زریب کی بیان کردہ علاماتِ قیامت کو پڑھنے کے بعد دین اسلام کی صداقت کا واضح علامتی نشان انسانی قلوب کو محیر العقول یقین فراہم کرتا ہے کہ روح اللہ عیسیٰ بن مریم کے زمانہ کا ایک شخص اُمت اسلام کے خیر کو بھی جانتا تھا اور شر سے بھی اتنا واقف کہ گن گن کر خاص خاص علامتوں کا تذکرہ کر رہا ہے کہ یہ اُمتِ خیر جب صفاتِ خیر سے دور ہو جائے گی تو آسمان کا قطرۂ رحمت بھی باعث زحمت و عذاب اور آنکھ کی ٹھنڈک اولاد بھی باعث ننگ و رسوائی، کمال انسانیت بلندیٔ اخلاق کی جگہ بلندیٔ تعمیر، انوارات قلوب کی جگہ تزئین مصاحف و قرآن، انسانی زندگی میں قدسی و ملکوتی تجلّیات کی جگہ مساجد و محاریب کو مزین منقش کیا جائے گا۔ الغرض! مقاصد سے ہٹ کر زندگیاں خرافات اور اسباب ہلاکت کی طرف رواں دواں ہوگی۔

خالق کائنات کے متعین کردہ مرضیات سے انسان اتنا دور چلا جائے گا کہ ہدیٰ کی جگہ ہَویٰ لے لیں گے اور جن اعمال وافعال پر حق جل مجدہ نے ابدی راحت وطمانیت کی ضمانت دی ہے اس کی جگہ ناعاقبت اندیش وقتی نفع کی خاطر دین کو بیچ کر متاعِ دنیا کو اختیار کر لے گا اور اس قدر بہیمیت پر اُتر جائے گا کہ اپنے ہم جنس کا خون بہانے میں بھی اس کو ترس نہیں آئے گا۔ بلکہ مشہور خونخوار درندے بھی اپنے ہم جنس پر حملہ نہیں کرتے مگر ہائے افسوس کہ آج پوری دنیا میں انسان انسان کا خون بے دردی کے ساتھ بہا کر خوش ہورہا ہے۔ قربان جائیے اسلام کی صداقت وسچائی پر قبل ہی اس کی پیش گوئی کر چکا ہے کہ انسانیت حیوانیت کے معیار سے بھی ساقط ہوجائے گی۔ جو حرف بحرف حقیقت ومشاہدہ کے آئینہ میں ایمان ویقین کی دعوت بھی دے رہی ہے اور مؤمنین کے ایمان واذعان میں اضافہ بھی کر رہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

نصائح لقمان حکیم

اِرشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ﴾ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی۔ یعنی علم و دانائی عطا کی جو کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ لقمان حکیم کی حکمت آمیز اقوال اور نصیحتوں کو یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

لقمان حکیم کے بعض وصایا قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان کا ثبوت تو لقمان سے قطعی اور یقینی ہے اور ان کے علاوہ جو دیگر کلمات حکمت ونصیحت لقمان حکیم سے روایت کیے گئے ہیں اگرچہ ان کا ثبوت قرآن کی طرح تو قطعی نہیں مگر ان میں بعض چیزیں احادیث میں مذکور ہیں اور بعض بزرگوں علماء کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے بعض ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ (سورۂ لقمان، آیت:۱۳) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

﴿یٰــبُنَیَّ اِنَّھَـا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی

السَّمٰوَاتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَأْتِ بِهَا اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾(سورۂ لقمان، آیت:۱۶)

بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ اس کو حاضر کر دے گا۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ أْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً. اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ، اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ﴾ (لقمان: آیت ۱۶-۱۹)

بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اِترا کر مت چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹوں کو ایک مرتبہ وصیت کی: اے بیٹو! موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آ پہنچے اس کے لیے اس سے پہلے پہلے تیاری کر لو کہ وہ دفعتہً آ جائے۔ (موت کی یاد، ص:۱۲)

عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لقمان حکیم یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے اللہ کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(ابن کثیر، ج:۳، ص:۴۴۷)

قاسم بن مخیمرہؒ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ اے بیٹے تقنع سے بچ اس لیے کہ تقنع سے رات میں ٹھوکر کھا کر گر جانے کا ڈر ہے اور دن میں مذمت کا ڈر ہے۔ (تقنع کے معنی سر کے اوپر اس طرح چادر لپیٹنا کہ گھونگھٹ کی طرح ہو جائے۔) (ابن کثیر، ج:۳، ص:۴۴۷)

ثری بن یحییٰ سے روایت ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! علم اور حکمت نے فقراء اور مساکین کو ملوک اور سلاطین کی جگہ پر بٹھلایا۔ (ابن کثیر، ج:۳، ص:۴۴۷)

عون بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب تم کسی مجلس میں جاؤ تو ان پر سلام کا تیر چلا یعنی ان پر سلام کر پھر ایک کونہ میں خاموش بیٹھ جا اور ان کو دیکھتا رہ پس جب وہ بولیں تو اگر ذکر الٰہی کی باتیں شروع کی تو تو بھی اس میں حصہ لے اور اگر اِدھر اُدھر کی باتیں کریں تو وہاں سے اُٹھ کر اور نکل کر کہیں اور چلا جا۔

(ابن کثیر، ج:۳، ص:۴۴۷ و بستان العارفین ص:۲۱۹)

اے بیٹے! اللہ کے تقوے کو اپنی تجارت بنا کہ بغیر سرمایہ کے تجھ کو نفع حاصل ہوگا۔ اے بیٹے! مرغ کو دیکھ کہ صبح کو اُٹھ کر اذان دیتا ہے اور تو بستر پر سویا ہوا ہوتا ہے لہٰذا مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اے بیٹے! توبہ میں تاخیر نہ کر کیونکہ موت اچانک آتی ہے۔ اے بیٹے! تو مردِ جاہل سے دوستی کرنے کی طرف راغب نہ ہو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ تو بھی اس عمل سے راضی ہے۔ اے بیٹے! اللہ سے ڈرتا رہ اور اس کے تقویٰ کو لازم پکڑ مگر اس طرح رہ کہ لوگوں پر تیرا تقویٰ ظاہر نہ ہو اور لوگ یہ سمجھ کر کہ یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس لیے تیرا اکرام کریں حالانکہ اندر سے تیرا دل بدکار ہو۔ اے بیٹے! خاموشی کو لازم پکڑ، خاموشی پر تجھے کبھی ندامت نہ ہوگی کیونکہ اگر تیرا کلام چاندی کا ہے تو تیری خاموشی سونا ہے۔ اے بیٹے! شر سے علیحدہ رہ۔ ایک شر دوسرے شر کا خلیفہ ہے۔ علماء کی مجلس کو لازم پکڑ اور حکماء کا کلام سنا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے مُردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے جیسا کہ مُردہ زمین کو بارش زندہ کرتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے اور بد خلق آدمی کو غم بہت لاحق ہوتا ہے اور بھاری پتھروں کا لانا اپنے جگہوں (پہاڑوں) سے آسان ہے بہ نسبت نادان اور بے عقل کو سمجھانے کے۔ اے بیٹا! جاہل کو ایلچی بنا کر نہ بھیج اور اگر تجھے کوئی دانا میسر نہ آوے تو خود چلا جا۔ اے بیٹے! کسی اور کی باندی سے نکاح نہ کرنا کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ کی غلامی کے غم میں ڈال دے۔

اے بیٹے! لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں حلم والے (بردبار) کی آنکھ ٹھنڈی نہ ہوگی۔

(صاوی، ج:۳، ص:۲۱۱)

اے بیٹے! وہ مجلس اختیار کرنا جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو پس اگر تو عالم ہے تو تجھ کو تیرا علم نفع دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھے علم سکھائے گی اور ان پر جو اللہ کی رحمت آوے گی اس میں سے تو بھی حصہ پاوے گا اور اے بیٹے! اس مجلس میں نہ بیٹھنا جہاں اللہ کا ذکر نہ ہو اس لیے کہ اگر تم عالم ہو تو تم کو تیرا علم فائدہ نہ دے گا اگر تم جاہل ہو تو وہ تمھارے جہل میں زیادتی کریں گے۔ ایک روایت میں ہے وہ تیری سرکشی میں زیادتی کریں گے اور شاید اگر ان پر کوئی غضبِ الٰہی آیا تو تو بھی ان کے ساتھ پس جائے گا۔ (بحوالہ سابق وتنبیہ الغافلین، ص: ۱۵۸)

اے بیٹا! تیرا کھانا نہ کھائے مگر صرف متقی اور پرہیزگار لوگ۔ اے بیٹے! اپنے امور میں اہل سے مشورہ کر۔ اے بیٹے! یہ دنیا ایک گہرا دریا ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہوئے ہیں، پس اگر تو نجات چاہتا ہے تو اللہ کی پرہیزگاری کو اس میں اپنی کشتی بنا اور اس کو ایمان کے سامان سے بھر دے اور اللہ پر توکل اس کا لنگر بنادے تو اُمید ہے کہ تو ڈوب جانے سے بچ جائے گا۔ (بحوالہ سابق وتنبیہ الغافلین ص: ۸۸)

اے بیٹے! میں نے بڑے بڑے پتھر اور لوہے اُٹھائے ہیں مگر بُرے پڑوسی سے کسی کو زیادہ ثقیل نہیں پایا (اور ایک روایت میں ہے کہ مَیں نے قرض سے زیادہ بوجھل نہیں پایا) اور مَیں نے بڑی تلخیاں چکھی مگر فقیری اور محتاجی سے بڑھ کر کوئی تلخی نہیں دیکھی۔ اے بیٹے! جب علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرنے کی بھی پوری کوشش کرو۔ اے بیٹے! جب کسی سے دوستی کرنا چاہو تو پہلے غصہ کے حالات میں اس کا امتحان لو اور دیکھو کہ وہ غصہ کی حالت میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے، اگر انصاف کرتا ہے تو وہ دوستی کا لائق ہے ورنہ اس سے پرہیز کرنا۔ اے بیٹے! اپنی زبان کو ”اللّٰھم اغفر لی“ کا عادی بنا کیونکہ دن رات میں ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں دعا رد نہیں ہوتی۔ اے بیٹے! قرض سے بچنا۔ قرض دن میں ذلت ہے اور رات میں غم وفکر ہے۔ اے بیٹے! اللہ سے اُمید لگائے رکھ مگر ایسی اُمید نہ ہو جو تجھے گناہوں پر جری و دلیر بنادے اور اللہ سے ڈرتا رہ مگر وہ خوف ایسا نہ ہو کہ تجھ کو اللہ کی رحمت سے ناامید بنادے۔ (بحوالہ سابق)

اے بیٹا! پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ کتے کے سامنے ڈال دینا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔
(تفسیر سراج منیر، ج: ۳، ص: ۱۵۰)

اے بیٹے! شدتِ غضب سے پرہیز کرنا۔ شدت غضب دل کو خراب کردیتا ہے۔ اس سے حکیم کے دل کا نور مٹ جاتا ہے۔ اے بیٹے! تو ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو اپنی تعریف کے طلبگار رہتے ہیں۔ اے بیٹے! علماء اور صلحاء کی صحبت کو لازم پکڑ اور دوزانوں ان کے سامنے بیٹھا کر۔ (بحوالہ سابق)

اے بیٹے! جب بھی تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو صدقہ دیا کرو۔

(کیمیائے سعادت، ص: ۹۵)

لقمان حکیم کی انگشتری پر یہ قول کندہ تھا کہ کسی کی ظاہری برائی پر پردہ ڈالنا اس کی ایسی برائی پر ذلیل کرنے سے بدرجہا بہتر ہے جو محض شک وگمان کی پیداوار ہو۔ (کیمیائے سعادت ۲۲۰)

اے بیٹے! دنیا کو آخرت کے عوض فروخت کر ڈال کہ اس سے دونوں جگہ فائدہ میں رہیگا لیکن آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس طرح تو دونوں طرف سے گھاٹے میں رہے گا۔ (کیمیائے سعادت۔ ص: ۳۱۹)

لقمان حکیم نے فرمایا کہ مال صحبت سے بہتر نہیں اور طیبِ نفس سے اچھی کوئی نعمت نہیں۔ (خازن، ج: ۵، ص: ۱۸۰)

لقمان حکیم سے کہا گیا کہ کونسا شخص بدترین ہے؟ فرمایا وہ شخص جو یہ پرواہ نہ کرے کہ لوگ اسے بدی پر دیکھے۔ (بحوالہ سابق)

لقمان حکیم سے کہا گیا کہ آپ نے اتنا بڑا مرتبہ کیونکر حاصل کیا؟ فرمایا ہمیشہ سچ کہنے، امانت ادا کرنے اور فضولیات چھوڑنے پر۔ (دبستان العارفین ص: ۲۳۔ تنبیہ الغافلین: ۷۷)

لقمان حکیم نے فرمایا خاموشی حکمت ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص: ۸۷)

بیان کیا گیا ہے کہ لقمان حکیم ایک حبشی غلام تھا، پس اول چیز جس سے اس کی حکمت ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ اس کے مالک نے اس سے کہا کہ اے غلام! میرے لیے یہ بکری ذبح کرو اور مجھے اس کے دو بہترین گوشت کے ٹکڑے لاؤ تو لقمان دل و زبان لے آیا۔ پھر مالک نے اس سے کہا کہ یہ بکری میرے لیے ذبح کردو اور اس کے دو خبیث (بدترین) گوشت کے ٹکڑے لے آؤ، پس وہ دل و زبان کو لے آیا تو مالک نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ بدن

میں ان دونوں سے بہترین اعضاء نہیں جبکہ یہ دونوں اچھے ہوں اور نہ ان سے خبیث ہیں جبکہ یہ دونوں خبیث ہوں۔ (خازن، ج:۵،ص:۱۸۰۔تنبیہ الغافلین ،ص:۷۹)

لقمان حکیم نے فرمایا جو بُرے دوست کے ساتھ دوستی کرے گا تو محفوظ و سالم نہیں رہے گا اور جو کوئی بُری جگہ پر داخل ہوگا تو متّہم ہوگا، جو اپنے زبان کا مالک نہ ہو تو نادم ہوگا۔

(تنبیہ الغافلین ،ص:۹۶)

اے بیٹے! اتنا کڑوا نہ ہونا کہ تھوکا جاوے اور نہ اتنا میٹھا ہونا کہ نگلا جاوے۔ (بحوالہ سابق)

اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے لقمام حکیم نے یہ کام بتائے ہیں؛ اپنی نگاہ کو پست رکھنا، زبان بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، بات میں سچائی پر قائم رہنا، عہد پورا کرنا، مہمان کی عزت کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا، فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔

(معارف القرآن، ج:۷،ص:۳۵)

اے بیٹے! زبان و دل سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں جب درست ہوں اور اس سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں جب بگڑ جائیں۔

اے بیٹے! ہمیشہ اچھی باتیں کرو اور چہرہ کو خوش وخرم رکھو تو ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جائے گا جو کچھ دیا کرتے ہیں۔ اور خوش خلقی ،نرم خوئی حکمت کی اصل ہے۔

اے بیٹے! باپ کا بیٹے کو تنبیہ کے طور پر مارنا ایسا ہے جیسے آسمان سے زمین پر بارش کا ہونا۔

بیٹا! خیانت نہ کرنا کہ خائن کی خیانت ہی اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

بیٹا! جب تک سائل اپنی بات پوری نہ کرلے چپ چاپ سنتے رہنا پھر اس کا شفقت و رحمت سے جواب دینا، اور یتیم کے ساتھ مہربان باپ کا معاملہ کرنا۔ مظلوم کی مدد کرنا ؛ ان صفات سے تو اللہ کا زمین پر خلیفہ بن جائے گا۔

بیٹا! جس کا نفس خود اپنی ذات کے لیے واعظ و ناصح بن گیا اس کی منجانب اللہ حفاظت ہوا کرتی ہے اور جو خود اپنی ذات کے ساتھ لوگوں کے مقابلے اور معاملہ میں انصاف پسندی سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔

اور حق جل مجدہ کی اطاعت و عبادت میں ذلیل و رسوا ہونا اس عزت وشرافت سے لاکھ

درجہ بہتر ہے جو معصیت سے حاصل کی جائے۔

بیٹا! سب سے بڑا عالم وہ ہے جس سے لوگوں کے علم میں اضافہ ہو یا لوگوں کو نفع ہو۔ اور سب سے بڑا غنی و مالدار وہ ہے جو حق جل مجدہ کی عطا پر راضی ہو اور سب سے بڑا بھلائی والا وہ مؤمن ہے جو غنی بھی ہو، قوم نے عرض کیا مال سے غنی ہو؟ فرمایا نہیں! بلکہ علم کا غنی ہو کہ اگر لوگ علم کے محتاج ہوئے تو یہ ان کو باخبر کر سکے اور اگر قوم کو حاجت نہ ہو تو یہ اُن سے بے نیاز زندگی بسر کر سکے۔ (زہد)

کوئی چیز تیرے نزدیک حصولِ نعمتِ آخرت سے زیادہ محبوب تر نہ ہو۔ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزقِ مقدر پر قناعت کر اور دوسروں کی روزی پر آنکھ مت ڈال تاکہ رنجِ نفس سے سلامت رہے۔ کھانے سے بھوکا اور حکمت سے سیر رہ۔ اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتلائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور مت ہو جا کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن سکتی۔ کمینوں کے مقابلے میں خاموشی سے مدد و معاونت طلب کر۔ بری اور شریر عورتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہ اور نیک عورتوں سے بھی پرہیز رکھ کہ ان کی طرف میلان کا نتیجہ شر ہی شر ہے۔ خاموشی کو اپنا شعار بنا تاکہ شرِ زباں سے محفوظ رہے۔ بدگمانی کو اپنے اوپر غالب مت کر کہ تجھ کو دنیا میں کوئی دوست ہمدرد نہ مل سکے گا۔ بزرگوں کو لازم ہے کہ بے خردوں کو خردمندوں اور جاہلوں کو عالموں پر فضیلت میں ترجیح نہ دیں اور ہر شخص کو اس کے ہنر و جوہر کے مطابق جگہ دینی چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ان کی بے خردی و عدم امتیازی پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی سر کے کپڑوں کو پاؤں پر باندھ لے اور پاؤں کی پوشش کو سر پر رکھ لے۔ کسی ذکر میں بجز ذکرِ الٰہی اور کسی خاموشی میں بجز فکرِ روزِ جزاء کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔ آسائشِ خلق میں کوشش کر اور خلق سے مت ڈر اور اپنی جان کو مصیبت و مشقت کا عادی بنا۔ مصائبِ دنیا کو سہل خیال کر اور موت کو ہر وقت پیشِ نظر رکھ۔ نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر شکم کی حفاظت کر۔ نیکی کر اور مخلوق کو طریقۂ نیکی سکھلا اور بدی سے دور رہ اور خلق کو بھی بدی سے دور رکھنے کی کوشش کر۔

کثیر الفہم اور کم سخن بنا رہ اور حالتِ خاموشی میں بے فکر مت رہ۔ جس طرح آگ کا

ایک ذرّہ عالم کو تباہ کر دیتا ہے، اسی طرح ایک بدکلمہ انسان کی حالت کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ رشتۂ دوستی قائم کرنا چاہے بایں خیال کہ وہ وقتِ مصیبت تیرے کام آئے تو پہلے اس کو غصّے میں لاکر آزما۔ اگر بحالتِ غضب اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو وگرنہ پُر حذر رہ۔ مردِ کامل تو وہی ہے جو دشمن کو دوست بنا سکے لیکن اگر بوجوہ خاص یہ تیری دسترس سے باہر ہو تو بحالت مخاصمت فرطِ غضب سے حذر کر کہ تیرا غضب تیرے لیے دشمن سے زیادہ دشمن ہے۔

اللہ کے نزدیک عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں اور عقل کامل اس وقت ہوتی ہے جب اس میں دس فضیلتیں ہوں: (۱) آدمی اس سے بے خوف ہوں۔ (۲) اس سے ہدایت حاصل کریں۔ (۳) جس حالت میں رہے راضی و شاکر ہو۔ (۴) اپنی حاجت سے زائد راہِ حق میں صرف کرے۔ (۵) فروتنی و عجز کو دوست رکھے۔ (۶) دنیا کی خواری کو عزّت سے بہتر خیال کرے۔ (۷) اگر کوئی بات دریافت کی جائے تو رنجیدہ نہ ہو اور بتلانے میں دریغ نہ کرے۔ (۸) حاجت مند بشرطِ موجودگی اس کے دروازے سے محروم نہ جائے۔ (۹) اگر اس کے ساتھ تھوڑی نیکی کی جائے تو زیادہ جانے اور اپنی نیکی کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ (۱۰) سب کو اپنے سے بہتر جانے۔

جس طرح دشمن احسان کے ساتھ دوست ہو جاتے ہیں اسی طرح سے دوست جور و جفا سے دشمن بن جاتے ہیں۔ دوستِ صادق جانِ دوم ہے اور چشم سوم۔ وہ بات جو دشمن سے پوشیدہ رکھے، دوست سے بھی پنہاں رکھ۔ ممکن ہے کہ یہ بھی کسی روز دشمن بن جائے۔ صحتِ جسمانی سے بہتر کوئی تونگری اور استغنا سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔ جس مجلس میں ذکرِ الٰہی سنے بیٹھ جا، شاید کہ اس رحمت میں تجھ کو بھی کچھ حصہ مل جائے اور جس مجلس میں کہ غفلت دیکھے اس سے دور بھاگ۔ ایسا نہ ہو کہ تو بھی گرفتارِ عقوبت ہو جائے۔ جو کام کہ برائے اللہ کیا جائے اس میں بندوں کا خوف نہ کر۔ اگر کوئی کام کسی کے سپرد کرے تو دانا کے سپرد کر۔ اگر دانا میسر نہ ہو تو خود کر ورنہ ترک کر۔ جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے دور رہ۔ تاکہ تیرا دل سلامت اور نفس پاکیزہ رہے اور تن راحت پائے۔ جس نعمت میں کفران ہے اس کو بقا نہیں ہے اور جس نعمت میں شکر ہے اس کو زوال و فنا نہیں ہے۔ عقلمند کیلئے وہ وقت سخت مشکل ہے جب کسی بات کا اظہار و اخفا دونوں میں خرابی پیدا ہونے کا خوف ہو۔ عقل ادب کے ساتھ ایسی ہے جیسا کہ درخت ثمر دار۔ اور عقل

بغیر ادب کے ایسی ہے جیسا کہ درختِ بے بَر۔ جاہلوں کی صحبت سے پرہیز رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اپنے جیسا بنالیں۔ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا جب تک اس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔ (یعنی اپنے ہم جنس ہی سے نقصان پہنچتا ہے۔)

صحبتِ علماء کو غنیمت شمار کر کیونکہ علم دل کو اسی طرح سے زندہ کرتا ہے جیسے کہ بارش خشک زمین کو۔ دوستی حق کو سرمایۂ نجات خیال کر کہ بغیر سرمایہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اصلاحِ نفس کی فکر میں مشغول رہ تاکہ بجائے صفاتِ بد کے صفاتِ نیک پیدا ہوسکیں کسب نہ کرنا محتاجی لاتا ہے اور محتاجی دین کو تنگ، عقل کو ضعیف اور مروّت کو زائل کرتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی طالب علم کو نصیحت اور وصیت بنام موسیٰ علیہ السلام

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: اے رب! وہ تمام واقعات و حقائق کو دِکھلا دے جو کشتی میں تو نے مشاہدہ کرایا تھا، تو حق جل مجدہ نے وحی نازل کی: اے موسیٰ تو ابھی ابھی مشاہدہ کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت خضر تشریف لائے۔ خضر نوجوان ہیں، ان کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہے۔ صاف و شفاف لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔

خضر نے کہا السلام علیک و رحمۃ اللہ، اے موسیٰ بن عمران! حق جل مجدہ نے تم کو السلام و رحمۃ اللہ کہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا: هُوَ السَّلَامُ وَ مِنْهُ السَّلَامُ وَ اِلَيْهِ السَّلَامُ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وہ سلام ہے یعنی سلامتی عطا کرتا ہے اور اسی کی جانب سے سلامتی نازل ہوتی ہے اور ہر سلامتی اسی کی طرف لوٹتی ہے اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔ ان کی نعمتوں کو میں شمار نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی طاقت و صلاحیت مجھ میں ہے۔ ہاں اسی کی نعمت توفیق شکر سے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا مجھ کو کچھ وصیت کردو جس کے ذریعے حضورِ حق میں مجھ کو نفع ہوجائے۔

خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو وصیت کی: اے طالب علم! بیان کرنے والا بات

کرنے والا نصیحت کرنے والا وعظ کہنے والا سننے والے کے مقابلے میں نہیں اُکتاتا۔تنگ دل نہیں ہوتا، دل اُچاٹ نہیں ہوتا، نہیں تھکتا لہٰذا جب اپنے ہم نشینوں سے باتیں کرو تو اس کا خیال رکھو کہ وہ تم سے اُکتا نہ جائیں۔تنگ نہ ہو جائیں تھک نہ جائیں اُچاٹ نہ ہو جائیں۔

اور اے موسیٰ! دکھو تمھارا دل ایک برتن ہے، ایک ظرف ہے، ایک پیمانہ ہے۔ہوشمندی ونگرانی رکھنا اور دیکھنا کہ تمھارا دل کن چیزوں سے پُر ہوتا ہے۔

(دیکھو دل ایک خالی برتن ہے اس کو یادِ حق کے سوا کسی اور چیز سے نہ بھرنا)

اے موسیٰ دنیا سے دور رہنا اور ہمیشہ دنیا کو پیچھے رکھنا بلکہ دنیا کو دور پیچھے پھینک دینا، اس لیے کہ دنیا نہ تو تیرا گھر ہے نہ ہی دنیا میں محل قرار ہے (یعنی نہ تو دنیا کے لیے پیدا کیا گیا نہ ہی دنیا تیرے لیے بنائی گئی ہے)، دنیا تو محض اللہ والوں کی گزرگاہ ہے بقدر ضرورت اور بقدر کفاف۔ہاں خوب آخرت کا توشہ جمع کرلو کہ عباد الرحمٰن دنیا سے ہی زادِ معاد اکٹھا کر لیتے ہیں۔

اے موسیٰ! اپنے آپ کو نامناسب و نامساعد حالت پر جمنے کے لیے ہر مخالف بادِ سموم کا مقابلہ کرنے کے لیے نفس کو تیار رکھو۔حق تعالیٰ کی جانب سے حلم و دانائی، فہم وفراست، شعورِ وجدانی و ایمانی کا القاء ہوگا۔

اے موسیٰ! اپنے قلب کو شعوری بیداری کے ساتھ تقویٰ کی طرف مائل کرنا کہ وہ علم ذوقی جو بلا دلیل محض القاء ربانی سے ہوتا ہے تجھے حاصل ہو، علم ربانی کی زمین شعوری تقویٰ ہے (شعور کی تین قسمیں ہیں رجحان، وجدان، ادراک) اور خوشی و مسرت کے ساتھ مصائب و آلام پر صبر کرنا اس سے تمام گناہ سے خلاصی ونجات حاصل ہوگی۔

اے موسیٰ! اپنے آپ کو حصولِ علم کے لیے فارغ کرلو اگر علمِ الٰہی چاہتے ہو۔اس لیے کہ علم اسی کو حاصل ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو حصولِ علم کے لیے مٹا دیا ہو۔خبردار! باتیں زیادہ نہ کیا کرو کہ دوسرے تم کو بے وقوف بنا دیں یا بے وقوف سمجھیں۔اور تو دھوکہ کھا جا۔اس لیے کہ زیادہ باتیں کرنا علماء کی شان کے مناسب نہیں بلکہ علماء کے وقار کو مجروح کر دیتا ہے اور بے وقوف وکم عقل کے برابر لا کھڑا کر دیتا ہے۔ہاں تم ضروری اور واضح کلام کرو اور یہ حق جل مجدہ کی توفیق وفضل سے ممکن ہے اور یہی سیدھا سادہ طریقہ و اسلوب ہے جس کو خطاب و کلام

میں اختیار کرنا چاہیے۔ اور خبردار! جاہلوں سے ہمیشہ اعراض کرنا اور ان کے باطل ولغو اور بیہودہ حرکتوں سے بھی۔ اور بے وقوف وکمینہ لوگوں کے مقابلہ میں ہمیشہ حلم و بردباری کو شعار بنانا کہ یہ دانا و بینا حکماء کا وطیرہ کردار رہا ہے اور علماءِ حق اور عرفاء ربانی کے زینت کا تخت و تاج۔

ہاں! اگر کوئی احمق و جاہل تجھے شب وستم کرے، گالیاں دے، بیہودہ قسم کی بات کہے تو تو اس کا جواب حلم و دانائی کے ساتھ سکوت و خاموشی سے دے دینا (تیری یہ خاموشی بزدلی نہیں ہوگی، جہالت نہیں ہوگی بلکہ اعلیٰ ترین عقل و دانائی ہوگی۔ حق آگاہ لوگوں کا شعار نادانوں کو جواب نہ دینا ہے۔ جواب نہ دینا سب سے بڑا جواب ہے۔ جاہلوں و احمقوں کا مقابلہ سکوت کے ذریعہ دور اندیشی سے کام لینا ہے۔ مزاج کی پختگی، محتاط روش و معاملہ پر استقامت کی راہ ہے جس کے ذریعہ علماء حق آگاہ قرب و رضا کی منزلیں طے کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کا جہل وحماقت تجھ کو نقصان نہیں دے سکتا اور جاہل و احمق کا شب وستم مزید وبالِ جہالت کا سبب بنے گا۔ یہ عظیم نصیب بلند رتبہ لوگوں کو میسر آتا ہے۔)

اے ابن عمران! یہ بات بھی خوب ذہن نشین کرلو کہ تم کو جو کچھ بھی علم الٰہی و ربانی عطا ہو رہا ہے وہ خزانۂ علم کا ایک قطرہ بھی نہیں اس لیے کہ بے سوچے سمجھے آگے بڑھنا، اور بے راہ روی اختیار کرنا، بے جا باتوں میں اپنے کو اُلجھانا اپنے آپ کو خطرہ کے منہ میں انجام سے غافل ہوکر ڈالنا ہے اور مصیبت وتکلیف کو بے تکلف دعوت دینا ہے۔

اے ابن عمران! ایسے دروازہ کو نہ کھولنا جس کو بند کرنا تم نہ جانتے ہو اور نہ ہی ایسے دروازہ کو بند کرنا جس کو تم کھولنا نہ جانتے ہو (یعنی زبان سے ایسی بات نہ نکالنا جس سے فتنہ کا وجود ہو اور تم پھر اس فتنے کو دبانے کی، دفع کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہو، اسی طرح جو چیز ہوتی آرہی ہے اس کو روک ٹوک کے ذریعہ فتنہ نہ کرنا جب تک کہ دلیل شرعی کے ذریعہ اس کا حل تم نہ تلاش لو۔ واللہ اعلم)

اے موسیٰ بن عمران! جو شخص دنیا میں اپنی شہوت رانی سے باز نہیں آتا اور اپنی بے جا خواہش اور حرص کو ختم نہیں کرتا اور اس کی طبیعت دنیا سے متنفر نہیں ہوتی نہ ہی اس کو طلب دنیا سے سیرابی ہوتی ہے تو پھر یہ شخص عابد کیسے بن سکتا ہے۔ اور جو شخص اپنے حال کو نہیں دیکھتا اور مقدرات

ومکتوباتِ الٰہی کی بنیاد پر حق جل مجدہ سے گلے وشکوے کرتا ہے وہ زاہد کیسے ہوسکتا ہے۔

کیا جس شخص پر خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ ہوگیا وہ اپنی شہوت رانی سے باز آجاتا ہے۔ اس کو حصولِ علم سے نفع ہورہا ہے جس نے عملی جہل کی دبیز چادر اوڑھ لی ہو۔ اس لیے کہ اس کا سفر رواں دواں ہے آخرت کی طرف اور یہ بدنصیب متوجہ ہے دنیا کی طرف (جارہا ہے حق جل مجدہ کے پاس اور لالچ بھری نگاہ سے دیکھ رہا ہے ملعون دنیا کو۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔)

اے موسیٰ بن عمران! جو بھی علم حاصل کرو عمل کی نیت سے ہو نہ کہ لوگوں سے بحث و مباحثہ اور اپنی فوقیت وتعلّی کے لیے۔ پھر اس علم کا وبال تو تم پر ہوگا اور دوسرے لوگوں کو اس علم سے نورِ بصیرت حاصل ہوگی۔

اے ابن عمران! زہد وتقویٰ کا لباس اختیار کر اور علم و ذکر تیرا کلام ہو۔ حسنات کی کثرت سیئات کو مٹا دیتی ہے۔ اور قلب کو خوف وخشیت ربانی سے لبریز رکھ۔ دیکھ! قلب ہمیشہ خوفِ الٰہی سے کانپ رہا ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔

ہاں! ہمیشہ نیکی کے کاموں میں اپنے کو مشغول رکھ ورنہ پھر بدی و برائی میں مشغول ہونا پڑے گا (یعنی ہمہ وقت نیکی وحسنات میں اپنے کو مشغول رکھ ورنہ وقت تم کو بدی و برائی میں مشغول کرلے گا) وقت بہت ہی عظیم سرمایۂ حیات ہے۔ موت سے پہلے جو بھی لمحات مل رہے ہیں حق تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس کو غنیمت جان کر رضا حق کے حصول کے لیے وقت کو معروف و نیکی سے وصول کرلینا عقلمندی و دانائی ہے۔ وَ الْعَصْرِ! قسم ہے زمانہ کی جس میں نیکی کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے اور وقت کو ضائع کرکے نقصان کرنا لازم آتا ہے۔ خیر و بھلائی کرکے وقت قیمتی ہوجاتا ہے، محض وقت گزارنا جس کو آج کل ٹائم پاس کرنا کہتے ہیں سخت نقصان و خسارہ ہے۔)

بس میں نے ضروری نصیحت تم کو کردی۔ اگر تو ان کو یاد رکھ سکتا ہے تو یاد رکھ۔ پھر خضر علیہ السلام واپس چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حزین وغمگین کھڑے روتے رہے۔

(حق جل مجدہ کی باتیں، ص:۷۷-۳)

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا کہ میرے مال میں نظر کرنا کہ جب سے میں امارت میں داخل ہوا ہوں، کیا بڑھ گیا ہے؟ اس کو میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دینا، کیونکہ میں نے اُس مال کو اپنی مشقت سے حلال و درست بنایا تھا۔ وفات کے بعد جب مال کا جائزہ لیا گیا تو ایک حبشی غلام جو ان کے بچوں کو کھلاتا تھا اور پانی کھینچنے والا ایک اونٹ تھا۔ دونوں کو خلیفۂ ثانی عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔ خلیفہ ثانی رونے لگے اور فرمایا کہ ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، وہ اپنے بعد والے کو سخت مشقت میں ڈال گئے۔

ایک روایت میں امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے یوں ہے کہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے ایک اونٹنی اور صیقل (قلعی) کرنے والے غلام کے سوا جو مسلمانوں کی تلوار پر صیقل کیا کرتا تھا، کچھ نہیں جانتا۔ جب میں وفات پا جاؤں تو اسے عمر رضی اللہ عنہ کو دیدینا۔

محمد سے روایت ہے کہ وفات کے وقت فرمایا کہ فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض جو چھ ہزار درہم ہے، ادا کر دینا اور جو بچے اس کو عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوادینا۔ (حالانکہ یہ چھ ہزار درہم آپ پر قرض نہ تھا بلکہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر بیت المال سے روزانہ کے صرفہ کے لیے لے لیا کرتے تھے۔ جو مجموعی طور پر چھ ہزار کی مقدار کو پہنچ گیا تھا پورے زمانۂ خلافت میں) جب حضرت عمرؓ کو یہ مال دیا گیا تو فرمایا کہ ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انھوں نے چاہا کہ اپنے بعد کسی کو گفتگو کا موقع نہ دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اے عائشہ! میرے پاس مال میں سے سوائے اونٹنی اور پیالہ کے کچھ نہیں۔ جب میں مَروں تو اِن دونوں کو عمرؓ کے پاس لے جانا۔ جب دونوں چیزیں

عمرؓ کے پاس پہنچائی گئیں تو فرمایا: ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو کہ اپنے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی سلمانؓ کو وصیت

حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت میں ان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: اے سلمان! عنقریب وہ فتوحات ہوں گی جنھیں میں نہیں جانتا اس میں سے تمہارا حصہ وہ ہوگا جو تم نے اپنے پیٹ میں کھالیا اور اپنی پیٹھ پر پہن لیا۔ خوب سمجھ لو کہ جو شخص پانچوں نمازیں پڑھتا ہے وہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حق جل مجدہ کے ذمہ پر صبح و شام کرتا ہے۔ تم ہرگز کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جو اللہ کے ذمہ والوں میں سے ہو، کیونکہ اللہ تم سے اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اور جس سے حق جل مجدہ اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔

وصیت بسلسلۂ غلہ یا کھجور

امّ المومنین فرماتی ہیں کہ جب والد محترم کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: بیٹی! اپنے بعد خوشحالی اور بے فکری میں اپنے اہل میں تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ نہ تم سے زیادہ کسی کا محتاج و تنگدست ہونا گراں ہے۔ میں نے تم کو العالیہ کی زمین کا بیس وسق غلہ یا غابہ کی بیس وسق کھجوریں ہبہ کی تھیں۔ اگر تم نے ان پر قبضہ کرلیا ہے تو خیر ورنہ میری موت کے بعد وہ وارث کا ہی مشترکہ مال ہے۔ تمہارے دو بھائی اور دو بہن ہیں؛ ایک اسماء اور دوسری بنت خارجہ کے پیٹ میں رہنے والی۔ میرے قلب میں ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ میں ان کے لیے خیر کی وصیت کرتا ہوں (چنانچہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔) اس کو از روئے قرآن اُن سب میں تقسیم کردینا۔ (ابن سعد ج:۳،ص:۳۷)

وصیتِ کفن

انتقال سے کچھ قبل آپؓ نے فرمایا: یہ دو چادریں جو میرے استعمال میں ہیں جب میں

وفات پا جاؤں تو ان کو دھو ڈالنا اور مجھے انہی چادروں میں کفن دینا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابّا جان! حق جل مجدہ نے دیا ہے اور احسان کیا (یعنی نئی چادریں دینے کی ہے) ہم آپ کو نئے کپڑے کا کفن دیں گے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ: نئے کپڑے کا زندہ آدمی بہ نسبت مُردے کے زیادہ مستحق و حاجت مند ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور ستر کو ڈھانکتا ہے۔

(ابن سعد، ج:۳، ص:۴۰)

وصیت بسلسلۂ غسل

ابوبکرؓ نے اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ کو وصیت کی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو تم مجھے غسل دینا اور غسل سے پہلے افطار کر لینا تب غسل دینا کیونکہ تمہارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوگا ورنہ نہلانے میں ضعف محسوس ہوگا۔ اور آپؓ نے افطار کر کے نہلانے کی قسم دیدی تھی۔ نیز اگر تنہا غسل نہ دے سکیں تو عبدالرحمٰن جو آپ کے فرزند ہیں اُن سے مدد لیں۔

(ابن سعد، ج:۳، ص:۴۵)

وصیت کی آخری تحریر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اپنے دنیا کے آخری لمحے میں (اس سے نکلتے وقت) اور آخرت کی ابتدائی ساعت میں اس میں داخل ہوتے وقت اور آخرت وہ جگہ ہے جہاں کافر بھی ایمان لے آتا ہے، منکر بھی یقین کر لیتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے، وصیت کیا۔ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن الخطّابؓ کو خلیفہ بنا دیا لہٰذا ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ، اُس کے دین، اپنے نفس اور تم لوگوں کی خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کی۔ عمرؓ اگر عدل کریں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے۔ اگر وہ عدل کو بدل دیں تو ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کی سزا ملے گی۔ مَیں نے تو خیر خواہی کا ارادہ کیا ہے۔ میں غیب کی بات نہیں جانتا۔ ظلم کرنے والے کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ موت کے وقت زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

﴿رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ﴾

(ماہنامہ الشفا، لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۶ء)

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب علیل ہوئے تو اہلِ مدینہ، اہلِ شام، اہلِ عراق عیادت کے لیے آئے تو آپ نے سب سے پہلی وصیت یہ کی کہ:

میں تمھیں کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تم لوگ جب تک اس کی پیروی کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

میں تمھیں مہاجرین کی قدردانی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ مہاجرین جو ہیں اتنے ہی رہیں گے اور یہ بھی روز بروز اُٹھتے چلے جائیں گے۔ ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور ان کا احترام ملحوظ رہے۔

میں تمھیں انصار کی قدردانی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ اسلام کی وہ گھاٹی ہے جس کی طرف مسلمان اور دارالاسلام نے پناہ لی ہے۔ اُن کی اچھائی کو قبول کیا جائے اور برائی سے درگزر۔

میں تمھیں اعراب کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہاری اہل ہیں۔ تمہارے بھائی اور تمہارے دشمن کے دشمن ہیں۔

میں تمھیں اہلِ ذمہ (غیر مسلم رعایا) کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبی ﷺ کی ذمہ داری میں ہیں اور تمہارے اہل وعیال کا رزق ہیں۔ (ابن سعد، ج:۳،ص:۱۱۹)

وصیت بسلسلۂ ادائیگیٔ قرض

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا یقین ہوگیا کہ یہ زخم حق جل مجدہ کی خلد بریں کا زینۂ اوّل ہے تو اپنے صاحبزادے عبداللہ کو طلب فرمایا اور معلوم کیا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ عرض کیا گیا کہ چھیاسی (۸۶) ہزار درہم۔ فرمایا: اے عبداللہ! اگر آلِ عمر کا مال اس کے لیے کافی ہو تو اُن کے مال سے ادا کرنا۔ اگر پورا نہ ہوسکے تو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو قریش سے مانگنا۔ اور اُن کے علاوہ کسی اور سے نہ کہنا۔ (ابن سعد، ج:۳،ص:۲۲۱)

وصیت طلبِ اجازتِ دفن

پھرؓ آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ! امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہنا کہ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے (امیر المؤمنین نہ کہنا بلکہ عمر ہی کہنا) اور چاہتا ہے کہ وہ اپنے دونوں صاحبوں کے پاس دفن ہو...... امّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واللہ! وہ جگہ میں نے اپنی قبر کے لیے مخصوص کی تھی مگر آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

جب اجازتِ دفن روضۂ رسول میں آپ کو مل گئی اور خوشخبری سنائی گئی تو فرمایا: اے عبداللہ ابن عمر! دیکھو جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے میرے تابوت پر اُٹھانا۔ اور دروازہ پر کھڑا کرنا۔ دوبارہ امّ المؤمنین سے اجازت مانگنا۔ اگر میرے لحاظ میں اجازت دی گئی ہو اور اس وقت نہ دیں تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ (ابن سعد، ج:۳،ص:۱۱۱)

اپنے صاحبزادے عبد اللہؓ کو وصیت

عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ: پیارے بیٹے! ایمان کی خصلتوں کو لازم پکڑنا۔ وہ یہ ہیں؛ گرمی کی شدت میں روزے رکھنا، تلوار سے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا، ابر کے دن نماز میں جلدی کرنا، شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگانا۔

(ابن سعد، ج:۳،ص:۱۴۲)

وصیت بسلسلۂ دفن وکفن

میری نماز جنازہ صہیب بن سنانؓ پڑھائیں اور جب تک خلیفہ کا تعین نہ ہو جائے اس وقت تک امر خلافت انہی کے ذمہ ہوگی۔ (سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۲۷۲)

انتقال سے تھوڑا پہلے اپنے بیٹے عبد اللہؓ سے ارشاد فرمایا: جب میری وفات ہو تو مجھے جھکا کے اپنے دونوں گھٹنے میری پشت میں لگا دینا۔ اپنا داہنا ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ٹھڈی پر رکھنا۔ روح قبض کر لی جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا۔ کفن میں بیجا صَرف نہ کرنا بلکہ اوسط درجے کا دینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے خیر اور بہتری ہوگی تو وہ خود مجھے اس سے اچھا لباس

بدل دے گا اور از خود نفیس لباس مل جائے گا۔

اور اگر میں اس کے سوا یعنی بہتر نہیں ہوں تو وہ مجھ سے چھین لے گا اور چھیننے میں جلدی کرے گا اس لیے اچھا کفن ہر حال میں بے فائدہ ہے۔

دیکھو! قبر بھی میرے لیے لمبی چوڑی نہ کرنا نہ کھدوانا، بلکہ معمولی ہو۔ اگر میں حق جل مجدہ کے پاس مستحق رحمت ہوں تو حد نگاہ تک وسیع کردے گا۔ اور اگر میں مستحق رحمت ایزدی نہیں ہوں تو وہ قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کردے گا کہ میری پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہو جائیں گی۔ اور تمہارا وسیع قبر بنانا میرے عذاب کی سختی و تنگی کو دور نہیں کرسکتا۔

پھر فرمایا: میرے جنازہ کے ساتھ ہرگز کوئی عورت نہ چلے۔ نہ ایسی تعریف کرنا جو مجھ میں نہ ہو یعنی مصنوعی تعریف یا ایسی خوبی جو مجھ میں نہ ہو مت بیان کرنا کیونکہ اللہ مجھ کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔

اگر میں مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمتِ الٰہی تک پہنچانے میں جلدی کرنا کیونکہ یہ میرے حال کے زیادہ مناسب ہے یعنی مجھ کو جلد دفن کرنا۔

اور اگر مستحقِ عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد سے جلد اپنے کندھوں سے اُتار پھینکا جائے تمہارے حال کے زیادہ بہتر ہے۔

آپؓ کا سر عبداللہ کی آغوش میں تھا، فرمایا کہ: میرا رُخسار زمین پر رکھ دو۔ عبداللہ نے عرض کیا: آپ کو کیا اس سے کہ آغوش میں ہو یا زمین پر...... فرمایا: زمین پر رکھ دو۔ پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ نے میری مغفرت نہ کی تو میری اور میری ماں کی خرابی ہے (یعنی میری ماں کاش مجھے پیدا نہ کرتی۔) یہ آخری کلمات تھے جو ان کی زبان سے نکلے۔ یہاں تک کہ ان کی روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت بسلسلۂ غلام

وفات سے قبل آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ امارت کے غلاموں میں سے جو نماز پڑھتا ہے وہ آزاد کردیا جائے۔ اگر میرے بعد والی امارت یہ چاہے کہ دو سال تک خدمت لے تو یہ اس کا حق ہے۔

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ اُن کے جنازہ کے ساتھ آگ نہ لی جائے نہ کوئی عورت ہو نہ ہی مشک کی خوشبو لگائی جائے۔

حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہ بن جراح کو وصیت فرمانا جبکہ انھیں خالدؓ کے لشکر کا امیر بنایا تھا:

مَیں تم کو اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو باقی رہے گا اور اس کے ماسوا ہر چیز فنا ہو جائے گی، جس نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور تاریکیوں سے نکال کر نور و ہدایت پر لگایا۔ میں نے تم کو خالد بن ولیدؓ کے لشکر پر امیر مقرر کیا، تم لشکر کی اُن باتوں کی نگہداشت کرو جن کا کہ تم پر حق ہے۔ مالِ غنیمت کی اُمید پر مسلمانوں کو ہلاکی کی طرف مت لے جاؤ اور مسلمانوں کو کسی ایسے مقام پر مت اُتارو جس کو پہلے سے چل پھر کر تلاش نہ کرایا ہو اور تم یہ جان لو کہ وہاں پہنچنے کی سمت کیا ہے۔

اور کسی سریہ کو مت بھیجنا مگر لوگوں کی جماعتِ کثیرہ کے ساتھ اور تم اس بات سے بچنا کہ مسلمانوں کو ہلاکی میں مبتلا کرو۔ بیشک اللہ پاک نے مجھے تمہارے ساتھ اور تمہیں میرے ساتھ آزمایا ہے۔ اپنی آنکھوں کو دنیا سے بند کرلو اور اپنے دل کو دنیا سے ہٹالو۔ اور ہوشیار رہو کہ دنیا تمھیں تباہ کردے جس طرح دنیا نے ان لوگوں کو تباہ کردیا جو تم سے پہلے تھے۔تم نے ان کے پچھاڑے جانے کی جگہوں کو دیکھ لیا ہے۔ (ابن جریر، ج:۴۔ص:۵۴، بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۳)

حضرت عمرؓ کا حضرت سعد بن وہیبؓ کو وصیت فرمانا، جب ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا گیا: اے سعد! سعد بن وہیب، تم کو اللہ پاک کی جانب سے یہ بات دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور صحابیٔ رسول کہا جاتا ہے۔

بیشک اللہ پاک برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا لیکن اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ذریعہ برائیوں کو دفع کرتا ہے۔ بیشک اللہ پاک کے اور کسی کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں۔ اگر تعلق ہے تو اس کی اطاعت کرنے کا۔لوگوں کا شریف و غیر شریف ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہے۔ اللہ پاک ان سب کا رب ہے اور سب اُس کے بندے ہیں۔

ایک دوسرے پر فضیلت، عاقبت کی وجہ سے رکھ سکتے ہیں اور ان مراتب کو جو اللہ کے پاس ہیں اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل کرسکتے ہیں۔

اس امر کا دھیان رکھنا کہ نبی اکرم ﷺ جس پر جمے رہے، جب سے کہ آپؐ بھیجے گئے اور یہاں تک کہ آپؐ ہم لوگوں کو چھوڑ گئے، اس امر کو لازم پکڑنا۔ وہی امر امر ہے...... یہی میری نصیحت ہے۔ اپنے آپ کو اس کے چھوڑنے سے بچاؤ۔ اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے بے رغبتی برتی تو تمھارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم ان لوگوں میں سے ہوجاؤ گے جو خسارے میں مبتلا ہیں۔ (ابن جریر، ج:۴،ص:۱۸۴ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۴)

اور جب انھیں روانہ فرمانے لگے تو انھیں بلا کر پھر وصیت کی:

مَیں نے تمھیں عراق کی لڑائی کے لیے امیر بنایا ہے۔تم میری نصیحت کو یاد رکھو۔تم ایک ایسے کام کیلئے جارہے ہو جو نہایت سخت اور ناگوار ہے۔ اس سے حق کے سوا اور کوئی چیز نجات دینے والی نہیں ہے۔تم اپنے آپ کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں، نیکی کرنے کا عادی بنالو اور اسی کے ذریعہ کامیابی حاصل کرو۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر عادت کیلئے ایک تیاری ہے۔ بھلائی کی تیاری صبر ہے لہٰذا تم صبر کرنا اور صبر ہی سے کام لینا۔ ان مصائب پر جو تم کو پہنچے اور پیش آئے۔تمہارے لیے اللہ کا خوف حاصل ہوجائے گا اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خوفِ الٰہی دو باتوں میں جمع ہوتا ہے؛ ایک یہ کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور دوسرے یہ کہ اس کے معاصی سے بچا جائے۔ اللہ کی اطاعت وہی کرسکتا ہے جو دنیا سے بغض رکھے اور آخرت کو محبوب۔اور اللہ کی نافرمانیاں اسی شخص سے صادر ہوں گی جو دنیا سے محبت کرے اور آخرت سے بغض۔

اور دلوں کے لیے کچھ حقائق ہیں جن کو اللہ پاک پیدا فرماتا ہے، بعض اُن حقائق میں سے چھپے ہوئے ہیں اور بعض اُن حقائق میں سے ظاہر ہیں۔ ظاہر یہ ہیں کہ اس کی تعریف اور اس کی مذمت کرنے والا، حق میں اس کے نزدیک برابر ہیں (یعنی دونوں کے ساتھ سلوک مساوی کرے۔) اور چھپا ہوا اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ ایسے شخص کے دل و زبان سے حکمتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور لوگ اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس محبت سے تم لا پرواہی نہ برتنا، اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی محبت کا لوگوں سے سوال کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ پاک جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو محبوب بنالیتا ہے اور جب کسی سے بغض رکھتا ہے تو اس کو مبغوض بنالیتا ہے۔تم اپنے مرتبہ کا اعتبار اس سے کرنا کہ تمہارا مرتبہ اُن لوگوں

کے نزدیک کیا ہے۔ جوتمہارے ساتھ تمہارے اس کام میں جارہے ہیں۔

(ابن جریر، ج:۴،ص:۱۸۴بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۵)

حضرت عمرؓ کا عتبہؓ بن غزوان کو وصیت فرمانا جبکہ انھیں بصرہ کی طرف روانہ فرمایا:

اے عتبہ! میں تم کو سرزمین ہند پر جو بڑا حصہ دشمنوں کے بڑے حصوں میں سے ہے، امیر بنا کر بھیج رہا ہوں، مجھے اُمید ہے کہ اللہ پاک اس کے ماحول سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور تمہاری اُن اطراف کے مقابلے میں مدد فرمائے گا۔

مَیں نے علاءؓ بن حضرمی کی طرف لکھ دیا ہے کہ تمہارے لیے مدد میں عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ عرفجہ دشمنوں سے بہت جہاد کرنے والے اور اُن کے ساتھ تدبیر جنگ میں ماہر ہیں۔ جب یہ تمہارے پاس آجائیں تو ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے سے نزدیک کرنا۔ اہلِ ہند کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ جس نے تمہاری بات مان لی اس سے اسلام کو قبول کرلینا اور جس نے انکار کردیا اس پر جزیہ لگانا۔ جس کو وہ ذلیل اور صغیر ہوکر ادا کریں گے اور اگر ان دونوں باتوں کو منظور نہ کریں تو تلوار پکڑ لینا۔ اور نرمی نہ برتنا۔ اور جس چیز کے تم اَمیر ہوئے ہو اس میں اللہ پاک سے ڈرنا اور اپنے آپ کو اس چیز سے بچانا کہ تمہارے اندر کسی قسم کا کبر پیدا ہو۔ یہ کبر تمہاری آخرت کو خراب کردے گا۔ تم حضور ﷺ کے ساتھ رہے، تمہیں ذلت کے بعد آپ ﷺ کی وجہ سے عزت ملی اور کمزوری کے بعد آپ ﷺ کی وجہ سے قوت ملی، یہاں تک کہ تم امیر مقرر کیے گئے۔ اور ایسے سردار کہ جس کی اطاعت کی گئی۔ تم کہو گے تمہاری سنی جائے گی، تم حکم دو گے تمہاری اطاعت کی جائے گی۔ یہ کیا ہی اچھی بڑی نعمت ہے۔ بشرطیکہ تم نے اپنے آپ کو اپنے مرتبہ سے اونچا نہ جانا۔ اور اپنے غیر پر اپنی بڑائی نہ جتائی۔ نعمت سے اس طرح بچنا جس طرح معصیت سے بچا جاتا ہے۔ البتہ نعمت میرے نزدیک تمھارے لیے معصیت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے کہ یہ تم کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچے گی اور تم کو دھوکہ دے گی اور پھر تم ایسا کرو گے کہ اس نعمت کی بدولت جہنم میں جارہے ہو گے۔

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ لوگ اللہ کی طرف دوڑیں جب ان کے لیے دنیا بلند کی گئی تو ان لوگوں نے دنیا کا ارادہ کرلیا۔ پس تم اللہ کا ارادہ

کرنا اور دنیا کا ارادہ نہ کرنا اور اپنے آپ کو ظالم لوگوں کے پچھاڑے جانے کی جگہ (جہنم) سے بچانا۔ (البدایہ، ج:۷، ص:۴۸ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص:۱۳۶)

حضرت عمر کا علاءؓ بن حضرمی کو وصیت فرمانا، جب وہ بحرین میں تھے:

عتبہ بن غزوان کی طرف جاؤ، میں نے تمھیں ان کے عمل کا والی بنادیا ہے اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایک ایسے آدمی پر حاکم بنائے جارہے ہو جو اُن مہاجرین اوّلین میں سے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے نیکیوں نے سبقت کی ہے۔ میں نے انھیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ پاک دامن، نیک کردار اور سخت حملہ آور نہیں تھے لیکن میں نے یہ گمان کیا کہ ان اطراف میں بہ نسبت ان کے تم زیادہ مسلمانوں کی ضروریات پوری کر سکتے ہو۔ لہٰذا تم ان کے حقوق سے چشم پوشی نہ کرنا۔ اور میں نے تم سے قبل ایک اور آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ اگر اللہ پاک نے تمہاری امارت کا ارادہ فرمایا ہے تو تم امیر ہوگے اور اگر اس کا یہ ارادہ ہے کہ عتبہ ہی امیر رہیں پس تمام مخلوق اور حکومت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا حکم محفوظ ہے جس نے اس امر کو اُتارا ہے وہ اپنے امر کی حفاظت کر رہا ہے۔ تم اس کام کو دیکھو جس کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی کے لیے مشقت اُٹھاؤ اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دو اس لیے کہ دنیا ایک مدت کے لیے ہے اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

تم کو کوئی ایسی چیز جس کی بھلائی زائل ہونے والی ہے (یعنی دنیا) اپنے میں اس چیز سے روک کر ایسا نہ مشغول کرے جس سے کہ شر باقی رہنے والی ہے (یعنی عذابِ آخرت سے غافل نہ کردے)، اللہ کی رضامندی کی طرف اس کی ناراضگی سے بھاگ کر آؤ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کسی کے لیے چاہتا ہے فضیلت کو اس آدمی کے حکم اور اس کے علم میں جمع کر دیتا ہے۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے اس کی فرمانبرداری بجالانے پر اور اس کے عذاب سے نجات پانے کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۷۸ بحوالہ حیات الصحابہؓ ج:۲، ص:۱۳۷)

حضرت عمرؓ کا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو وصیت فرمانا:

اما بعد! بیشک لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہوتی ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ

مجھے اور تمھیں اس سے واسطہ پڑے۔ لہٰذا تم حدود کو قائم کرو اگر چہ دن میں تھوڑی ہی دیر کے لیے ہو اور جب تمہارے سامنے دو کام آئیں، ایک ان میں سے اللہ کے لیے ہو اور دوسرا دنیا کے لیے تو اس کام کو ترجیح دینا جو اللہ کے لیے ہو اس لیے کہ دنیا فنا ہوجائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ فسّاق میں ڈر بٹھا دو اور ان کو ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا کردو (یعنی رہزنوں کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دو) مسلمانوں کے مریضوں کی عیادت کرتے رہنا۔ ان کے جنازوں پر حاضر رہنا۔ اپنے دروازوں کو کھلا رکھنا۔ مسلمانوں کے کام کو بہ نفسِ نفیس انجام دینا۔ آخر تم بھی تو انھیں میں کے ایک انسان ہو لیکن اللہ پاک نے تم پر ان سے زیادہ بوجھ لادا ہے۔

اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے لباس میں ایک خاص ہیئت ایجاد کی ہے۔ اور تمہارا کھانا اور تمہاری سواری جس طرح کی ہے مسلمانوں کے لیے ویسی نہیں۔ اے اللہ کے بندے! تم اپنے آپ کو اس بات سے بچاؤ کہ اس مویشی کی طرح نہ ہوجاؤ جس کا گزر سرسبز و شاداب جنگل پر ہوا اور اس مویشی نے سوائے موٹے ہونے کے اور کچھ ارادہ نہ کیا حالانکہ اس کی موت اس کا موٹا ہونے میں ہے (مالک اس کو فربہ دیکھ کر ذبح کردے گا) اور تمھیں واضح ہونا چاہیے کہ عامل جب کج روش ہوتا ہے تو اس کی رعایا کج روش ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ شخص زیادہ بدنصیب ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدنصیبی میں پڑی ہو۔ (کنز، ج:۳،ص:۱۴۹ و ج:۸،ص:۲۰۹ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۸)

ایک دوسرے موقع پر یہ وصیت لکھ کر بھیجی گئی:

اما بعد! عمل میں قوت اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈال۔ جب تم کاموں کو ٹالنے لگو گے تو بہت سے کام جمع ہوجائیں گے۔ پھر تم یہ نہ جان سکو گے کہ کون سے کام کو پہلے کرو۔ لہٰذا ضائع کردو گے اور اگر تمھیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے ایک ان میں سے دنیا کے لیے ہو اور دوسرا آخرت کے لیے تو آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دو۔ اس لیے کہ دنیا فنا ہوجائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب کو سیکھو۔ وہ علوم کے لیے چشم اور دلوں کے لیے بمنزلہ موسم بہار ہے۔

(کنز، ج:۸،ص:۲۰۸ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جامع ترین وصیت

آپؓ نے فرمایا: لایعنی بیکار باتوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ اپنے دشمنوں سے ہمیشہ الگ رہو۔ امانت دار دوستوں کا خیال رکھو کیونکہ امین دوست کے برابر کچھ نہیں۔ فاجر لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اختیار نہ کرو کہ وہ تم کو برائی کی تعلیم دیں گے اور برائی کی طرف مائل کریں گے اور ایسے لوگوں کو اپنا راز ہرگز مت دو اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں سے اپنے معاملہ کا مشورہ کرلیا کرو۔

حق جل مجدہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو برائی پر عمل نہ کرکے باطل کو مٹا دیتے ہیں۔ حق کو اس کے ذکر سے زندہ کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں آخرت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور دنیا سے بیزار۔ حق جل مجدہ سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے فکرمند۔ جس چیز کو ابھی دیکھا نہیں اس کو یقین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (یعنی عالم آخرت کی ہر دو حالت) اخلاص و خوف کے ساتھ تمام فانی اور منقطع ہونے والی چیزوں کو باقی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی کے بدلے قربان کردیتے ہیں۔ زندگی ایسے خوش نصیب کے لیے نعمت ہے اور موت باعث عزت و کرامت۔ ان کی شادی بڑی بڑی آنکھوں والی حور سے ہوگی اور ابد الآباد رہنے والے خدام ملیں گے۔ (حلیہ، ج:۱،ص:۵۵)

وصیت بسلسلہ امرِ خلافت

اس آدمی کو جو میرے بعد والی ہوگا معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے خلافت کو قریب و بعید سبھی لینے کا ارادہ کریں گے۔ میں لوگوں سے اپنے لیے خلافت باقی رکھنے میں لڑتا رہوں گا اور اگر میں جان لیتا کہ لوگوں میں سے کوئی اس کام کے لیے زیادہ قوی ہے تو میں اس کو آگے بڑھاتا تاکہ وہ میری گردن ماردیتا یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس کا والی ہوتا۔

(ابن سعد، ج:۳،ص:۱۹۷۔ کنز، ج:۳،ص:۱۴۷ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ج:۲،ص:۱۲۳)

حضرت عمرؓ کی زرّیں نصیحتیں

جس شخص نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (یعنی تمہارے اوپر ظلم کیا ہے) اس کی سزا اس سے بہتر نہیں ہوسکتی کہ اس کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو (یعنی درگذر کرو اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو)۔

اپنے بھائی کے ہر معاملے کو بہتر صورت پر محمول کرو، یہاں تک کہ کوئی ایسی بات پیش آجائے جس کی تاویل نہ ہوسکے۔

مسلمان کی ہر بات کو خیر و بھلائی پر محمول کرو اور اس کے متعلق حتی الامکان بدگمانی نہ کرو۔

تہمت کے موقعہ پر اپنے کو پیش کرنے سے بچو، جو شخص تہمت کے موقعہ پر خود کو پیش کرنے سے پرہیز نہیں کرتا تو بدگمانی کرنے والوں سے زیادہ وہ خود ملامت کا مستحق ہے۔

جو شخص کسی راز کو چھپائے ہوئے ہے، اختیار اس کے قبضہ میں ہے۔ بات کہہ دینے کے بعد پوشیدہ رکھنے کی فرمائش بے کار ہے۔

سچے آدمیوں کی صحبت اختیار کرو، ان کی حمایت کے سایہ میں اطمینان کی زندگی بسر ہوگی۔

سچائی کو بہر صورت اختیار کرو، اگرچہ وہ تمھیں قتل ہی کردے۔

بے کار باتوں میں دخل مت دو۔

اپنی ضرورت کی درخواست اس سے مت کرو جو اس میں تمہاری کامیابی کو پسند نہیں کرتا۔

جھوٹی قسم کھا کر ذلیل مت بنو، اللہ تمھیں جھوٹی قسم کی سزا میں ہلاک کردے گا۔

برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرو، تم بھی ان کی برائی سیکھ جاؤ گے۔

اپنے دشمن سے علیحدہ رہو، دوست سے احتیاط برتو مگر جبکہ وہ امانت دار ہو، اور امانت دار صحیح معنوں میں وہی ہوسکتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

قبروں کے پاس خشوع وخضوع سے کام لو۔

اپنے معاملے میں اُن سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

(چراغ راہ، ص:۳۳۲)

اُس وقت بھی نصیحت فرماتے رہے

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جاں کنی کے عالم میں بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، نبض کی رفتار سست ہوچکی ہے، خون بکثرت بہہ جانے سے جسم لاغر ہوگیا ہے، آنکھیں ویران ہیں، ہونٹ خشک ہیں، اسی اثناء میں پلنگ کے قریب سے ایک نوجوان گذرتا ہے، پاؤں کی چاپ سن کر غیر ارادی طور پر آپ کی نگاہیں اس کی طرف اُٹھ گئیں۔نوجوان کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا، آپ نے اس کو اشارہ سے روکا اور نحیف آواز میں فرمایا:

"بیٹے! پاجامہ ٹخنوں سے اوپر باندھا کرو۔اس میں بیک وقت تم کو دو فائدے ہوں گے؛ ایک دنیوی فائدہ اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمہارا پاجامہ جلد گندہ نہیں ہوگا اور اخروی فائدہ یہ ہوگا کہ میدانِ حشر میں ربّ العزت کی نگاہِ کرم سے محروم نہ ہوگے"۔

قدرے توقف کے بعد آپ نے پھر فرمایا:

"اور پاجامہ ٹخنوں کے نیچے باندھنے میں اس کے برعکس ہوگا، یعنی یہ کہ پاجامہ وقت سے پہلے گندہ ہوجائے گا اور میدانِ حشر میں ربّ العزت کی نگاہِ کرم سے محروم رہوگے"۔

اس واقعہ سے پاجامہ یا ازار کا ٹخنوں سے نیچے باندھنے کی مذمت تو ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ شریعت کی پابندی اور اس کے احکام کی حفاظت میں کس قدر "چوکس" تھے۔غور کیجیے! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جاں کنی کے عالم میں ہیں اور آنکھیں ویران ہیں مگر خلافِ شریعت ایک چیز سامنے آئی تو گویا ان کے جسم کے ایک ایک حصے سے طاقت نچڑ کر آنکھ اور زبان میں آ گئی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھ نے اس برائی کو صاف دیکھا اور یہ برائی کانٹا بن کر کھٹکنے لگی۔ اور زبان گویا ہوئی تو پوری ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ موعظت ونصیحت کے موتی بکھیر دیے۔

بحیثیتِ مسلمان ہمیں اور آپ کو اس واقعہ کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیے۔

(چراغ راہ، ص: ۳۳۳)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خزانہ کی تلاشی کے دوران ایک بند صندوق برآمد ہوا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی:

یہ عثمان کی وصیت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عثمان بن عفّان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ واحد کے کوئی عبادت کے قابل نہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور بیشک اللہ پاک اُن مُردوں کو جو قبروں میں مدفون ہیں، ایسے دن میں اُٹھائے گا جس کی آمد میں کوئی شک نہیں، بیشک اللہ پاک وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی پر عثمان زندہ رہا اور اسی پر وفات پائے گا اور اسی عقیدہ پر انشائاللہ اس کی بعثت ہوگی۔

بعض روایات میں ہے کہ اس وصیت کی پشت پر عربی کے تین اشعار بھی تھے جن کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

(۱) نفس کا غنا نفس کو ہر طرح بے پروائی بخشتا ہے یہاں تک کہ اس نفس کو بہت بزرگ کر دیتا ہے۔ اور اگر نفس غنا سے چشم پوشی برتتا رہا تو اس کو محتاجگی نقصان دے گی۔

(۲) اور کوئی تنگی ایسی نہیں کہ اس کے پیچھے آسانی نہ ہو لہٰذا جب تجھے تنگی پیش آئے تو اس کے لیے صبر کر۔

(۳) اور جس نے آزمایا نہیں اس نے تنگیوں کو نہیں پہچانا اور زمانہ کے تغیرات میں وہ چیز ہے جس کا زمانہ نے وعدہ کیا ہے۔

(الریاض النفرۃ فی مناقب العشرۃ، ج:۳، ص:۱۳۳ بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲، ص:۱۳۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تمام مسلمانوں کے نام وصیت

باغیوں کے محاصرے کے بعد ایک خط میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بندے عثمان امیر المومنین کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام۔ السلام

علیکم۔ تمھیں اس اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں جس نے تمھیں گمراہی سے نکال کر اسلام کی دولت سے نوازا۔ وسعت رزق، دشمن پر غلبہ اور اپنی نعمتوں سے ڈھانک دیا۔ اُن قوموں کو دیکھو جو باہمی اختلاف سے برباد ہوگئیں۔ اُن سے عبرت پکڑو۔ تمہارا اختلاف تمھیں ایک ساتھ نماز بھی نہیں پڑھنے دے گا۔ دشمن تم پر مسلّط کر دیا جائے گا۔ خونریزی کو ناپسند کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں صرف حق کا دامن پکڑو۔ میں اللہ پاک سے اپنی اور تمہاری مغفرت چاہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ربّ العالمین اس اُمت کے دل بھلائی پر جمع کر دے اور فسق سے ان کو دور کر دے۔ (ماہنامہ الشفا، لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۶ء)

اقوالِ زرّین و وصیت

حقیر سے حقیر پیشہ ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔ زبان کی لغزش قوموں کی لغزش سے بدرجہا خطرناک ہے۔ دنیا جس کے لیے قید ہے قبر اس کے لیے آرام گاہ ہے۔ بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے یعنی جرم کا عادی بنا دیتا ہے۔ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔ حاجتمند غرباء کا تمہارے پاس آنا اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اللہ پاک کی ذات کے سوا کسی سے اُمید مت رکھ۔ اپنے گناہ کے سوا کسی سے مت ڈر۔ اپنا بوجھ کسی مخلوق پر مت رکھ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ عقلمند کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا اور بیوقوف کہتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔

(المرشد منتقلی چکوال، ۱۹۸۹ء)

خلیفۂ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کے ساتھ چلے، جب اُسے قبر میں رکھا گیا تو اس کے گھر والے آہ وزاری کرنے لگے اور رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: ’کس بات پر روتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ وہ دیکھ لیں جو میّت کو نظر آ چکا ہے تو ان کو ان باتوں کا نظر آنا، ان کی میت سے بے خبر

کر دے۔ اور وہ باتیں ان کے درمیان بار بار پیش آئیں گی یہاں تک کہ اُن میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا‘۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا: ’اے اللہ کے بندو! میں تمھیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمھیں بہت ساری مثالیں دیں اور تمہارا آخری وقت مقرر کیا۔ تمھیں سننے کی طاقت دی جو ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں جو وہ چاہتا ہے، تمھیں آنکھیں دیں تاکہ تم ان باتوں پر پڑا پردہ اُٹھا سکو، تمھیں دل دیا جو ان مثالوں میں چھپے ہوئے شر کی صورتوں کو اور ان کی آبا کاری کو سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بلا وجہ نہیں پیدا کیا بلکہ بے تحاشہ نعمتوں سے تم کو نوازا اور ڈھیر ساری نعمتیں تمھیں عطا کیں۔ تم میں سے ہر ایک کا اس کے پاس ریکارڈ ہے۔ تمھاری ہر جسمانی اور مالی تکلیف اور ہر خوشی کے لیے اس نے ایک بدل مقرر کیا۔ تو اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس سے خوب مانگو، نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، خواہشات کے ختم کرنے اور لذتوں کو برباد کرنے والی موت سے پہلے، کیونکہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی اور اس کی مصیبتوں کا سامنا نہ کرنے کی کوئی گیارنٹی نہیں ہے۔ دنیا پردہ ڈال دینے والا ایک دھوکہ اور زائل ہونے والا سایہ ہے اور لڑھک جانے والا ٹیکا ہے۔ بالکل کنارہ تک دنیا لے کر جاتی ہے اور ایک کے بعد ایک نیچے پھینک دیتی ہے، اپنی شہوتوں کے بوجھ کے ذریعہ اور اچانک منہ موڑ کر۔ اے اللہ کے بندو! عبرتوں سے نصیحت حاصل کرو، نشانیوں اور پہلوں کے واقعات سے سبق حاصل کرو۔ کی گئی تنبیہات سے ڈر و خوف حاصل کرو اور اچھی باتوں کی نصیحت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ تمھارا حال ایسا ہو جیسے موت کے پنجوں نے تمھیں لٹکا دیا ہو اور مٹی کے گھر نے تمھیں گلے لگا لیا ہو، اور صور کی پھونک، قبر سے دوبارہ اُٹھنے، محشر کے برپا ہونے، حساب دینے کے منظر اور اللہ جبار کی مکمل قدرت کے تمھیں ہر طرف سے گھیر لینے نے تمھارے سارے معاملات کا اچانک خاتمہ کر دیا ہو۔ ہر نفس کے ساتھ اس کا رہنما ہوگا جو اسے اس کے محشر کی طرف لے جائے گا۔ ایک گواہ جو اس کے عمل پر اس کے خلاف گواہی دے گا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی، نامۂ اعمال رکھ دیا گیا اور نبیوں اور گواہوں کو حاضر کیا گیا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا)۔ اس دن پوری دنیا گونج اُٹھے گی، منادی آواز لگائے گا، وہ دن اپنے اپنے انجام سے ملاقات کا دن ہوگا، پردہ اُٹھا دیا جائے

گا، سورج بے نور ہو جائے گا، سارے وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔ حشر کا میدان ہوگا، راز فاش ہو جائیں گے، شریر لوگ ہلاک ہوں گے، دل کانپ اُٹھیں گے، جہنم میں جانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خطرناک قوت اور دردناک سزا گھیر لے گی۔ جہنم اپنے عذاب اور خطرناک کتے، ریزہ ریزہ کر دینے والی کڑک، اور اُبلتے ہوئے غصہ وغضب کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ اس کی آگ بار بار بھڑکائی جائے گی۔ اس کا گرم پانی جوش مارے گا۔ اس کے زہر مزید جلائے جائیں گے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والا سانس بھی مشکل سے لے گا۔ اس کی حسرتیں ختم نہ ہوں گی۔ اس کی زنجیروں کو کھولا نہ جائے گا۔ ان کے پاس فرشتے ہوں گے جو اُنھیں گرم کھولتے پانی اور آگ سے داغنے کی ''خوشخبریاں'' سنائیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے روک دیے جائیں گے۔ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ نہ ہوں گے، آگ کی طرف لے جائے جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کا لحاظ کرو اس شخص کی طرح کہ جو قابض ہوا تو عاجزی و فروتنی اختیار کی اور خوف زدہ ہوا تو چل دیا۔ خبردار ہوا تو ہوشیار ہو گیا اور ڈر کر رہا۔ پھر اس نے دل لگا کر جستجو کی اور بھاگ کر نجات پائی۔ جس نے آخرت کا خیال کیا اور توشہ لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ انتقام لینے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ نامۂ اعمال بطور دشمن اور گواہ کے، کافی ہے۔ جنت بطور ثواب کافی ہے اور جہنم وبال اور سزا کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔

ہم سے سلیمان بن احمد نے، ان سے ابو مسلم الکشی نے، ان سے عبدالعزیز بن خطاب نے، ان سے سہل بن شعیب نے، انھوں نے ابوعلی صیقل سے، انھوں نے عبدالاعلیٰ سے اور انھوں نے نوف بکالی سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ وہ باہر نکلے اور تاروں پر ایک نظر ڈالی، پھر فرمایا: ''اے نوف! تم سو رہے ہو یا تاروں کو غور سے دیکھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا بلکہ اے امیر المومنین، غور سے دیکھ رہا ہوں۔ تو فرمایا: 'اے نوف! دنیا سے بے رغبت رہنے والوں کو اور آخرت کی چاہت رکھنے والوں کو بڑی خوشخبری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو بچھونا اور اس کی مٹی کو فرش، اس کے پانی کو پسندیدہ چیز اور قرآن و دعا کو اپنا اوڑھنا بچھونا اور اپنی پہچان بنایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے طریقے پر دنیا کو

قرض دیا۔ اے نوف! اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ میرے کسی گھر میں وہ نہ داخل ہوں سوائے پاک دل۔ ڈری ہوئی نظریں اور پاک صاف ہاتھوں کے ساتھ۔ کیونکہ میں ان میں سے کسی کی یا مخلوق میں سے کسی کی کوئی دعا نہیں سنتا ہوں اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہے۔ اے نوف! شاعر نہ بنو، نہ سارجنٹ، نہ پولیس کا آدمی، نہ ٹیکس وصول کرنے والا کلرک اور نہ عشر وصول کرنے والا۔ اس لیے کہ ایک مرتبہ حضرت داود علیہ السلام رات کے آخری حصے میں اُٹھ گئے اور کہنے لگے یہ وہ وقت ہے کہ بندہ جو دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے سوائے اس شخص کے جو سارجنٹ ہو یا پولیس ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو، یا عشر یا طنبور والا ہو یعنی گانے بجانے والا یا طبلچی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کمیل بن زیاد کو

کمیل بن زیاد نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور الجبان کے ایک گوشے میں مجھے لے کر گئے۔ جب ہم صحرائی حصہ تک پہنچے تو آپؓ بیٹھ گئے، پھر لمبی سانس لی اور فرمایا:

'اے کمیل بن زیاد! دل برتنوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا ان کے خیر کو تم ان میں بھرلو۔ میں جو تم سے کہوں، اُسے یاد رکھ لو۔ لوگ تین طرح کے ہیں: عالم ربانی، طالب علم جو نجات کی راہ پر ہو، اور عام جاہل جو ہر آواز کے پیچھے بھاگتے ہیں اور ہَوا جدھر چلے اُدھر چل دیتے ہیں۔ وہ علم کے نور سے روشن نہ ہو سکے اور کسی مضبوط ستون کا سہارہ اُنھوں نے نہیں لیا۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے جبکہ تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔ علم، عمل کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت ایسا قرض ہے جو ادا کیا جاتا ہے۔ علم کے ذریعے عالم کو اس کی زندگی میں اطاعت وفرمانبرداری ملتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ جبکہ مال کا کرشمہ، مال ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مال کا جمع کرنے والا مَر گیا جبکہ علماء زندہ ہیں اور علماء جب تک زمانہ ہے باقی رہیں گے۔ ان کے جسم تو ختم ہو گئے لیکن ان کی باتیں دلوں میں موجود ہیں'۔ اپنے ہاتھ سے سینے کی طرف اشارہ کر کے

فرمایا۔ ہائے! یہاں ایک ایسا علم رکھا ہے کہ اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو وہ پرامن اور محفوظ نہ رہے۔ لوگ دین کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اللہ کی بتائی ہوئی دلیلوں سے اس کی کتاب پر غالب آجانا چاہتے ہیں اور اس کی نعمتوں کے ذریعہ اس کے بندوں پر۔ یا اہلِ حق کے سامنے جھکتا ہے جبکہ اس بات کی اس میں سمجھ نہیں ہے۔ اس کے دل میں شبہہ کے پہلے حملہ سے ہی شک جڑ پکڑتا ہے۔ نہ اسے یہ سمجھتا ہے نہ وہ۔ یا وہ لذتوں میں ڈوبا ہوا ہے، شہوتوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے یا مال جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ایسا شخص دین کے داعیوں میں سے نہیں ہے۔ ان لوگوں کی سب سے قریبی مثال بے لگام جانور ہیں۔ علم اسی طرح اپنے حاملین کی موت سے مَر جاتا ہے لیکن کیوں نہیں، دنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے جو اللہ کی حجت پر قائم ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی دلیلیں اور ثبوت باطل نہ ٹھہرا دیے جائیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں، اللہ کے یہاں ان کی بڑی قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی سے اپنی دلیلوں کی حفاظت کا کام لیتا ہے تاکہ وہ اُنھیں اپنے جیسوں تک پہنچا دیں اور ان کے دِلوں میں راسخ کردیں۔ حقیقت میں علم نے ان کے ذریعہ حملہ کیا تو جس بات سے مالدار لوگ گھبراتے تھے وہ ان کے لیے نرم ہوگئی اور نادان لوگ جس بات سے دور بھاگتے تھے وہ ان سے مانوس ہوگئی۔ یہی لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں اور اس کے دین کے داعی۔ اوہ، اوہو! جی چاہتا ہے کہ ان کو دیکھیں اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اب تم چاہو تو جاسکتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے اُمراء کو وصیت

اما بعد- اپنی رعایا پر اپنے پردہ کو لمبا نہ کرنا، والیوں کا رعایا سے پردہ میں رہنا تنگ دلی ہے اور حالات سے بے خبری ہے اور پردہ میں رہنا ان چیزوں کا علم نہ ہونے دے گا جو لوگ پردہ کے پیچھے چھپ کر کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے چھوٹے، لوگوں کے نزدیک بڑے ہوجائیں گے۔ اور بڑے چھوٹے ہوجائیں گے۔ اچھی باتیں قبیح ہوجائیں گی۔ حق باطل کے مقابلے میں کمزور اور بوڑھا ہوجائے گا۔ والی بھی ایک انسان ہوتا ہے۔ جو کام لوگ اس سے چھپا کر کرتے ہیں اس کو نہیں جانتا ہے۔ قول میں کوئی علامت نہیں ہوتی کہ جس کے ذریعہ سچے

اقوال کو جھوٹے اقوال سے پہچانا جائے۔ لہٰذا پردہ کو ڈھیلا کر کے لوگوں کو اپنے حقوق کے بارے میں داخلہ کی قوت دی جائے۔ تم دو آدمیوں میں سے ایک قسم کے آدمی ضرور ہو، یا ایسے آدمی ہو کہ حق میں خرچ کرنے سے جس کا نفس سخی ہے، لہٰذا تم نے حق کے دینے کو چھوڑ کر اور اچھی عادت کو جس کے ذریعہ احسان کر سکتے تھے، چھوڑ کر اپنے اوپر پردے لٹکا لیے ہیں ...... یا بخیل ہو۔ پس سن لو کہ وہ دن دور نہیں کہ لوگ تم سے رک جائیں گے اور تم سے سوال نہ کریں گے جبکہ اس بات سے نا اُمید ہو جائیں گے۔ حالانکہ لوگوں کی اکثر ضروریات کا تعلق تم سے ہے۔ کوئی اپنے دَبے ہوئے حقوق کی شکایت لاتا ہے کوئی انصاف طلب کرتا ہے اور تم پر یہ انصاف کرنے میں کوئی مشقت بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جو میں نے تم سے بیان کیا اس پر عمل پیرا ہو کر نفع اُٹھاؤ اور اپنے حصے پر اقتصار کرو اور اپنی بھلائی کو پیش نظر رکھو۔ اگر اللہ کو منظور ہو (تو تم ایسا ہی کرو گے)۔ (کنز، ج:۵،ص:۵۸)

ایک موقع پر آپؓ نے اپنے عامل کو یوں وصیت کی:

ساری باتوں کو چھوڑ کر تم انتہا کو پہنچ چکے ہو۔ تمہارے اعمال تمہارے سامنے ایسی جگہ پیش کیے جائیں گے جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا 'ہائے حسرت - ہائے حسرت' پکارے گا، اور عمر کو ضائع کرنے والا توبہ کی تمنّا کرے گا اور کافر واپسی کی۔ (کنز، ج:۵،ص:۵۸)

سوادِ عراق کے باشندے چالاک اور دھوکہ باز ہیں کہیں تم کو دھوکہ میں نہ لے لیں۔ اس چیز کو پورا پورا وصول کر لینا جو اُن پر ہے۔

(اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس لوٹ کر آنا۔ جب میں آپ کے پاس لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا): وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی، وہ تو اُن لوگوں کو سنانے کے لیے کہی تھی ان میں سے کسی آدمی کو درہموں کے وصول کرنے میں ہرگز کوڑے نہ مارنا اور نہ اس کو کھڑا کرنا اور نہ اس سے بکری لینا اور نہ گائے۔ ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُن سے عفو حاصل کریں۔ اور تم جانتے ہو کہ عفو کیا ہے؟ عفو یعنی طاقت (یعنی وسعت سے زیادہ اُن سے نہ لینا)۔ (کنز، ج:۳،ص:۱۶۶)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی اپنے صاحبزادہ کو وصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں جگر گوشوں کو زندگی کے آخری لمحات میں وصیت فرماتے ہیں: میں تم دونوں کو تقوی الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگر وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہوجائے اس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق پر عمل کرنا اور حق بات کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لیے عمل کرنا۔ ظالم کی مخالفت و دشمنی کرنا۔ مظلوم کی حمایت و مدد کرنا۔ قرآن پاک کی تلاوت اور کتاب اللہ پر عمل کرنا۔ پڑوسی سے حسن سلوک کرنا۔ فواحش ومنکرات سے اجتناب کرنا اور اللہ ربّ العزّت کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

پھر اپنے تیسرے صاحبزادے محمد بن الحنفیۃ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ: جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ نیز اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔

پھر حضرت امام حسنؓ وحسینؓ سے فرمایا: میں تمھیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمہارا بھائی تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر امام حسنؓ سے فرمایا: فرزند! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں خوفِ الٰہی کی، نماز اپنے اوقات میں قائم کرنے کی، وقت و میعاد پر زکوٰۃ ادا کرنے کی، اچھی طرح وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت کے ممکن نہیں، اور مانع زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ دینی امور میں عقل و دانش کی، تمام معاملہ میں تحقیق کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش ومنکرات سے اجتناب کی۔

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کی اطاعت کرو، جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے اس کا غم نہ کرو۔ اس کی عبادت پر کمربستہ رہو۔ چست و چالاک بنو،

سست نہ رہو۔ ذلت قبول نہ کرو، اے اللہ! ہم سب کو ہدایت پر جمع کردے۔ ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کردے۔ ہمارے اور ان کے لیے آخرت اول سے بہتر کردے۔

آپ نے وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی:

یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مَرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

اے حسن! میں تجھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف کرنا۔ اور جب مَرنا تو اسلام ہی پر مَرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو۔ آپس میں پھوٹ نہ ڈالو ...... کیونکہ مَیں نے ابوالقاسم (رسول اللہ ﷺ) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ ان سے بھلائی کرو اللہ ربّ العالمین تم پر حساب آسان کردے گا۔ اور ہاں! یتیم! یتیم! ......یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو۔ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں اور دیکھو! تمہارے پڑوسی۔ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو، کیونکہ یہ تمہارے نبیؐ کی وصیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ پڑوسیوں کے حق میں برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید انھیں ورثہ میں شریک کردیں گے۔ اور دیکھو! قرآن۔ قرآن! ایسا نہ ہو، قرآن پر عمل کرنے سے تم پر کوئی بازی لے جائے۔ اور نماز۔ نماز ...... کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اور تمہارے رب کا گھر...... اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ ...... اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ! زکوٰۃ! زکوٰۃ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کردیتی ہے۔ اور ہاں تمہارے نبیؐ کے ذمی۔ تمہارے نبیؐ کے ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کی امان میں ہیں)۔ ایسا نہ ہو ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے نبیؐ کے صحابی! تمہارے نبیؐ کے صحابی ...... یاد رکھو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین ......انہیں اپنی روزی میں

شریک کرو۔ اور تمہارے غلام! تمہارے غلام ......غلاموں کا خیال رکھنا۔ اللہ پاک کے معاملے میں کسی سے پرواہ نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کر دے گا۔ اللہ کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی (یعنی نرم) بات کرو۔ ایسا ہی اللہ نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمہارے اشرار (برے لوگ) تم پر مسلّط کر دیے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلّف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار! ایک دوسرے سے نہ کٹنا۔ اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقویٰ پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! اللہ تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمھیں اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لیے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں ......اس کے بعد کلمہ طیبہ...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

(طبری، ج:٦، ص:٨٦۔ انسانیت موت کے دروازے پر، ص:٢٦ بحوالہ ماہنامہ البلاغ، کراچی ١٩٨٧ء)

ایک مرتبہ حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم دونوں کو میری وصیت ہے: اللہ سے ڈرنے کی، دنیا کے پیچھے نہ پڑنے کی، اس کی محرومی پر نہ کڑھنے کی، حق بات کہنے کی، ظالم کی مخالفت کی، مظلوم کی حمایت کی، قرآن کی تلاوت کی، لوگوں کی خطائیں معاف کرنے کی، پڑوسی سے حسن سلوک کی، فواحش سے بچنے کی۔

محمد بن الحنفیہ کے لیے فرمایا: اس کو اپنا، اپنے باپ کا بیٹا سمجھنا۔ اور ان سے فرمایا: اپنے دونوں بھائیوں کی اطاعت کرنا۔ ان باتوں کو یاد رکھنا۔ (وصایا، ص:٢٢ بحوالہ ماہنامہ البلاغ ١٩٨٧)

پھر آپؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم میری آٹھ باتیں یاد رکھنا۔ تم ان پر عمل کرتے رہو گے تو انشاء اللہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اصل مالداری عقل کی مالداری ہے، اور اصل تنگدستی حماقت ہے۔ اور سب سے زیادہ خوف خود پسندی کا ہے۔ اور بہترین حسب ونسب حسنِ اخلاق ہے۔

اور پیارے بیٹے! بخیل کی دوستی سے بچتے رہنا۔ اس لیے کہ وہ تجھ سے تیری ضرورت کے لوگوں کو دور کر دے گا۔ اور فاسق و فاجر کی دوستی سے بھی بچتے رہنا۔ اس لیے کہ وہ تم کو اونے

پونے داموں میں بیچ دے گا۔ نیز جھوٹے شخص کی بھی دوستی سے بچتے رہنا اس لیے کہ وہ سراب (ریت) کے مانند ہے جو تم سے دور کو قریب کر دے گا اور قریب کو دور۔

(مختارات الادب زیدان بدران، ص:۱۰)

اپنے بیٹے حسنؓ کو مزید وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور کلمۂ حق کی حالتِ خوشی اور حالتِ غصہ میں۔ اے میرے بیٹے! جس نے اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودا، وہ خود اس میں گرے گا۔ اور جس نے خودرائی اختیار کی اس نے لغزش کی۔ اور جو اپنی عقل کی وجہ سے مستغنی ہوگیا اس نے خطا کی۔ اور جس نے رذیل لوگوں کی صحبت اختیار کی اس کی تحقیر کی گئی۔ اور جو علماء میں بیٹھا معزز ہوگیا اور قناعت لافانی مال ہے۔ اور ادب بہترین میراث ہے۔ اور اچھی عادت بہترین ساتھی ہے۔

(مختارات الادب زیدان بدران، ص:٦)

امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد بزرگوار کی رحلت کا زمانہ قریب آیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: کیوں حسن! تم کیوں گھبراتے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ کو اس حالت میں دیکھتا ہوں تو پھر کیوں نہ میری یہ حالت ہو؟ والد بزرگوار نے مزید فرمایا: بیٹا! میری چار باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔ اگر تم ان کو یاد رکھو گے تو ان کے ذریعے ہر مصیبت سے نجات ملتی رہے گی؛ (۱) عقل سے بہتر کوئی تونگری نہیں۔ (۲) جہالت جیسی کوئی فقیری نہیں۔ (۳) خودپسندی سے زیادہ سخت کوئی وحشت نہیں۔ (۴) حسن خلق سے زیادہ مزے کی کوئی چیز نہیں اور یاد رکھو کہ قناعت اور رضاء مروت سے بڑھے ہوئے ہیں اور احسان کا تمام کرنا اس کے شروع کرنے سے بہتر نہیں۔ (نور الابصار، ص:۱۳۲ بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکوں اور بھتیجوں کو وصیت کی: علم حاصل کرو کیونکہ گو آج تم قوم کے چھوٹے ہو، مگر کل تم ہی قوم کے بڑے بننے والے ہو۔ جس نے یاد کیا ہو، لکھ کر یاد کرلے۔ (البدایہ، ج:۸،ص:۴۲۔ العلم والعلماء، ص:۲۷)

آپؓ نے وصیت کی کہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے حجرۂ رسول میں دفن کرنے کی اجازت لے کر دفن کیا جائے الا یہ کہ فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہو تو جنت البقیع میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس دفن کیا جائے۔ لہٰذا آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ سعید بن العاصؓ نے پڑھائی۔ آپ کی وفات ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی۔ (البدایہ، ج:۸،ص:۴۷)

آپؓ کو زہر پلا کر قتل کیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا ابا محمد! آپ بتلائیں تو سہی کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ کیونکہ آپ زہر کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے تھے۔

آپؓ نے پوچھا: کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ میں آپ کو دفن کروں میں اس شخص کو دفن کردوں گا۔ آپؓ نے فرمایا: دیکھو! اگر وہی شخص جس کو میں گمان کیے ہوئے ہوں زہر پلایا ہے تو حق جل مجدہ کی ذات اس کو رسوا و ذلیل کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ میں نہیں چاہتا کہ ایک بے گناہ شخص کو میری وجہ سے قتل کیا جائے۔

حضرت امام حسینؓ آپ کے سر ہانے کھڑے تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ: مجھ کو مکان کے صحن میں لے چلو تا کہ میں ملکوت السماء کو دیکھوں۔ جب آپ کی چارپائی مکان کے صحن میں لائی گئی تو آپؓ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں اللہ کے حکموں میں سے ایسے حکم میں داخل ہو رہا ہوں کہ پہلے داخل نہیں ہوا اور اللہ کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں کہ پہلے اس جیسی مخلوق نہیں دیکھی۔ پھر آپؓ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا: اَللّٰھُمَّ احْتَسِبُ نَفْسِیْ عِنْدَکَ

فَاِنَّهَا اَعَزُّ الْاَنْفُسِ عَلَیَّ اور روح جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔
(الحلیہ، ج:۲،ص:۳۸۔ البدایہ، ج:۸،ص:۴۵)

آپؓ کے حکیمانہ اقوال

ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: اس لیے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لیے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

آپؓ فرماتے: مکارم اخلاق دس ہیں؛ زبان کی سچائی۔ جنگ کے وقت حملہ کی شدت میں ڈٹے رہنا۔ سائل کو دینا۔ حسنِ خلق۔ احسان کا بدلہ دینا۔ صلہ رحمی۔ پڑوسی کی حفاظت و حمایت۔ حق دار کی حق شناسی۔ مہمان نوازی۔ اور ان سب سے بڑھ کر شرم وحیا۔

حضرت معاویہؓ اکثر آپؓ سے رموزِ اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے اور حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ معلوم کیا: ابو محمد! تین باتوں کا علم آج تک نہ ہوسکا۔ یعنی اس کے معنی معلوم نہ ہوسکے؛ (۱) مُروت۔ (۲) کرم۔ (۳) بہادری...... آپؓ نے جواب دیا:

مروّت کہتے ہیں اپنے مذہب کی اصلاح کرنا۔ اپنے مال کی دیکھ بھال، نگرانی اور اسے برمحل صرف کرنا۔ سلام زیادہ کرنا۔ لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا۔

کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا۔ احسان وسلوک کرنا۔ برمحل کھلانا پلانا۔

بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا۔ آڑے وقت میں اس کی حمایت و امداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ معلوم کیا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ فرمایا: ظاہر و باطن میں اللہ کا خوف کرے۔ غصہ اور خوشی دونوں میں عدل و انصاف کرے۔ فقر و تونگری دونوں میں میانہ روی پر قائم رہے۔ زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بیجا صرف کرے۔ جب تک تو ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک تم کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (سیر الصحابہ، ج:۶،ص:۳۲)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حسینؓ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی: فرزند! علماء کی صحبت میں خود بولنے سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنا۔ حسن سکوت کی طرح حسنِ سماعت بھی رکھنا۔ کسی کی بات کبھی نہ کاٹنا چاہیے خواہ وہ کتنی ہی دیر بولتا رہے۔ (العلم والعلماء، ص:۲۷ بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

آپ نے شہادت سے تھوڑی دیر قبل وصیت کی کہ: لوگو! دنیا بدل گئی اور اجنبی بن گئی۔ بھلائی مٹ رہی ہے، اوجھل ہورہی ہے مگر انگلی کے پور کے مانند قلیل۔ دیکھو کیا وقت آ گیا کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا ہے اور باطل کو روکا نہیں جارہا ہے۔ پس مؤمن کو چاہیے کہ حق جل مجدہ کی دیدار کا راغب ہو اور حق پر عمل کرتے ہوئے مَر جانا سعادت ہے اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا جرم ہے۔ (الحلیہ، ج:۲، ص:۳۹)

حضرت سعید بن عامر بن جذیم جمحیؓ کی حضرت عمرؓ کو وصیت

حضرت سعیدؓ نے عمر بن الخطّاب سے فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے لوگوں کے معاملات میں ڈرو اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے مت ڈرو۔ تمہارے قول وفعل میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ بہتر قول وہ ہے کہ عمل اس کی تصدیق کرے۔ ایک کام میں دو قسم کے فیصلے نہ دو۔ اس سے تمہارا امر تمہارے لیے مختلف ہو جائے گا اور تم حق سے ہٹ جاؤ گے۔ حجت اور دلیل والی باتوں کو لینا۔ کامیابی کو لے لوگے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے ہاتھوں تمہاری رعایا کی اصلاح کرے گا۔ اپنی توجہ اور اپنے فیصلہ کو ان لوگوں کے لیے قائم و دائم رکھو جن کے امر کا اللہ پاک نے تمھیں والی بنایا ہے۔ خواہ وہ مسلمان دور یا قریب کے رہنے والے ہوں۔ اور تمام مسلمانوں کے لیے اُسی چیز کو پسند کرو جو تم اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہو۔ اور ان سب کے لیے اُس چیز کو برا سمجھو جس کو تم اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے برا سمجھتے ہو۔ اور تم حق کی طرف جاتے ہوئے گہرائیوں میں گھس جاؤ۔ اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کرو۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

حضرت سعید نے فرمایا: تمہارے جیسا یعنی وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی اُمت کے امور کا والی بنایا ہے پھر کوئی بھی اس کے اور اللہ پاک کے درمیان حائل نہ ہوا۔
(منتخب الکنز، ج:۴،ص: ۳۹۰ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص: ۱۴۵)

ابوعبیدہ بن جراحؓ اور معاذ بن جبلؓ کی جانب سے حضرت عمر بن خطابؓ کو وصیت

ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی جانب سے حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف!

السلام علیکم! اما بعد...... ہم لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا ہے۔ حالانکہ آپ کے نفس کا کام آپ کیلئے زیادہ قابلِ توجہ ہے اس لیے کہ آپ اس اُمت کے گورے اور کالے کے کاموں کے خلیفہ ہوگئے ہیں۔ آپ کے پاس رذیل اور شریف، دشمن اور دوست بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے انصاف سے اس کا حصہ ہے۔ آپ غور کرلیجیے اے عمر! اس وقت آپ کس طرح رہتے ہیں؟ ہم لوگ آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن چہرے ذلیل ہوں گے۔ اور اس دن لوگوں کے دل خوف سے لبریز ہوں گے۔ اس دن حجتیں ختم ہوجائیں گی۔ ایسے بادشاہ کی حجت کے سبب سے جو سب پر اپنی جبروتیت سے غالب ہوگا۔ تمام مخلوق اس کیلئے عاجزی کررہی ہوگی اور اس کی رحمت کی اُمیدوار ہوگی۔ اور اس کے عذاب سے ڈر رہی ہوگی اور ہم لوگوں سے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس امت کا امر آخر زمانہ میں اس طرف لوٹ جائے گا کہ ظاہر میں بھائی ہوں گے اور درپردہ ایک دوسرے کے دشمن۔ اور ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ خط جو آپ کی طرف جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کا محمل وہ تلاش کیا جائے جو ہمارے جذباتِ دلی کے خلاف ہو۔ ہم نے تو صرف یہ خط آپ کی نصیحت کے لیے لکھا ہے۔ و السلام علیکم۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ج:۱،ص: ۲۳۸ بحوالہ حیات الصحابہ، ج:۲،ص: ۱۴۷)

عمر بن خطاب کی جانب سے ابی عبیدہ اور معاذ کے نام (رضی اللہ عنہم):

السلام علیکم! اما بعد...... تم دونوں کا خط مجھے ملا۔ تم دونوں نے اپنے اس عہد کا جو مجھ سے کہا ہے، تذکرہ کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میری ذات کا امر میرے لیے زیادہ قابلِ توجہ ہے اور

میں اس اُمت کے کالے اور گورے کے امر کا والی ہوگیا ہوں۔ میرے پاس شریف اور رذیل، دوست اور دشمن سبھی بیٹھتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کے لیے انصاف سے اس کا حصہ ہے، تم دونوں نے لکھا ہے کہ غور کرلو کہ اے عمر! تمہارا اس وقت میں کیا حال ہوتا ہے؟ اور بیشک بات اس طرح پر ہے کہ کوئی قوت کسی کام کی اور کسی معصیت سے بچنا عمر کے لیے ایسے موقع پر بجز ذاتِ الٰہی کی امداد کے نہیں ہے۔ اور تم دونوں نے مجھے اس چیز سے ڈرایا ہے جس سے ہم سے پہلی اُمتیں ڈرائی گئیں۔ ہمیشہ سے دنیا کے لیل و نہار لوگوں کی زندگی کے ساتھ بدلتے رہے۔ بعید کو قریب کرتے رہے اور ہر نئے کو پرانا کرتے رہے اور ہر وعدہ کو لاتے رہے، یہاں تک کہ وہ دن دور نہیں کہ لوگ اپنے مقام پر جنت و دوزخ میں ہوں گے اور تم دونوں نے مجھے اس بات سے ڈرایا ہے کہ اس امت کا حال، آخر زمانہ میں یہ ہوجائے گا کہ ظاہر میں بھائی ہوں گے اور در پردہ دشمن ہوں گے تم لوگ (اے اصحابِ محمدؐ) وہ نہیں ہو۔ اور نہ یہ وہ زمانہ ہے۔ یہ چیز اس زمانہ کی ہے کہ جس زمانہ میں رغبت اور ڈر ظاہر ہوگا۔ بعض لوگوں کی رغبت بعض کی طرف اپنی دنیا کی مصلحت کے لیے ہوگی اور تم دونوں نے مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیا کہ میں تمہارے اس پرچہ کو جس خلوص و محبت کی بناء پر تم نے مجھے لکھا، اس کے خلاف سمجھوں، بے شک تم دونوں حضرات نے یہ پرچہ میری نصیحت کے لیے لکھا اور تم دونوں نے سچ کہا۔ تم دونوں مجھ سے خط و کتابت ترک نہ کرنا۔ مجھے تم دونوں سے استغناء نہیں۔ والسلام علیکما۔

(الحلیۃ، ج:۱، ص: ۲۳۸۔ کنز، :۸، ص: ۲۰۹۔ المجمع، ج:۵، ص: ۲۱۴)

حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کی وصیت

جب حضرت ابوعبیدہؓ اردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جو مسلمان حاضر تھے ان کو بلا کر فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک وصیت کرتا ہوں، اگر تم لوگوں نے اسے مان لیا تو ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہو گے۔ نمازیں پڑھتے رہنا، رمضان کے پورے روزے رکھنا، صدقہ کرنا، حج اور عمرہ کرنا، ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہنا، اپنے امراء کو نصیحت کرنا اور امراء کے پاس آمد و رفت (زیادہ) نہ رکھنا۔ دنیا تم لوگوں کو غافل نہ کردے۔ اگر کوئی آدمی ہزار سال کی عمر بھی

دیا جائے اس کے لیے ناگزیر اسی جگہ جانا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو کہ میں جارہا ہوں۔ اللہ پاک نے اولادِ آدم کے لیے موت لکھ دی ہے۔ پس سبھی مَریں گے، اُن میں سے ہوشیار وہی ہے جو لوگوں میں سے اپنے رب کا زیادہ فرمانبردار ہے اور یوم آخرت کے لیے عمل کرنے میں پیش پیش ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

''اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ''۔ اتنا کہہ کر ان کا انتقال ہوگیا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عمومی وصیت

اے لوگو! اپنے گناہوں سے اللہ کے آگے توبہ کرو، اس لیے کہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ پاک سے ملے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت کردے۔ جس کے اوپر قرضہ ہو وہ اس کو ادا کردے، اس لیے کہ بندہ اپنے قرضہ میں پکڑا جائے گا۔ تم میں سے جس کسی نے اپنے بھائی کو چھوڑ رکھا ہو اس سے ملے اور صلح کرلے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اے مسلمانو! تم ایسے آدمی کی وفات سے دردمند ہوگئے، جہاں تک میرا خیال ہے کہ کسی بندے کو صاف دل والا، اچانک دھوکہ دینے سے دور، عام لوگوں سے زیادہ محبت کرنے والا اور تمام لوگوں کو نصیحت کرنے والا، ان سے زیادہ مَیں نے نہیں دیکھا۔ پس ان کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرو اور ان کے جنازے کی نماز کے لیے آجاؤ۔ (الریاض النضرۃ، ج:۲،ص:۳۱۷۔ حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۱۴۹)

حضرت معاذ نے وفات کے وقت فرمایا کہ علم حضرت ابو درداء سے سیکھنا۔ (سیر الصحابہ)

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی وصیت

عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر بن العوام نے وصیت فرمائی: اے پیارے بیٹے! آج یا تو ظالم قتل کیا جائے گا یا مظلوم۔ میرا گمان ہے میں بحالت مظلومی قتل کیا جاؤں گا۔ مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ جب انتقال ہوا تو آپؓ نے نہ ہی دینار چھوڑا نہ درہم۔ صرف چند مکانات مختلف مقامات پر تھے۔ جو وفات کے بعد فروخت کرکے قرض ادا کیا گیا۔ فرمایا: اگر قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد لینا۔ میں

مولیٰ سے ان کی مراد نہیں سمجھا۔ (کیونکہ اصطلاح شرع میں مولیٰ سے مراد آزاد کردہ غلام ہوتا ہے)۔ میں نے پوچھا آپ کا مولیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ! پھر جب کبھی میں ان کے قرض کی مصیبت میں پریشان ہوتا تو میں کہتا: اے زبیر کے مولیٰ! ان کا قرض ادا کردے۔تو وہ ادا کردیتا۔ (یعنی غیب سے سبب پیدا کردیتا کہ ادا ہوجاتا۔) قرض کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ بچے تو اس میں سے ایک ثلث تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ نیز ثلث مال راہِ الٰہی میں دیدینا۔ اور ثلث میں وصی بنانا۔ (ابن سعد، ج:۳،ص:۲۳۴۔الحلیۃ، ج:۱،ص:۹۱)

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑوں کی وصیت کی۔ صحابہؓ میں آپ ایسے مالدار تھے کہ آپ کے متروکہ مال میں سونا اس قدر تھا کہ کلہاڑی سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

ایک سو اصحابِ بدر جو اس وقت زندہ تھے، ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار ادا کرنے کی وصیت۔ ساتھ ہی امّہات المومنین کے لیے بھی ایک باغ وصیت فرمائی جس کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔ ایک اور موقع پر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک جائیداد پیش کی جس کی قیمت چالیس ہزار دینار تھی۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کے صاحبزادے ابوسلمہ کو دعائیں دیتیں اور فرماتی: اللہ تمہارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے۔

(سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ قریب مرگ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس مالِ کثیر ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: اچھا آدھا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: اچھا! تہائی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! تہائی۔ اور تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ تم اپنی اولاد کو غنی چھوڑ جاؤ

تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں تنگدست اور محتاج چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ تم جو کچھ بھی (اہل وعیال پر) خرچ کرتے ہو اللہ کی رضا کے لیے اس پر یقیناً اجر وثواب ملتا ہے حتیٰ کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو، اس پر بھی۔

(امام احمد، ص:۱۵۲۴ بحوالہ الجنائز۔ البانی: ابن سعد، ج:۳، ص:۲۶۲۔ الحلیۃ، ج:۱، ص:۹۴)

حضرت سعدؓ نے وصیت کی کہ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اسی میں دفن کیا جائے۔ لہٰذا آپ کو اسی میں دفن کیا گیا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۲، ص:۱۵۹)

مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میرے والد کا سر جب وہ وفات پا رہے تھے میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے فرزند! تمھیں کیا چیز رلاتی ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کی وفات۔ اس لیے کہ میں آپ کا بدل نہیں دیکھتا۔ انھوں نے فرمایا: مجھ پر نہ رو، کیونکہ حق جل مجدہ مجھ کو کبھی عذاب نہ دے گا۔ میں اہلِ جنت میں سے ہوں۔ اللہ مؤمنین کو اُن حسنات کی جزا دیتا ہے جو انھوں نے اللہ کے لیے کیے۔ کفار کے عذاب میں ان کے حسنات کی وجہ سے تخفیف کردیتا ہے۔ جب حسنات ختم ہوجاتے ہیں تو پورا عذاب ہونے لگتا ہے۔ ہر عمل کرنے والے کو اُس شخص سے اپنے عمل کا اجر مانگنا چاہیے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔ (ابن سعد، ج:۳، ص:۲۶۴)

عامر بن سعد سے روایت ہے کہ والد محترم نے مرضِ وفات میں وصیت فرمائی کہ میرے واسطے بغلی قبر بنائی جائے اور اس کو بند کرنے کے لیے کچی اینٹیں کھڑی کردی جائیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا گیا تھا۔ (مسلم شریف۔ معارف الحدیث)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ سے ایک شخص نے وصیت طلب کی تو آپؓ نے فرمایا: صرف حق جل مجدہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ قرآن مجید کے ارد گرد زندگی بسر کرو (یعنی قرآنی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو) جو تم پر حق پیش کرے اس کو فوراً قبول کرلو۔ خواہ تم سے وہ بعید اور تمہارا مبغوض کیوں نہ ہو اور جو باطل پیش کرے اس کے باطل کو رد کردو

خواہ وہ تمہارا رشتہ دار یا محبوب کیوں نہ ہو۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۱۳۴)

آپؓ نے فرمایا کہ: اگر تم سے یہ ممکن ہو سکے کہ مال وخزانہ ایسا ہو کہ جس کو نہ دیمک لگے نہ گھن، نہ ہی چور چوری کر سکے تو ضرور اس کی جدوجہد کرو کیونکہ ہر انسان کا دل اس کے خزانہ کے ساتھ اٹکا ہوا رہتا ہے۔

آپؓ نے فرمایا: جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا وہ ہلاک ہوگیا بلکہ وہ شخص ہلاک ہوگیا جس کا قلب بھلائی کو نہیں پہچان سکا اور نہ برائی کو برا سمجھا۔

آپؓ نے فرمایا کہ: صالحین دنیا سے رخصت ہوگئے اور ریب وشکوک والے رہ گئے جو نہ تو معروف (بھلائی) کو معروف سمجھتے ہیں نہ ہی منکر (برائی) کو منکر۔

آپؓ نے وصیت کی کہ: اپنے گھریلو کام کاج میں لگے رہو۔ اپنی زبان سے لوگوں کو ایذاء پہنچانے سے محفوظ رکھو۔ اور اپنے خفیہ گناہوں پر نادم اور روتے رہو۔

آپؓ نے فرمایا: اس رب کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کرۂ زمین پر زبان سے زیادہ کوئی چیز نہیں جس کو کنٹرول میں رکھا جائے۔

آپؓ کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے جو موٹی موٹی گردن والے اور خوب لحیم وشحیم تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر لوگ تعجب میں تھے تو آپؓ نے فرمایا: تم کافروں کو جسمانی اعتبار سے صحتمند اور روحانی اعتبار سے مریض و بیمار دیکھو گے اور مومن کو باطنی و روحانی زندگی کے لحاظ سے خوب صحتمند اور جسمانی لحاظ سے ضعیف دیکھو گے۔

اللہ کی قسم! اگر تمہارے دل بیمار ہوں اور جسم فربہ وموٹا تو تمہاری قدر اللہ پاک کے نزدیک بیت الخلاء کے کیڑے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ (الحلیۃ، ج:۱،ص:۱۳۵)

آپؓ نے وصیت میں لکھوایا:

یہ عبداللہ بن مسعود کی وصیت ہے، اگر اسی بیماری میں موت آجائے تو ان کی وصیت کا مرجع زبیر بن العوام اور ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر ہوں گے۔ یہ دونوں بالکل مختار ہوں گے کہ اس کے متعلق جو انتظام کریں اور جو فیصلہ کریں، ان پر اس بارے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کے علم کے نہیں کیا جائے گا۔

اور نہ ان امور سے ان کی بیوی زینب بنت عبد اللہ الثقفیہ کی وجہ سے باز رہا جائے گا۔ اور جب فلاں غلام پانچ ہزار درہم ادا کرے تو آزاد ہے۔ اور مجھے عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پاس دفن کرنا۔

آپ کا سنہ ۳۲ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

(ابن سعد، ج:۳، ص:۲۷۳)

آپؓ نے فرمایا: جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے وہ آخرت کو برباد کرتا ہے۔ اور جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے دنیا کو تج دیتا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! دنیا کو آخرت کے بدلے قربان کردو کیونکہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی ہے اور آخرت باقی اور ہمیشہ ہمیش کیلئے ہے۔ (ابن سعد، ج:۱، ص:۱۳۸)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم سے ایک شخص تن تنہا کسی وادی میں وفات پائے گا اور اس کو مسلمانوں کی ایک جماعت دفن کرے گی۔

آپؓ نے بیوی سے فرمایا: اُن لوگوں میں سے جن کے سامنے یہ حدیث رسول اللہؐ نے بیان کی تھی کوئی بھی نہ رہا سوائے میرے ...... لہٰذا جب میرا انتقال ہوجائے تو تم دیکھو اگر میرا کفن میرے ہی کپڑوں میں ہوجائے تو ٹھیک ورنہ تم اپنی چادروں میں کفن دینا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ سوائے ایک چادر کے نہ تمہارے پاس ہے نہ میرے پاس۔

میں تم کو اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے امیر یا عریف، یا نقیب یا برید کفن نہ دے۔ آپ کی تجہیز و تکفین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آپ کی وصیت کے مطابق کی۔

جو نوجوان وفات کے بعد آئے ان میں سبھی کسی نہ کسی منصب وعہدہ پر تھے سوائے ایک انصاری نوجوان کے جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کفن دیا اور آپ پر نمازِ جنازہ جماعت نے پڑھی اور دفن کردیا گیا۔ (الحلیہ، ج:۱، ص:۱۷۰)

آپؓ نے فرمایا میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سات وصیتیں کی ہیں: (۱) مسکین کی محبت

اور ان سے میل جول۔ (۲) اپنے سے کمتر کو دیکھنا اور بلند تر کو نہ دیکھنا۔ (۳) کسی سے سوال نہ کرنا۔ (۴) صلہ رحمی کرنا۔ (۵) حق بولنا خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ (۶) اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔ (۷) لاحول ولا قوۃ کا کثرت سے وِرد کرنا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۳، ص:۸۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ نے فرمایا: علم دین سیکھو کہ اس سے خوف وخشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اور علم کا طلب کرنا عبادت، اس کا مذاکرہ تسبیح، بحث جہاد، لاعلموں کو سکھانا صدقہ، اہل پر صرف کرنا قربت، حلال وحرام کے لیے علامت، جنت کا نشان، وحشت میں مونس، اجنبی مقام کا ساتھی، تنہائی کا ہم کلام، بیکسی وتنگی میں دلیل، دشمن کے خلاف ہتھیار، دوستوں کے پاس زینت ہے۔ علم کے ذریعہ حق جل مجدہ بعض قوموں کو خیر و بھلائی کا امام بناتے ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر لوگ نورِ ہدایت کو حاصل کرتے ہیں اور اپنی حرکات وسکنات میں ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور ان مقتدیٰ کی رائے کو آخری فیصلہ قرار دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی مجلسوں کے ملائکۃ اللہ مشتاق ہوتے ہیں۔ اور اپنے بازوؤں سے اتصال ملکوتی کے ساتھ ڈھانپے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے سمندر کی مچھلیاں اور غرض ہر رطب و یابس مخلوق دعائے مغفرت کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ تکلیف دہ، موذی حشرات الارض، چرند پرند اور درندے بھی۔ اس لیے کہ علم جہالت کی گندگی سے نکال کر دل کو حیاتِ ایمانی بخشتا ہے۔ آنکھوں سے تاریکی ہٹا کر نورِ بصیرت عطا کرتا ہے۔ علم کے ذریعہ اخیار و ابرار کا مقام حاصل کیا جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی ہر سعادت نصیب ہوتی ہے۔ علمی فکر رکھنے والے کو روزے کا ثواب ملتا ہے اور علم کا درس دینے والوں کو قیام لیل کا اجر۔ علم ہی کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور حلال وحرام کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔

عمل کرنے والے کا علم امام ومقتداء ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ اعمالِ صالحہ بجا لاتا ہے۔ اور علم سعادت مندوں کو ہی ملتا ہے اور شقی و بدبخت محروم رہتے ہیں۔

(ابن سعد، ج:۱، ص:۲۳۹)

جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ روتے تھے، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا: نہ دنیا چھوڑنے کا غم ہے نہ ہی موت کی گھبراہٹ ہے بلکہ ثواب وعذاب کا خیال ہے۔

جب آپ کو وفات کے آثار جھلکنے لگے تو پوچھا کہ صبح ہوئی؟ لوگوں نے ٹیلا پار بھی نہیں کیا کہ یہ سوال آپ نے تین مرتبہ کیا۔ جواب دیا گیا کہ ابھی نہیں۔ جب صبح کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس رات سے جس کی صبح نارِ جہنم کی طرف ہو۔ اے موت تیرا آنا مبارک۔ تیرا آنا مبارک۔ تو نے آنے میں بہت دیر کی۔ اے دوست! مگر تو فاقہ کی حالت میں آیا۔ اے میرے رحمٰن و رحیم مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے ڈرتا تھا، مگر آج تیری رحمت کا زیادہ اُمیدوار ہوں۔ اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی زندگی اس لیے پسند کرتا تھا کہ نہریں کھودوں یا باغات لگاؤں۔ بلکہ چاہتا تھا کہ اس کے ذریعہ فتنہ و فساد سے دور رہوں۔ جود وکرم کو فروغ دوں۔ اور علماء کے پاس ذکر کے حلقوں میں بیٹھنے کے لیے۔ وفات کے وقت ۹۳ رسال کی عمر تھی۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۲۳۹)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی: فرزند! تین ارادے سے علم نہ حاصل کرنا؛ ریا کے ارادے سے، بحث و مباحثہ کے ارادے سے، فخر و مباہات کے ارادے سے۔ اور تین ارادے سے علم کو ترک بھی نہ کرنا؛ جہل کی محبت سے، علم کی ناقدری سے، طلب علم میں شرم سے۔ (العلم والعلماء بحوالہ البلاغ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی وصیت کی کہ مجھے حیرہ کی چادروں میں کفن دینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرہ کی چادروں میں کفن دیا گیا تھا۔ (بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوایوب انصاریؓ جب بیمار پڑے اور مرض میں شدت ہوگئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر میں مرجاؤں تو مجھے اُٹھالینا۔ اور جب تم لوگ دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ ہونا تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کردینا۔

آپ کی بیماری میں امیر لشکر یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آیا اور معلوم کیا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بتائیے۔ انھوں نے کہا کہ میری حاجت و وصیت یہ ہے کہ جب میں مَر جاؤں تو مجھے اونٹ پر سوار کرا کے جہاں تک ممکن ہو دشمن کے ملک میں لے جانا۔ اور اپنی آخری منزل پر مجھ کو دفن کر دینا اور چلے آنا...... چنانچہ انتقال کے بعد یزید بن معاویہؓ نے آپ پر نمازِ جنازہ پڑھائی کیونکہ وہ امیر لشکر تھا اور آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قلعہ قسطنطنیہ کے پاس روم میں دفن کیا۔ آپ اس جہاد میں شریک تھے۔ (ابن سعد، ج:۴،ص:۶۱)

فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصایا

فاتحِ مصر عمرو بن العاصؓ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: جب میں دنیا سے رُخصت ہو جاؤں تو میرے ساتھ کسی نوحہ کرنے والی کو مت کرنا اور نہ آگ کو۔ اور جب تم دفن کر دو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا۔ اُس کے بعد میری قبر کے اِردگرد اس وقت تک کھڑے رہنا کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہو تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے فرشتوں کا جواب دے سکوں۔ (مسلم شریف باب دفن المیت۔ مشکوٰۃ،ص:۱۴۹)

اسی موت و زیست کی حالت میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: اسے لے لو! آپ کے بیٹے کا زہد مشہور ہے۔ انھوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ عمروؓ نے کہا: اس میں دولت ہے۔ عبداللہؓ نے پھر انکار کیا۔ اس پر ہاتھ مل کر کہنے لگے: کاش! اس میں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں۔

(انسانیت موت کے دروازے پر،ص:۴۳۔ البلاغ)

حضرت ابن عباسؓ عیادت کو آئے۔ سلام کے بعد پوچھا: ابوعبداللہ! کیا حال ہے؟ جواب دیا: کیا پوچھتے ہو! دنیا کم بنائی مگر دین زیادہ بگاڑا۔ اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر آخری عمر کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان

کے درمیان معلق ہوں، نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ پاؤں کے سہارے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے بھتیجے ! مجھ کو کوئی ایسی نصیحت کر کہ اس سے فائدہ اُٹھاؤں !......ابن عباسؓ نے کہا : افسوس ! اب وہ وقت کہاں۔ اب وہ بھتیجا بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی ہوگیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لیے کہیں تو میں رونے کے لیے تیار ہوں۔ مقیم سفر کا کیسے یقین کر سکتا ہے۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا : اس وقت اسّی برس سے کچھ اوپر میری عمر ہے اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے نا اُمید کرتا ہے۔ اے اللہ ! یہ ابن عباسؓ مجھ کو تیری رحمت سے نا اُمید کررہا ہے۔ ابھی تو مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ راضی ہوجا۔

ابن عباسؓ نے کہا : ہیہات ابوعبداللہ ! جو چیز لی تھی وہ نئی تھی اور جو دے رہے ہو وہ پرانی ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا : ابن عباس ! تم کو کیا ہوگیا ہے ! جو بات میں کہتا ہوں تم اس کا اُلٹا کہتے ہو۔ (استیعاب، ج:۲،ص:۲۴۹ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۳،ص:۱۴۰)

موت کے وقت اپنے محافظ دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ : میں تمہارا کیسا ساتھی تھا؟ جواب ملا : آپ ہمارے اچھے ساتھی تھے۔ ہماری عزت کرتے تھے، ہم کو دل کھول کر لیتے دیتے تھے۔ یہ سلوک کرتے تھے وہ کرتے تھے۔ کہا : میں یہ سلوک اس لیے کرتا تھا کہ تم مجھ کو موت سے بچاؤ گے۔ یہ موت سامنے کھڑی ہوئی کام تمام کرنا چاہتی ہے۔ اس کو کسی طرح سے میرے سامنے سے دور کرو۔ یہ عجیب فرمائش سن کر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد بولے : اباعبداللہ ! اللہ کی قسم ہم کو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی اُمید نہ تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلے میں ہم آپ کے کچھ کام نہیں آسکتے۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا : میں نے یہ جانتے ہوئے تم سے یہ فرمائش کی تھی کہ تم موت کے مقابلے میں میری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ کاش ! میں نے تم میں سے کسی کو اپنی حفاظت کے لیے نہ رکھا ہوتا۔ افسوس ! ابن ابی طالب سچ کہتے تھے کہ انسان کا محافظ خود اس کی موت ہے۔ اے اللہ ! میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت نے دستگیری نہیں کی تو میں ہلاک ہوجاؤں گا۔ (سیر الصحابہ، ج:۳،ص:۱۴۹)

ابوشمامہ مہری نے بیان کیا کہ عمرو بن العاصؓ کی مرض الوفات ہی میں عیادت کو گیا تو وہ

دیوار کی جانب منہ کر کے رونے لگے۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ نے دلاسا دیا کہ: ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں بشارتیں نہیں دی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میرے پاس سب سے عظیم دولت 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی شہادت ہے مگر مجھ پر زندگی کے تین دَور گزرے ہیں: (۱) اسلام اور پیغمبر اسلام کا میں سب سے بڑا دشمن تھا، اگر اس حالت میں مَر جاتا تو جہنم میں جاتا۔ (۲) مگر اللہ نے اسلام کی ہدایت دی اور رسول اللہ کی عظمت و محبت اس قدر کہ قبولِ اسلام کے بعد مَیں نے نگاہ بھر کر رسول اللہ کو بسبب جلالتِ شان نہیں دیکھا، اگر اس حال میں مَر جاتا تو جنت یقینی تھی۔ (۳) تیسرا دَور آیا جس میں مَیں نے مختلف اعمال کیے، اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ (مسلم، کتاب الایمان۔ سیر الصحابہ، ج:۳،ص: ۱۴۰)

معاویہ بن خدیج سے روایت ہے کہ مَیں عمرو بن العاصؓ کی علالت میں عیادت کے لیے گیا۔ مَیں نے پوچھا کہ: اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ: مرض سے گھلتا ہوں۔ اور تندرست نہیں ہوتا۔ اپنی نجات کو مصیبت سے زیادہ پاتا ہوں۔ اس حالت میں بوڑھے کی زندگی کیا ہوگی؟

عمرو بن العاصؓ فرمایا کرتے تھے کہ اُس شخص پر تعجب ہے جس پر موت نازل ہو اور عقل وشعور بھی باقی ہو پھر وہ کیسے اُسے بیان نہیں کرتا۔

جب اُن پر موت کی حالت قریب آئی تو اُن کے بیٹے عبداللہ بن عمرو نے سوال کیا: والدمحترم! آپ کہا کرتے تھے کہ اس شخص پر تعجب ہے کہ جس پر موت نازل ہو اور اس کی عقل اس کے ساتھ ہو تو وہ کیونکر اسے بیان نہ کرے...... لہٰذا آپ ہم سے موت کی کیفیت کو بیان کیجیے۔ کیونکہ آپ کی عقل آپ کے ساتھ ہے۔

انھوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! موت کی کیفیت اِس سے برتر ہے کہ اسے بیان کیا جائے۔ لیکن میں اُس میں سے کچھ تم سے بیان کروں گا؛

(۱) میں اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میری گردن پر کوہِ رضوی ہے۔
(۲) اور پیٹ میں کھجور کے کانٹے۔
(۳) اور گویا کہ میری سانس سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے۔

پھر آپؓ نے فرمایا: اے اللہ ! میں بَری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر۔ میں قوی نہیں ہوں، میری مدد کر۔ اور اگر تو نے اپنی وسعت رحمت کے ساتھ نہ ڈھانپا تو میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

اور عبد اللہؓ سے فرمایا: اے بیٹے ! جب میں مَر جاؤں تو مجھے خالص پانی سے غسل دینا اور کپڑے سے جسم کو پوچھنا۔ پھر خالص پانی سے غسل دینا اور کپڑے سے پوچھنا۔ تیسری بار ایسے پانی سے غسل دینا جس میں کسی قدر کافور ملا ہوا ہو۔ پھر کپڑے سے پوچھنا۔

اور جب مجھے کپڑے پہنانا، کفن دینا تو گھنڈی لگادینا یعنی گرہ لگادینا۔ پھر تابوت پر اُٹھانا۔ میرے تابوت کو درمیانی رفتار سے لے چلنا (نہ زیادہ تیز قدم، نہ سست)۔ تم میرے جنازے کے پیچھے چلنا کیونکہ جنازے کا اگلا حصہ فرشتوں کے لیے ہے اور پیچھے کا بنی آدم کے لیے۔ جب مجھے قبر میں اُتار دینا تو مٹّی ڈالنا مگر آہستہ آہستہ۔

اس کے بعد فرمایا: اے اللہ ! تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے عمل نہ کیا۔ تو نے ہمیں منع کیا مگر ہم نے ترک نہ کیا اور نافرمانی کی۔ مَیں بَری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر۔ میں قوی نہیں ہوں، میری مدد کر۔ اُس کے بعد آپؓ کی زبان پر 'لا الہ الا اللہ' کا وِرد برابر جاری رہا یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۳۹۳)

آپ کی وفات عید کے دن مصر میں ہوئی اور آپ والیٔ مصر تھے۔ آپ کے لڑکے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سنہ وفات، سنہ ۴۲ یا ۴۳ یا ۵۱ ہجری ہے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ: جو شخص عفو کا خوگر ہوتا ہے، سردار بن جاتا ہے اور جو بردباری کرتا ہے اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے اور جو درگزر کرتا ہے لوگ اس کی طرف جھک جاتے ہیں۔ تم کو کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا ہونے کی نوبت آئے تو اس کی تدبیر یہی ہے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص: ۱۷)

آپؓ نے اپنے آخری ایام میں اپنی لڑکیوں کو جو اُن کی تیمارداری کیا کرتی تھیں، ایک

مرتبہ اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اس نے دنیا بھر کے خزانے جمع کیے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

لَقَدْ سَعَيْتُ لَكُمْ مِنْ سَعْيِ ذِیْ تَعَبٍ   وَ قَدْ كَفَيْتُكُمُ التَّطَوُّفَ وَ الرِّجْلَا

یعنی میں نے تمہارے لیے سخت محنت سے کوشش کی اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ وفات سے قبل اپنے عزیزوں کو دیکھ کر کہا: اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس شخص کے لیے کوئی پناہ نہیں جو اللہ سے بے خوف ہے۔ (اکابر اسلام کے آخری لمحات، ص: ۲۳-۲۴)

آخری لمحات میں آپؓ نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا: اے فرزند! مجھے جس بات پر اللہ سے سب سے زیادہ خوف ہے وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جانِ پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپؐ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دستِ مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپؐ نے میرا کُرتہ دیکھا وہ مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا: معاویہ! تمھیں کرتہ پہنا دوں؟ مَیں نے عرض کیا: مَیں آپ پر قربان! ضرور ضرور...... چنانچہ آپؐ نے کرتہ عنایت کیا، مگر مَیں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ میرے پاس اب تک موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہؐ نے بال ترشوائے، میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لیے تھے، وہ بھی آج تک میرے پاس شیشی میں رکھے ہوئے ہیں۔ دیکھو جب میں مَر جاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا کرتہ بچھا کر اس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے ؎

يَا لَيْتَنِیْ لَمْ اَعِنْ فِی الْمُلْكِ سَاعَةً   وَ لَمْ اَكُ فِی اللَّذَّاتِ اَعْشِی النَّوَاظِر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی۔ کاش لذتیں حاصل کرنے میں اندھا نہ ہوتا۔

دوسرے شعر کا ترجمہ ہے: کاش میں اس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے۔

بیماری کے دوران آپؓ نے وصیت کی تھی کہ میرا نصف مال بیت المال کو دیدیا جائے۔

بیماری میں امیر معاویہؓ کی آنکھیں اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔ مرض کی شدت بڑھ گئی۔ تو ان کی صاحبزادی رملہ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگیں کہ کسی طرح سے ان کو نیند آ جائے تو امیر معاویہؓ فرمانے لگے: اے بیٹی! جس سر کے بال تم سہلا رہی ہو وہ امور دنیوی میں اُلٹ پلٹ کرنے کا مشاق تھا۔ اس نے جوانی سے پیری تک کے زمانے میں زر و مال اکٹھا کیا۔ اے کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ مَیں نے تم لوگوں کے لیے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے۔ اور تم کو مارے مارے پھرنے سے بچا لیا ہے۔ (انسانیت موت کے دروازے پر۔ ص: ۴۵)

حضرت امیر معاویہؓ نے رحلت سے قبل اپنے بیٹے یزید کو درج ذیل وصیت بھی فرمائی:

جان پدر! مَیں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ اور دشمنوں کو زیر کر کے سارے عربوں کی گردنیں جھکا دی ہیں۔ اور تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کیا ہوگا۔

اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہلِ حجاز کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ وہ تمہاری اصل بنیاد ہیں۔ اس لیے جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک سے پیش آنا اور اس کی پوری عزت کرنا اور احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ عراق والوں کی ہر خواہش پوری کرنا۔ حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ عاملوں کی تبدیلی کا مطالبہ کریں تو بھی اس کو پورا کرنا، کیونکہ عاملوں کا تبادلہ تلوار کے بے نیام ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر خاص بنانا اور ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا۔ اور جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے مقابلہ میں کھڑا ہو تو اُن سے مدد لینا۔ لیکن کامیابی کے بعد انھیں فوراً واپس بلا لینا کیونکہ اگر یہ لوگ وہاں زیادہ مقیم رہیں گے تو اُن کے اخلاق بدل جائیں گے۔ اللہ کا خوف کرتے رہنا کیونکہ اللہ، خوف کرنے والوں کو مصائب سے بچاتا ہے، جو اللہ سے نہیں ڈرتا اُس کا کوئی مددگار نہیں۔ پھر اپنا نصف مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ (طبری، ج: ۷، ص: ۲۰۲ بحوالہ البلاغ، کراچی)

(نوٹ: حضرت امیر معاویہؓ کی جانب اور بھی وصیتیں منسوب ہیں مگر تاریخی حیثیت سے قابلِ نقل نہیں ہیں۔)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سنہ ۵۹ ہجری میں ۷۸ سال کی عمر میں جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے آخری تقریر کی:

لوگو! میں اس کھیتی کی طرح ہوں جو کٹنے کے لیے تیار ہو، میں نے تم لوگوں پر اتنی طویل مدت تک حکومت کی کہ میں بھی اس سے تھک گیا اور غالباً تم بھی تھک گئے ہوگے۔ اب مجھے تم سے جدا ہونے کی تمنا ہے اور غالباً تم کو بھی یہی آرزو ہوگی۔ میرے بعد آنے والا مجھ سے بہتر نہ ہوگا جیسا کہ میں اپنے پیشتر سے بہتر نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ سے ملنے کی تمنا کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کا متمنی رہتا ہے۔ اس لیے اے اللہ! اب مجھ کو تجھ سے ملنے کی آرزو ہے۔ تو بھی آغوشِ رحمت پھیلا دے۔ اور ملاقات میں برکت عطا فرما۔

(سیر الصحابہ، ج:۶، ص:۷۷۔ ابن اثیر، ج:۲۴، ص:۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہا اپنے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے: آؤ! مجھ سے علم حاصل کرو کیونکہ عنقریب تم قوم میں بڑے آدمی ہوگے۔ میں بھی پہلے چھوٹا تھا۔ اور کوئی پروا نہیں کرتا تھا لیکن جب جوان ہوا تو لوگ دوڑ دوڑ کر آئے اور فتویٰ لینے لگے۔ اس سے بڑھ کر عیب اور کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی سے اُس کے دین کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جاہل نکلے۔

(العلم والعلماء، ص:۲۷ بحوالہ البلاغ)

ایک مرتبہ حضرت عروہ ابن زبیرؒ نے اپنے بیٹے ہشامؒ سے کہا جب کسی سے ایسی بات کہوگے جو اس کی عقل سے بالاتر ہے تو اس کے لیے گمراہی کا سبب بن جائے گی۔

ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد زبیرؒ نے مجھ کو اور میرے بھائیوں عبداللہ، عثمان اور اسماعیل کو بلا کر فرمایا: لوگوں کی بھیڑ کے ساتھ میرے حلقے میں نہ آیا کرو۔ تنہائی میں مجھ سے پوچھا کرو۔ اس کے بعد مسائل بیان کرنا شروع کیے۔ پھر چپ ہوگئے۔ اور دیر کے بعد کہنے لگے: اچھا جو کچھ سنا ہے مجھے سناؤ۔ میری یادداشت اچھی نکلی تو بہت خوش ہوئے۔ (بحوالہ سابق)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت علقمہ نے بوقت وفات جو نصیحت فرزند کو کی تھی، قابل غور ہے: جانِ پدر! اگر تمھیں دوستی کی ضرورت ہو تو ایسے شخص کی دوستی اختیار کرو کہ اگر اس کی خدمت کرو تو برائیوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی صحبت بھلائیوں سے آراستہ کردے۔ ضرورت پیش آئے تو اُسے پورا کردے، اُسے دوست بناؤ کہ اگر تم بھلائی کا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی بڑھائے۔ تمہاری خوبیوں کو روشن کردے اور برائیوں کو مٹادے۔ اگر تم کچھ مانگو تو عطا کردے، نہ مانگو تو بڑھ کر خود مدد کردے، آفت آئے تو رفیق ثابت ہو اور تمھیں اپنے اوپر ترجیح دے۔

(المرشد الامین، ص:۱۰۰ بحوالہ البلاغ)

حضرت عبداللہ ابن الحسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عبداللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے محمد بن عبداللہ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ: جاہل اگرچہ خیر خواہ ہو مگر اس کے مشورہ سے بچنا، جیسا کہ دانا دشمن کی عداوت سے۔ کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ اپنے مشورے سے وہ تجھ کو ہلاکی میں دھکیل دے اور عاقل کی مکر و تدبیر اور جاہل کی نادانی تجھ کو آ دبالے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت۔ ص:۸۲)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی: یَا بُنَیَّ! لَا تَقْبَلُوا الْحَدِیْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا مِنْ ثِقَةٍ'' (التمہید لابن عبدالبر، ج:۱،ص: ۴۵)

اے میرے پیارے بیٹے! آنحضرت ﷺ کی حدیث کسی معتمد آدمی سے ہی قبول کرنا۔

(ماہنامہ الرشید، ۱۴۰۲ھ، پاکستان)

حضرت عقبہؓ بن عامر الجھنی ردیف رسول اللہؐ کی وصیت

آپؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا: میں تمھیں تین چیزوں سے روکتا ہوں، انھیں خوب یاد رکھو۔ باوثوق شخص کے سوا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

کوئی حدیث قبول نہ کرنا۔قرض کی کوئی شے طلب نہ کرنا، اگر چہ تم نے امامت کی عباء پہن رکھی ہو اور نہ شعر لکھ کر اُن سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو قرآن سے غافل کرنا۔

آپؓ نے اپنے ترکہ میں ستر سے کچھ اوپر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر تھے۔اُن کے متعلق آپؓ نے وصیت کی کہ انھیں اللہ کی راہ میں کام میں لایا جائے۔

(ماہنامہ الرشید، ۱۴۰۴ھ، ساہیوال)

حضرت عبداللہ ابن مُغفّل مزنیؓ کی وصیت

آپؓ بصرہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔دم آخر اعزہ سے وصیت کی کہ: غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا۔اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا کفن ایسا ہی تھا۔نہلاتے وقت صرف احباب ہوں۔رسول اللہ کے صحابی غسل دیں۔جنازہ کے پیچھے آگ روشن نہ کی جائے۔ابن زیاد گورنر بصرہ جنازہ میں شریک نہ ہو۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۳۴)

وصیت کے مطابق حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔سنہ وفات ۵۹ یا ۶۰ ہجری ہے۔بصرہ میں دفن کیے گئے۔ (اصابہ، ج:۴،ص:۱۳۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ جب زندگی سے مایوس ہوگئے تو آپؓ نے وصیت فرمائی کہ: جنازہ جلدی لے چلنا۔یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ چلنا۔جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ وشیون نہ کرنا۔قبر مربع، چار اُنگل اونچی رکھنا۔دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھلانا۔

نالہ وشیون کے روکنے میں اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال میں بعض اعزہ کو وصیت کی تھی اور اس وصیت میں یہ شرط لگادی تھی کہ جو عورت نالہ وشیون کرے گی اس کے متعلق منسوخ ہو جائے گی۔ (سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۱۷۷)

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ جب میں مَر جاؤں تو مجھے میرے عمامے سے تابوت پر باندھ دینا۔ (ابن سعد، ج:۴،ص:۴۲۳۔مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۴۷۱)

بصرہ میں آپؓ کی وفات سنہ ۵۳ ہجری میں ہوئی۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۳۳)

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائیداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں۔ آسان صورت یہی تھی کہ جائیداد فروخت کرکے قرض ادا کر دیا جاتا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، قرض خواہوں کو بلا کر ایک ہزار درہم سالانہ پر راضی کیا۔ اس طرح چار برس پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کر دیا اور جائیداد بچ گئی۔

فرماتے تھے کہ مَیں اپنے بھائی کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔ (سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ کی وصیت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا وقت آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور کہا: میں اپنے آپ کو اس کے سوا اور نہیں خیال کرتا کہ میں وہ پہلا شہید ہوؤں گا جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قتل کیے جائیں گے اور مَیں اللہ کی قسم کسی ایسے کو نہیں چھوڑ رہا ہوں جو حضورؐ کے بعد مجھے تجھ سے زیادہ پیارا ہو اور تجھ پر قرضہ ہے میری جانب سے، میرا قرضہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

(کیونکہ نو لڑکی آپ نے چھوڑیں جن میں چھ خرد سال تھیں)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو واقعی یہ پہلے شہید ہوئے میدانِ اُحد میں۔ (اخرجہ الحاکم، ج:۳،ص:۲۰۳ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۳،ص:۶۹۰۔ اخرجہ البخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی وصیت

انتقال کے وقت آپؓ نے وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ حجاج نہ پڑھائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے اماب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔

(سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۲۶۲)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا وفات کے بعد وصیت کرنا

نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا کہ: حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے بعض راستے میں ظہر اور عصر کے درمیان چلے جارہے تھے۔ اچانک ان کی موت آ گئی اور گر پڑے تو انھیں ان کے گھر والوں کی طرف اُٹھا کر لایا گیا اور ان کو دو کپڑوں اور ایک کمبل سے ڈھانک دیا گیا۔ جب مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت ہوا تو انصار کی عورتیں جمع ہوئیں اور ان کے کنارے رونے چلانے لگیں۔ اچانک کمبل کے نیچے سے آواز سنائی دی کہ وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! خاموش رہو۔ یہ کلمہ دو مرتبہ کہا تو اُن کے چہرے اور سینے پر سے کپڑا ہٹایا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ نبی امّی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے۔ پھر اُن کی زبان سے یہ بھی کہا گیا: سچ کہا! سچ کہا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔قوی ہیں، امین ہیں، بدن میں کمزور تھے۔ اللہ کے کام میں قوی تھے۔ یہ بات اللہ کی کتاب اول میں ہے پھر ان کی زبان پر یہ بات جاری ہوئی۔ سچ کہا! سچ کہا! سچ کہا۔ بیچ کے خلیفہ اللہ کے بندے امیر المومنین وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے روکتے تھے کہ ان کا قوی اُن کے ضعیف کو کھا جائے اور یہ بات اللہ کی کتاب اوّل میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر ان کی زبان پر جاری ہوا: سچ کہا! سچ کہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں۔ مومنین پر رحم کرنے والے ہیں۔ دو باتیں گذر گئی ہیں اور چار باقی رہ گئی ہیں؛

(۱) لوگوں میں اختلاف ہوگا اور ان کے لیے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔

(۲) اور سب عورتیں رونے لگیں گی یعنی عورتوں کی پردہ دری ہوگی۔

(۳) قیامت قریب ہو جائے گی۔

(۴) اور بعض آدمی بعض کو کھا جائے گا۔

(البدایۃ، ج:۶،ص:۱۵۶ او ج:۶،ص:۲۹۳ بحوالہ حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۶۸۶)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے اوسط کی روایت میں اس طرح ہے کہ:

تینوں میں سے زیادہ قوی وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور لوگوں کو اس بات کا حکم نہیں دیتے تھے کہ اُن کا قوی ان کے کمزور کو کھا جائے۔ وہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین ہیں۔ سچ کہا! سچ کہا!! یہ بات کتاب اوّل میں لکھی ہوئی ہے۔

پھر کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو بہت سے گناہ سے روک دیا۔ دو باتیں گذر گئیں اور چار باقی رہ گئیں۔ پھر لوگ اختلاف کریں گے اور ان کا بعض بعض کو کھا جائے گا۔ کوئی انتظام نہ رہ جائے گا اور جانور کی طرح عورتیں بچہ جنیں گی۔

پھر مسلمانوں کو ڈرایا اور کہا: اللہ کی کتاب اور اس کی تقدیر پر اے لوگو راضی ہو جاؤ۔ اپنے امیر کی طرف متوجہ رہنا۔ اور اس کا کہنا سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ جس نے امیر سے اِعراض کیا، اس کا خون محفوظ نہیں رہے گا۔ اللہ کا یہ امر لکھا ہوا اور مقدر کیا ہوا ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے۔ اور تمام انبیاء اور تمام صدیق کہہ رہے ہیں، تجھ پر اللہ کا سلام ہو۔

روایت میں یہ بھی ہے: یہ احمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اے رسول اللہ! تم پر اللہ کا سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اللہ کی برکت ہو۔ (البدایہ، ج:٦، ص:١٥٧)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ: تم لوگ جاؤ اور میرے لیے وسیع اور گہری قبر کھودو۔ لوگ قبر کھود کر آئے اور عرض کیا کہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

آپؓ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! دو منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ یا تو ہر چہار جانب سے چالیس چالیس ہاتھ مجھ پر وسیع ہو جائے اور پھر حق جل مجدہ جنت کا دروازہ کھول دے گا اور میں اس کے ذریعہ حور العین اور دار کرامت کی تمام نعمتوں کا بخوبی مشاہدہ کروں گا جو حق تعالیٰ نے میرے لیے جنت میں تیار کر رکھی ہیں اور آج میں جتنا تمہارے اس مکان سے قریب ہوں اس سے زیادہ دار آخرت کے مکان سے قریب تر رہوں گا۔ ساتھ ہی جنت کی تمام پُر بہار نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہوں گا یہاں تک کہ قیامت میں قبر سے اُٹھایا جاؤں۔ اور اگر اس

کے خلاف ہوا، بس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی ذلت سے، تو میری قبر مجھ پر تنگ کردی جائے جیسے کہ شیشہ میں باریک سوراخ ہو پھر حق جل مجدہ نارِ جہنم کا دروازہ کھول دے گا جس سے میں وہ تمام بیڑیاں اور زنجیریں دیکھوں گا جو میرے لیے تیار کی گئی ہیں۔ اور آج میں جس قدر تم سے قریب ہوں اس سے بھی زیادہ قریب جہنم سے ہوؤں گا۔ جس سے دہکتے ہوئے شعلے، جہنم کی جھلسانے والی ہَوا مجھ کو لگے گی اور یہ اس وقت تک ہوتا ہی رہے گا یہاں تک کہ میں قیامت میں اُٹھایا جاؤں۔ (الحلیہ، ج:۱، ص:۲۶۳)

اور وفات سے چند منٹ پہلے آپؓ نے وصیت کی:

جب تم میرا جنازہ لے کر چلو تو تیز قدم چلنا۔ اور میرے جنازہ کے پیچھے آگ مت لے چلنا اور میرے جسم و لحد کے درمیان کوئی دوسری چیز نہ حائل کرنا۔ (یعنی میرے جسم کو مٹی پر ہی رکھنا، چٹائی وغیرہ قسم کی چیز درمیان میں نہ رکھنا)۔ اور میرے قبر پر تعمیر وغیرہ نہ بنانا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ ہر رونے والی، گریبان چاک کرنے والی، بال نوچنے والی سے بیزار ہوں اور دیکھو! مجھ کو تکلیف نہ پہنچانا مجھ پر بین کے ذریعہ۔ (احکام الجنائز۔ البانی، ص:۸)

وفات سے قبل اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ دیکھو جب میں مَروں تو کسی کو میری اطلاع نہ کرنا۔ اور میرے لیے قبر گہری کھودنا اور نہ میرے جنازے کے ساتھ آگ یا رونے والی کرنا اور مَیں بَری ہوں جو سر منڈائے، یا رنج کی باتیں کرے اور کپڑے پھاڑے۔

(ابن سعد، ج:۴، ص:۲۶۴)

وفات کے وقت ۶۱/سال کی عمر تھی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں فرمایا کہ: اگر میں یہ جانتا کہ یہ میرا آخری دن اس دنیا کا ہے اور پہلا دن آخرت کا تو یہ بات جو تم کو کہنے جارہا ہوں، نہ کہتا۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں فقر و تنگدستی کو تونگری و فراخی پر پسند کرتا تھا اور گمنامی و گوشہ نشینی کو منصب عزت پر۔ اور موت کو زندگی پر۔ مگر اے حبیب (موت) تو فقر و فاقہ کی

حالت میں آیا ہے۔ وہ شخص کامیاب ہرگز نہیں ہوا جو تیری آمد پر شرمندہ و پشیمان ہوا۔ (الحلیہ :۲۸۲)

اور آپؓ نے فرمایا: الحمدللہ! اس اللہ کی تعریف ہے جس نے فتنوں اور فساد سے نجات دیا۔

ربیع بن خالد کہتے ہیں کہ میں رات میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپؓ نے پوچھا کہ: کیا وقت ہو رہا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ: جوف اللیل یعنی رات کا آخری حصہ۔ تو آپؓ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس صبح سے جو جہنم کی طرف ہو۔ پھر انھوں نے پوچھا : کیا میرا کفن لائے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! لایا ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا: دیکھو میرے کفن میں غلومت کرنا (یعنی قیمتی کفن مجھ کو نہ دینا) اس لیے کہ اگر حق جل مجدہ کے پاس میرے لیے بھلائی و خیر ہے تو وہ خود ہی اس کفن سے بہتر کفن عنایت کرے گا ورنہ یہ تمہارا دیا ہوا کفن بھی مجھ سے اُتار لیا جائے گا اور چھن لیا جائے گا۔

آپؓ نے وصیت کی کہ: مجھے دو سفید و موٹے کپڑے میں کفن دینا۔ کیونکہ یہ کفن تھوڑے ہی وقت کے لیے میرے ہمراہ رہے گا اور پھر اچھا کفن یا برا بدل دیا جائے گا۔

(الحلیہ، ج:۱،ص:۲۸۳)

وفات سے پہلے آپؓ کی عجیب کیفیت تھی۔ نہایت سراسیمہ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ: دنیا چھوڑنے کا غم نہیں۔ موت مجھ کو محبوب ہے لیکن اس لیے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت انھوں نے آخری سانس لی تو فرمایا: اے اللہ! اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔ (اسد الغابۃ، ج:۱،ص:۳۹۲)

وفات سے قبل اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علیؓ سے بیعت کرنا کیونکہ آپؓ نے خود بھی علیؓ کی بیعت کی تھی۔ (سیر الصحابۃ، ج:۵،ص:۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن العباس رضی اللہ عنہ کی وصیت

اے گنہگاروں کی جماعت! سوء عاقبت سے مامون نہ رہو۔ دانستہ گناہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ دیکھو کراماً کاتبین سے شرم و حیا کی چادر چاک کر کے جان بوجھ کر گناہ کرنا پہلے گناہ سے

بھی بڑا گناہ ہے۔ تیرا ہنسنا باوجودیکہ تو نہیں جانتا ہے کہ حق جل مجدہ تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا بڑا گناہ ہے۔ گناہ کرنے کے بعد کیے ہوئے گناہ پر خوش ہونا گناہوں میں بڑا گناہ ہے۔ گناہ کے چھوٹ جانے پر غمگین ہونا گناہ کر کے خوش ہونے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور جب تو گناہ کرتا رہتا ہے اور ہوا تیرے دروازہ کو ہلا دیتی ہے اور تو اس وقت ڈر جاتا ہے کہ شاید کوئی آ جائے گا اور تو حق جل مجدہ سے نہیں ڈرتا حالانکہ وہ تیری طرف دیکھتا ہی رہتا ہے، سب سے بڑا گناہ ہے۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ ایوب علیہ السلام کا گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے ایوب علیہ السلام کو جسمانی بلاؤں میں اللہ نے مبتلا کیا تھا اور مال و دولت بھی لے لیا تھا؟

وہ گناہ یہ تھا کہ ایک مسکین نے ظلم کے خلاف اُن سے مدد طلب کی تھی اور انھوں نے مدد نہ کی اور نہ امر بالمعروف انھوں نے کیا اور نہ ظالم کو ظلم سے روکا تو حق جل مجدہ نے ابتلاء میں ڈال دیا۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۳۲۴)

حضرت طلحہؓ بن البراءؓ کی وصایا

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ حضرت طلحہؓ بیمار ہوئے۔

پیغمبر اسلام عیادت کو تشریف لائے۔ صحت جواب دے رہی تھی، اس لیے آپؐ نے فرمایا اگر انتقال ہو جائے تو اطلاع دینا۔ اسی شب کو حضرت طلحہ کا پیغامِ اجل آیا تو حضرت طلحہؓ نے گھر والوں کو کہا کہ آنحضرت ﷺ کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں۔ رات کا وقت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے، اس لیے مجھ کو تم ہی لوگ دفن کر دینا۔ چنانچہ گھر والوں نے اِسی وصیت پر عمل کیا۔ صبح کو پیغمبرِ اسلامؐ کو اطلاع ہوئی تو صحابہؓ کو لے کر قبر پر تشریف لائے۔ نمازِ جنازہ پڑھی اور دعا کی: اے رب! طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں۔ (سیر الصحابۃ، ج:۵،ص:۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہما کی وصیت

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو فتنہ حجاج میں تیر مارا گیا جس سے وہ زمین پر گر پڑے اور انھیں اندیشہ ہوا کہ زخم نہ رُکے تو فرمایا: اے مصائب کے فرزند! مجھے مناسک ادا کر لینے دو۔ جب تکلیف بڑھ گئی تو حجاج بن یوسف عیادت کو آیا اور کہنے لگا کہ: اگر مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کو تکلیف کس نے پہنچائی ہے تو میں یوں یوں کرتا۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو ہی تو ہے جس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ تو نے اس دن ہتھیار اُٹھایا جس دن ہتھیار اٹھایا نہیں جاتا۔ یہ سن کر حجاج چلا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ: مجھے تین چیزوں کے سوا دنیا کی کسی چیز پر افسوس نہیں ہے:

(۱) دوپہر کی پیاس، کہ اس حالت میں روزے نہ رکھے۔

(۲) رات کی مصیبت، کہ عبادتِ الٰہی میں شب کیوں نہ بسر کی۔

(۳) اور اس پر کہ میں نے اس باغی گروہ سے قتال نہ کیا جو مجھ پر گھس آیا تھا۔

اور ایک شخص کو بلا کر وصیت کی کہ وہ ان کو غسل دے۔ اور یہ کہ انھیں حرم میں دفن نہ کیا جائے۔ مگر اکثریت آراء سے انھیں حرم میں ہی دفن کیا گیا اور حجاج نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے سالم سے کہا: اے فرزند! اگر میں مر جاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا کیونکہ مہاجر ہو کر نکلنے کے بعد حرم میں دفن ہونا ناپسند کرتا ہوں۔

مگر آپ کو مقبرۂ مہاجرین میں دفن کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۳۲۱)

آپؓ کی وفات سنہ ۷۴ ہجری کو مکہ میں ہوئی۔

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی وصایا

حق بات کو قبول کرو گرچہ تم کو اجنبی اور تمہارا دشمن ہی بتلائے۔ اور باطل و ناحق کو رد کر دو گرچہ قریبی رشتہ دار اور دوست ہی کیوں نہ بتلائے۔ لوگوں سے دوستی و تعلق بقدر اس کے تقوی کے رکھو۔ اپنی زبان کو بے تحقیق کسی کے سلسلے میں نہ کھولو۔ زندگی پر نازاں مت ہو۔ مگر دیکھو کہ مُردہ کس قدر زندگی پر رشک کرتے ہیں۔ (الحلیہ، ج:۹، ص:۱۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو مَیں عیادت کے لیے گیا۔ اور میں نے دعا کی: یا اللہ! ابو ہریرہ کو شفا دیجیے۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: یا اللہ! تو صحت کو واپس نہ کر۔ پھر کہنے لگے: اے ابو سلمہ! عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اُن میں سے ایک شخص کو موت زرِ سرخ سے زیادہ محبوب ہوگی۔

اے ابو سلمہ! اگر میں کچھ دن اور زندہ رہا تو عنقریب وہ وقت آئے گا کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا اور کہے گا کہ کاش تمہارے بجائے اس قبر میں میں ہوتا۔ یا اس کی جگہ میں ہوتا (یعنی فتنہ وفساد عام ہوگا)۔

جب موت کا وقت آیا تو آپؓ نے وصیت کی کہ: میری قبر پر شامیانہ نہ لگانا اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ لے چلنا۔ اور جب تم لوگ میرے جنازہ کو اُٹھانا تو تیز قدم لے چلنا۔ کیونکہ اگر میں نیک ہوں تو تم میرے رب کے پاس لاؤ گے (اور میں جلد اپنی بھلائی و رحمت کو پالوں گا) اور اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو وہ صرف ایک ایسی چیز ہوگی جسے تم لوگ اپنے کندھوں سے پھینک دو گے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ صالح اور مومن کا جسم تابوت پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر قبرستان کو لے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے: مجھے جلد لے چلو، مجھے آگے کرو۔ اور اگر کافر یا بدکار ہوتا ہے تو کہتا ہے: ہائے بدبختی! ہائے بدبختی! ہائے میری خرابی و بربادی! تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ کتبِ حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ: اس آواز کو جنات و انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو کر گر جائے (اور لوگ اپنے مُردوں کو دفن ہی نہ کریں)۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۴۶۸)

آپؓ نے مرض الوفات میں فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ملاقات کو پسند کر۔

آپؓ مرض الوفات میں رو رہے تھے، آپؓ سے سبب معلوم کیا گیا تو فرمایا کہ: میں تمہاری اس دنیا پر نہیں روتا ہوں، میں اپنے سفر کی دوری اور توشے کی کمی پر روتا ہوں۔ مَیں نے

جنت و دوزخ کی منزل کی راہ پر صبح کی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کس راہ پر مجھ کو چلایا جائے گا۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپؓ نے وصیت کی: نہ مجھ کو عمامہ باندھنا اور نہ کرتہ پہنانا۔

آپؓ کی وفات سنہ ۵۹ ہجری میں ۷۸ سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں ہوئی۔ آپؓ پر ولید بن عتبہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ وہ والیٔ مدینہ تھا۔ اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۴۷۰)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی علالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ رو رہے تھے۔ معلوم کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! نہ موت کی پریشانی سے روتا ہوں اور نہ دنیا کی حرص سے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کا دنیا سے انتہائی سامانِ عیش ایسا ہونا چاہیے جیسے سوار کا توشہ۔ اور میرے اردگرد یہ اشیاء ہیں۔ (حالانکہ وہ اشیاء ایک بڑا پیالہ، ایک لگن اور ایک ہانڈی تھی)

مدائن کے امیر سعد بن مالکؓ نے وصیت کی درخواست کی، تو فرمایا: اے سعدؓ! جب کسی کام کا قصد و ارادہ کرو تو اس وقت اللہ حق جل مجدہ کو ضرور یاد رکھو۔

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ دیکھو! جو شخص تم میں سے حج یا عمرہ یا جہاد یا تحصیلِ علمِ قرآن میں مَر سکے تو اسی راہ میں مَرنا چاہیے۔

اور تم میں سے کوئی شخص فاجر (بدکار) اور خائن (دغاباز) ہو کے ہرگز نہ مَرے۔

وفات سے قبل آپؓ نے اپنی اہلیہ بُقَیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ وہ امانت جو میں نے تمہارے پاس رکھوائی تھی لاؤ۔ اہلیہ نے ایک مشک کی تھیلی جو ان کے پاس فتح جلولاء کے دن رکھوائی تھی، لائی۔ فرمایا کہ: ایک پیالہ میں پانی بھی لاؤ۔ آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اس پیالہ میں مشک ڈالا اور گھول دیا اور اہلیہ سے کہا کہ اس کو میرے اردگرد ہر چہار جانب چھڑکاؤ کردو۔ وہ اپنے ایک بالاخانہ میں تھے جس کے چہار دروازے تھے۔ فرمایا: ان دروازوں کو بھی کھول دو

کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو کھاتی پیتی نہیں ہے اور خوشبو محسوس کرتی ہے۔ پتہ نہیں، ان چاروں دروازوں میں سے کس دروازہ سے آئیں۔ اور تم بالاخانہ سے نیچے اُتر جاؤ اور تھوڑی دیر ٹھہری رہو۔ اہلیہ نیچے اُتر کر چھپ گئیں اور قدرے رُکی رہیں کہ ایک آواز سنائی دی۔ جب اوپر گئیں تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

آپؓ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خواب میں وصیت کی کہ توکل ہر حال میں اختیار کرو۔ توکل سے بہتر کوئی چیز نہیں اور توکل ہر وقت ہر مقام پر کام دے گا۔

(ابن سعد، ج:۴، ص: ۲۴۵۔ الحلیہ، ج:۱، ص: ۲۰۸)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا تو اپنے فرزند کو وصیت کی: اے فرزند! لوگ اپنی میّتوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرتے ہیں۔ جب میں مَروں تو مجھے اُس اونچی زمین (ظہر) پر دفن کرنا کیونکہ جب تم مجھے اونچی زمین پر دفن کرو گے تو کہا جائے گا کہ اونچی زمین پر اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں سے ایک شخص دفن کیا گیا ہے، لہٰذا لوگ بھی اپنی میّتوں کو دفن کریں گے۔ (ابن سعد، ج:۴، ص: ۲۷۹۔ الحلیہ: ج:۱، ص: ۱۴۷)

آپؓ کوفہ میں دفن کیے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ صفین سے واپس ہو رہے تھے۔ آپؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور کوفہ کی آبادی سے باہر آپ کی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر ۷۲ سال تھی۔ یہ سنہ ۳۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

جب آپؓ کی حالت نازک ہوئی اور کفن لایا گیا تو اسے دیکھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے: آہ! حمزہ کو پورا کفن میسر نہ ہوا تھا۔ ایک معمولی چھوٹی سی چادر میں کفن دیا گیا جو جسم کو بھی نہ ڈھانپ سکی۔ بالآخر سر ڈھانک کر پاؤں اذخر گھاس سے چھپائے گئے۔

کسی عیادت کرنے والے نے عرض کیا: مبارک ہو! کل آپ اپنے ساتھیوں سے ملیں گے۔ یہ سن کر رقت طاری ہو گئی۔ فرمایا: میں تو موت سے نہیں ڈرتا بلکہ تم لوگوں نے ایسے

لوگوں کی یاد دلا دی جو اس دنیا سے اجر و ثواب کے مستحق ہو کر اُٹھے۔ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں ثواب و اجر کے بدلے میں مجھ کو یہ دنیا نہ ملی ہو۔ (سیر الصحابۃ، ج:۱،ص:۱۹۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مرض الوفات میں وصیت کی کہ اُنھیں محمد بن سیرین غسل دیں، کفنائیں اور وہی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور تلمیذ خاص ثابت بنانی کو وصیت کی کہ موئے مبارک صلی اللہ علیہ وسلم میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ تعمیلِ حکم کی گئی اور اسی حالت میں روحِ مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۱۲۲)

آپؓ کی وفات بصرہ میں ۱۰۷ یا ۱۰۳ سال کی عمر میں سنہ ۹۲ یا ۹۳ ہجری میں ولید بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی۔ محمد بن سیرین اس وقت جیل خانہ میں تھے۔ حاکم وقت نے آپ کو اتنے وقت کی فرصت دی کہ آپ وصیت کو پورا کر سکیں۔ آپ تجہیز و تکفین کے بعد پھر جیل واپس چلے گئے۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۴۸)

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی: پیارے بچو! اپنے بڑے کو سردار بناؤ کیونکہ جو بچے اپنے بڑے کو سردار بناتے ہیں وہ اپنے باپ کا خلیفہ ہوتا ہے اور جو چھوٹے کو سردار بناتے ہیں وہ اپنے ہم عصروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں اور بقدر کفاف مال کمانا اور اس کو محفوظ رکھنا کیونکہ یہ بزرگوں کے لیے موجب جاہ و دبدبہ ہے اور اس کی وجہ سے کنجوسوں سے بے نیازی حاصل ہوتی ہے۔ خبردار! لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا کیونکہ سوال انسان کی سب سے مجبوری کی کمائی ہے۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نوحہ نہیں کیا گیا اور مجھے بکر بن وائل سے چھپا کر دفن کرنا کیونکہ ہم جاہلیت میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی تدبیروں میں لگے رہا کرتے تھے۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۵۸)

مستدرک حاکم میں اتنا اضافہ ہے: اپنے اونٹوں کو بے محل نہ صَرف کرنا لیکن برمحل صرف کرنے میں بھی بخل نہ کرنا۔ کم اصلوں سے شادی نہ کرنا۔ ممکن ہے اس سے وقتی مسرت

حاصل ہولیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہیں زیادہ نقصان رساں ہوگی۔ اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح تمہاری دشمن ہوگی۔ مجھ کو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہاں بکر بن وائل کا گذر ہوسکے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کے ساتھ میرے اختلاف اور جھگڑے رہ چکے ہیں، اس لیے خطرہ ہے کہ وہ انتقام میں قبر کھود ڈالیں اور تم اس کے انتقام میں ان کی دنیا اور وہ تمہاری آخرت برباد کریں گے۔

پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا اور کہا: اس کو توڑو۔ اس نے توڑ دیا۔ پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیے۔ اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا۔ یہ مشاہدہ کرانے کے بعد کہا کہ: اتحاد و اتفاق اور تشتّت و اختلاف میں تمہاری حالت اسی تیر کی طرح ہے۔ یعنی اگر متفرق رہوگے تو ہر شخص زیر کرلے گا اور اگر مل کر رہوگے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۱ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۷،ص:۱۹۶)

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کی وصیت

۸۳ / برس کی عمر پاکر سنہ ۵۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی کہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھائیں لیکن وہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر عقیق میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنے میں دیر ہوئی تو مروان بن حکم والیٔ مدینہ نے کہا کہ ایک شخص کے انتظار میں جنازہ کب تک پڑا رہے گا؟ اور چاہا کہ خود آگے بڑھ کر امامت کرے۔ لیکن عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اجازت نہ دی اور قبیلہ بنی مخزوم ان کی حمایت کے لیے تیار ہوگیا۔ اسی دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور نمازِ جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۳۹۴)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی وصایا

صاحبو! دنیا محض ایک گزرگاہ ہے جس کا بڑا حصہ گزر چکا۔ اب صرف ریزش باقی ہے۔ جس طرح کسی ظرف کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر میں کچھ دیر تک تقاطر کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ہاں تم یقیناً اس دنیا سے ایک جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں تو پھر کیوں نہیں بہتر سے بہتر تحائف اپنے ساتھ لے جاتے ہو۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی

ٹکڑا جہنم کے کنارے سے لڑھکایا جائے تو ستّر برس میں بھی وہ اس کی گہرائی کو طے نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ کی قسم! تم اس کو بھردوگے۔ کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہوں گے کہ چالیس سال میں اس کی مسافت طے ہوسکتی ہے، لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ اُن پر سخت اژدہام ہوگا۔ جب میں ایمان لایا تو رسول اللہؐ کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے۔ عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتوں پر گذارہ ہوتا تھا۔ جس سے آنتوں میں زخم پڑ جاتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ ایک چادر مل گئی جس کو چاک کر کے میں نے اور سعد نے تہہ بند بنایا۔ لیکن ایک دن وہ بھی آیا جب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہوچکی ہے۔ انجام کار بادشاہت ہوگی اور تم عنقریب ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔ والسلام۔ (مسند ابن حنبل، ج:۴، ص:۱۷۴ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۲، ص:۴۲۱)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے ایک روز قبل مَیں نے اور عبداللہ نے ایک ساتھ دعاء مانگی تھی۔

میرے الفاظ تھے: اے اللہ! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہوتا کہ میں تیری راہ میں اس کو قتل کروں۔

عبداللہ نے آمین کہا۔ پھر دست بدعا ہوئے: یا اللہ! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور سریع الغضب ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے معرکہ آرا ہوؤں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے ناک، کان کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں گا اور تو فرمائے گا: اے عبداللہ! یہ تیرے کان، ناک کیوں کاٹے گئے، تو عرض کروں گا: تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے۔ ان کو اپنی یہ تمنا اس قدر متوقع الحصول نظر آتی تھی کہ قسم کھا کھا کر کہتے تھے: یا اللہ! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں دشمن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے میرا مثلہ کرے گا۔

الغرض ۷رشوال سنہ ۳ ہجری سنیچر کے روز معرکہ کارزار گرم ہوا۔ حضرت عبداللہ بن جحش

اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی، جس نے ان کے ہاتھ میں تلوار کا کام دیا۔ دیر تک لڑتے رہے بالآخر اسی حالت میں ابوالحکم ابن اخنس ثقفی کے وار نے شہادت کی تمنا پوری کردی۔ مشرکین نے مثلہ کیا اور ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پرو دیے۔ حضرت سعد نے دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ (اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۱۳۱ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۲، ص:۴۳۴)

چنانچہ اپنے ماموں سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغامِ اجل آیا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے۔ ایک دن سورۂ برأت (توبہ) تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آیت ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّ ثِقَالاً﴾ پر پہنچے تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا۔ گھر والوں سے کہا کہ اللہ نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے۔ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ سفر کا انتظام کردو (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے۔ گھر والوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے! عہدِ نبویؐ کے کل غزوات میں شریک ہوچکے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں برابر جہاد کیا۔ اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے؟ آپ گھر میں بیٹھیے۔ ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے۔ حضرت ابوطلحہؓ بھلا کب رُک سکتے تھے۔ شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ بولے: جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ گھر والوں نے چار و ناچار سامان سفر درست کیا۔ اور یہ ستّر برس کا بوڑھا مجاہد، اللہ کا نام لے کر چل پڑا۔ غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابوطلحہ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آ پہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔ بحری سفر تھا۔ زمین کہیں نظر نہ آتی تھی۔ ہَوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لیے جارہے تھے۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑی رہی۔ آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا۔ اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اُتر کر دفن کیا۔ لاش بعینہٖ صحیح و سالم تھی۔ سنہ وفات ۳۱ یا

۳۳ ہجری ہے۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۱۶۴)

ابی جعفر خطمی کو اپنے دادا عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

اے بیٹے! خبر دار بے وقوفوں کی ہم نشینی سے دور رہنا کہ وہ خطرناک لاعلاج مرض ہے۔ جو بے وقوف سے کنارہ رہتا ہے خوشی ملتی ہے۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے شرمندگی و ذلت ملتی ہے۔ بے وقوفوں کی تھوڑی سی اذیت کو نہ برداشت سے ناقابل تلافی بڑے نقصانات کو جھیلنا پڑتا ہے۔ اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس کو نامناسب احوال اور اذیت پر صبر کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی پوری اُمید رکھنی چاہیے۔ کیونکہ حق جل مجدہ سے ثواب کی اُمید ہر مصیبت و بلاء کے پہاڑ کو جھیلنا آسان کردیتی ہے۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۹)

حضرت عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی: اے بیٹے! بیوقوفوں کی ہم نشینی سے دور رہنا کہ ان کی صحبت خطرناک روگ ہے۔ جو بے وقوف سے دور رہتا ہے اس کو خوشی و راحت ملتی ہے اور جو ان کے قریب ہوتا ہے پشیمانی و شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور جو بیوقوفوں کی ہلکی اذیت پر صبر و رضا نہیں کرتا اس کو پھر مہلک و زبردست اذیت اُٹھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اور جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ارادہ کرے تو اس کو اس راہ کی اذیت و مصائب و آلام پر صبر و استقامت کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے اور حق تعالیٰ سے اجر عظیم کا یقین رکھنا چاہیے، اس لیے کہ مولا جل و علا سے ثواب کا یقین رکھنا اس راہ کی اذیت کو خاک پا بنادے گا اور مقصود آسان ہو جائے گا۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وصایا

مرض الوفات میں آپ نے یوسف بن عبد اللہ بن سلام کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کردو۔ اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان اُمنڈ آیا۔ گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے۔ اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا: مجھ کو یہاں سے باہر لے چلو۔ باہر آ کر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو خطاب کر کے ایک حدیث بیان کی اور اپنے اشاعتِ حدیث کا جوش اس وقت بھی پورا کیا؛ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا سَأَلَ مُعَجَّلاً اَوْ مَؤَخَّراً قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَ الْاِلْتِفَاتَ فَاِنَّهُ لا صَلاةَ لِلْمُلْتَفِتِ فَاِنْ غَلَبْتُمْ فِي التَّطَوُّعِ فَلا تَغْلِبَنَّ فِي الْفَرِيْضَةِ.

(مسند احمد، ج:٦، ص:٤٤٣)

ابو درداء کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت (تحیۃ الوضوء) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری فرماتا ہے جلد یا بتاخیر۔ ابو درداء نے کہا اے لوگو! نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے باز رہو اس لیے کہ یہاں وہاں دیکھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر تم نفل میں یہاں وہاں دیکھ لو (تو اگرچہ سخت ناپسند ہے اتنا ہرج نہیں لیکن) فرض نماز میں ہرگز یہاں وہاں نہ دیکھو۔

بوقتِ وفات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر گریہ و زاری کا عجیب عالم تھا۔ ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے عرض کیا: آپ صحابی رسول ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہ روؤں! خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو۔

اسی حالت میں اپنے صاحبزادے بلال کو بلایا اور فرمایا دیکھو! ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے۔ اُس دن کے لیے کچھ کر رکھنا۔ موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آپ پر خوفِ الٰہی کا نہایت غلبہ تھا۔ بیوی جو پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی کہا: تم موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا: یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے۔ یہ کہہ کر روئے پھر فرمایا: یہ میرا اخیر وقت ہے۔ کلمہ طیبہ

’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘ پڑھاؤ۔ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے۔ اور حضرت ابودرداء اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی۔ ہجرت کے ۳۲ ویں سال اس مسافر کارواں نے سرائے عالم کو چھوڑ کر وطن ابدی کو زینت بخشی۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۱۷۴)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ جو مسیلمہ کذاب کی جماعت کے ساتھ لڑی گئی تھی، اس میں شرکت کی۔ اپنے دستِ آہنی سے پورے ایک سو کو واصلِ جہنم کیا اور شرکت میں جو مارے ہوں گے ان کی تعداد شمار میں نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب ایک باغ میں چھپا ہوا تھا اور دروازہ بند کیے ہوئے تھا۔ حضرت براءؓ دیوار چڑھ گئے اور باغ کے اندر کود کر دروازہ کھولا تھا۔ درمیان جنگ آپ کے جسم پر تیر اور نیزہ کے ۸۰۰ سے زائد زخم تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایام علالت میں ساتھ رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، وہ رجزیہ اشعار ترنم سے پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا کہ: اللہ نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن)، اس کو لحن سے پڑھیے۔ فرمایا: شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے لیکن اللہ کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ میں جب مَروں گا تو میدان میں مَروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے متعلق فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ بال، غبار آلود جن کی لوگوں میں کوئی وقعت نہیں ہوتی جب اللہ سے قسم کھا بیٹھتے ہیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے اور براء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔

اس بناء پر مسلمانوں کو جب تستر میں ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے کہ آج قسم کھائیے۔ فرمایا: اے اللہ تبارک وتعالی! میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرما۔

اس کے بعد فوج لے کر خود حملہ کیا۔ زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ امراء میں سے تھا، مقابلہ پر آیا۔ انھوں نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا اور نہایت جوش سے

مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے۔ عین پھاٹک پر ہرمز سے ان کا سامنا ہوا۔ دونوں میں پُرزور مقابلہ ہوا حضرت براء بن مالکؓ شہید ہوئے۔ لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ یہ ۲۰ ہجری کا واقعہ ہے۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴، ص:۲۴۲)

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال ہوا۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ: مجھ کو قبلہ رُخ قبر میں رکھنا اور میرا ثلث مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر ہے۔ جس مصرف میں چاہیں صَرف کریں۔ یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر ان کی قبر پر جلوہ افروز ہوئے اور نمازِ جنازہ پڑھی اور جس مال کے لیے حضرت براء نے وصیت کی تھی اسے قبول فرما کر پھر ان کے لڑکے کو واپس کر دیا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴، ص:۲۴۹)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصایا

سنہ ۱۲ ہجری میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا۔ حضرت ثابت بن قیسؓ اس میں شریک تھے۔ نہایت جوانمردی و پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی۔

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی۔ ایک مسلمان نے اُتار لی۔ ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت ان سے کہہ رہے ہیں: فلاں مسلمان نے میری زرہ اُتار لی ہے۔ تم خالدؓ سے کہو کہ اس سے وصول کر لیں اور مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں۔ حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں اور طبرانی میں تفصیل سے موجود ہے۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴، ص:۲۵۳)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خبر گیری کے لیے بھیجا تھا۔ راستہ میں قبیلہ لحیان نے گھیرے میں لے لیا۔ سات آدمی تو شہید ہوگئے۔ تین زندہ بچے، ان میں خبیبؓ بھی تھے۔ ایک تو پھرلڑ بھڑ کر شہید ہوگئے۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا جسے غزوۂ بدر میں انھوں نے قتل کیا تھا۔ عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں قید کیا۔ ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا۔ عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔

(استیعاب، ج:۱،ص: ۱۶۸ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۳۰۹)

دورانِ اسیری آپ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی ؛ (۱) آبِ شیریں پلانا۔ (۲) بتوں کے نام کا ذبیحہ نہ کھلانا۔ (۳) قتل سے پہلے خبر کر دینا۔

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی۔ قتل سے قبل آگاہ کر دیا گیا تھا۔ تو انھوں نے طہارت کے لیے استرہ مانگا۔ اس نے لاکر دیدیا۔ اسی دوران اس کا بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا آیا۔ انھوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا۔ ماں کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ اس کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے۔ یہ منظر دیکھ کر کانپ اُٹھی۔

حضرت خبیبؓ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لوں گا۔ حاشا! یہ ہماری شان نہیں۔ (بخاری، ج:۲،ص: ۱۸۵ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۴،ص: ۳۱۰)

پھر مزاح میں فرمایا کہ: اللہ نے تم پر مجھ کو قادر کر دیا۔ بولی کہ: تم سے تو یہ اُمید نہ تھی۔ انھوں نے استرہ اس کے آگے ڈال دیا اور کہا کہ: میں مذاق کر رہا تھا۔ (استیعاب، ج:۱،ص:۱۶۸)

عقبہ کی بیوی کہتی ہے کہ مَیں نے بارہا خبیبؓ کے ہاتھ میں اُنگور کا خوشہ دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کی فصل بھی نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ بدھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ یقیناً اللہ کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا۔ (بخاری، ج:۲،ص: ۵۸۵)

شہادت : حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ حرم سے باہر تنعیم میں

ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا۔ آدمی جمع کیے گئے۔ مرد، عورت، بوڑھے، بچے، امیر و غریب، رذیل و شریف، غرض ساری خلقت تماشائی تھی۔ جب لوگ عقبہ کے گھر سے ان کو لینے کو آئے تو فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ (بخاری، ج:۲،ص:۵۶۹)

زیادہ پڑھوں گا تو کہوگے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ دعا زبان پر تھی:

اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَ اقْتُلْھُمْ بَدْرًا وَ لَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا.

پھر چند اشعار پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی محبت میں اگر وہ چاہے تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

(۲) اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر اللہ کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں۔

عقبہ بن مارث اور میبرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا۔ چند منٹ بعد سر اقدس دار پر تھا۔ لیکن یہ مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا۔ اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون کے ساتھ جان دی۔ (استیعاب، ج:۱،ص:۱۶۸ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۳۱۱)

آنحضرت ﷺ کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ ہوئی تو فرمایا: اے خبیب! تجھ پر سلام ہو۔ اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس شہیدِ وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لیے مکہ بھیجا۔

عمرو رات کو ڈرتے ڈرتے سولی کے پاس گئے۔ درخت پر چڑھ کر رسّی کاٹی۔ جسد اطہر زمین پر گرا۔ چاہا کہ اتر کر اُٹھالیں۔ لیکن یہ زمین اس جسم کے قابل نہ تھی۔ فرشتوں نے اُٹھا کر اس مقام پر پہنچا دیا جہاں شہیدانِ وفا راہِ الٰہی کی روحیں رہتی ہیں۔ عمرو بن اُمیّہ کو سخت حیرت ہوئی۔ بولے کہ کیا انھیں زمین تو نہیں نگل گئی۔

(فتح الباری، ج:۷،ص:۲۹۵۔ اصابہ، ج:۲،ص:۱۰۴۔ سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۳۱۱)

حیرت و اسلامی غیرت: قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہیں کیا تھا مگر خود بخود چہرہ قبلہ رخ ہو جاتا تھا۔ مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا وہ کسی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا۔ اور نامرادوں کو ناکامی رہی۔ (اصابہ، ج:۲،ص:۱۰۴)

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی شہادت وآخری کلمات

حضرت خبیب و زید رضی اللہ عنہما دونوں مشرکین کے ہاتھوں قید ہوئے تھے۔ حضرت خبیبؓ کا واقعہ لکھا جاچکا ہے۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن اُمیّہ نے خریدا اور بہت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کروں گا۔ صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا کہ تنعیم لے چلو۔ قتل گاہ پہنچے تو ابوسفیان نے پوچھا: زید! اللہ کی قسم سچ سچ بتانا۔ اگر تمہارے بجائے محمدؐ ہوں اور ہم ان کی گردن ماردیں اور تم اپنے گھر محفوظ رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان اس جملہ کو سن کر دنگ رہ گیا۔

اس کے بعد ان کو قتل کردیا گیا۔ یہ سنہ ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۳۶۳)

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وصایا

مؤطا میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا۔ ایک شخص نے کہا: میں جاتا ہوں (یہ غزوہ اُحد کا واقعہ ہے)۔ زرقانی میں ہے کہ انھوں نے جاکر لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی۔ شہر خموشاں میں ہر طرف سنّاٹا تھا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ لیکن جب یہ آواز دی کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مُردوں (شہیدوں) میں ہوں۔ یہ حضرت سعدؓ کا آخری وقت تھا۔ دم توڑ رہے تھے۔ زبان قابو میں نہ تھی۔ تاہم اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو اللہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوگے۔ کیونکہ لیلۃ العقبۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی۔ یہ شخص جس کا نام بعض روایتوں میں ابی ابن کعبؓ آیا ہے، وہیں کھڑے رہے اور حضرت سعدؓ کی روحِ مبارک جسد عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت اُبیؓ نے وصیت کے یہ آخری کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے تو فرمایا: اللہ اُن پر رحم کرے۔ زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور رسول کی بہی خواہی مدنظر رہی۔

(اسد الغابہ، ص:۲۷۸۔ سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۶)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ۷۲ رسال کی عمر پائی۔ سنہ ۳۴ ہجری میں پیغامِ اجل آیا۔ جب آپ علیل ہوئے تو لوگ عیادت کو آئے، پوچھا: کیسا مزاج ہے؟ فرمایا: اللہ کا فضل ہے، اچھا ہوں۔

وفات کے قریب آپ کا لڑکا حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا: ابّا جان! کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: مجھے اُٹھا کے بٹھا دو۔ اس کے بعد کہا: بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیریت نہیں۔

(مسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۷)

اسی حالت میں آپ کے شاگردِ رشید مشہور تابعی عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی حاضر ہوئے۔ دیکھا اُستاد جاں بلب تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بیتاب ہوکر زاروقطار رونے لگے۔ اُستادِ شفیق نے رونے سے منع کیا اور کہا کہ ہر طرح سے راضی ہوں۔ شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کروں گا۔ شہادت کے لیے چاہو گے تو شہادت دوں گا۔ غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤں گا، اس کے بعد فرمایا: جتنی حدیثیں ضروری تھیں تم لوگوں تک پہنچا چکا۔ البتہ ایک حدیث باقی تھی۔ اس کو اب بیان کیے دیتا ہوں؛ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰہِ** ......الحدیث۔ (المسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۸)

حدیث مکمل بیان فرمانے کے بعد روح جسم کو وداع کہہ کر جوارِ رحمت میں پرواز کرگئی۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کا زمانہ تھا۔

(سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۵۱۔ مسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۸)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

غزوۂ موتہ کو روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ثنیۃ الوداع تک مشایعت فرمائی اور رخصت کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے قبل ہی شہادت کی بشارت دیدی تھی کہ: زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو علَم جعفر طیار سنبھالیں۔ جب وہ بھی شہید ہو جائیں تو علم عبداللہ بن رواحہ سنبھالیں۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں امیر لشکر متعین کریں۔

روانگی کے وقت اہلِ مدینہ نے یک زبان ہوکر کہا: اللہ آپ لوگوں کو صحیح سالم کامیاب واپس لائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی یہ آخری ملاقات تھی۔ رونے لگے۔ لوگوں نے سبب معلوم کیا تو کہا: مجھے دنیا کی محبت نہیں رلا رہی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے۔ اس بناء پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوکر نکل بھی سکوں گا کہ نہیں۔ لوگوں نے اطمینان و تسلّی دی اور کہا: اللہ آپ سے پھر ملا دے گا۔ اس وقت ابن رواحہؓ نے فرمایا؛ (اشعار کا ترجمہ)

لیکن میں اللہ سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے۔ یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے یہاں تک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اُٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا۔

بالآخر معرکۂ جہاد گرم ہوا۔ دونوں امیر شہید ہوچکے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے: اے نفس! اگر قتل نہ ہوا تو بھی مَرے گا۔ اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا۔ یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی۔ اس لیے موت کے حوض خالی ہورہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے۔

پھر کہا: اے نفس! بیوی، بچے اور مکان کا خیال فضول ہے۔ وہ سب آزاد ہیں۔ مکان اللہ اور رسول کا ہے۔

دل کو سمجھا کر جھنڈا اُٹھایا اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے؛ اے نفس! جنت میں جانے سے کراہت کیوں ہے۔ اللہ کی قسم! تو ضرور اس میں داخل ہوگا خواہ برضا و رغبت خواہ جبر سے۔ تو نہایت مطمئن تھا حالانکہ تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کررہے ہیں۔

نیزہ لے کر حملہ کیا۔ اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکر کے درمیان پچھڑ گئے۔ خون چہرہ پر ملا اور پکارے: مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ۔ یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۵۹-۶۰)

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے حجر بن عدی کو قتل کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۵۱ ہجری کا ہے۔ جب جلاد مقتل کی طرف لے چلے تو حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ مہلت دی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر لمبی لمبی رکعتیں پڑھنے میں اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ میں نے خوف سے نماز کو طول دیا ہے تو لمبی رکعتیں پڑھتا۔ اگر میری گذشتہ نمازیں اس قابل نہیں ہیں کہ مجھے فائدہ پہنچاسکیں تو یہ دونوں کیا فائدہ پہنچاسکتی ہیں۔ پھر یہ وصیت کی کہ: میری بیڑیاں نہ اُتارنا اور خون نہ دھونا کہ میں اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملوں گا۔ اس وصیت کے بعد ہی جلاد نے وار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(استیعاب، ج:۱،ص:۱۳۷۔ اسد الغابہ، ج:۱،ص:۳۸۶۔ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۴۲)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر اپنے قبیلے پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ لوگ ان کی خدمت میں آئے۔ انھوں نے قوم کے سامنے اسلام پیش کیا۔ جواب میں قوم سے سخت باتیں سننی پڑیں جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں کیونکہ قوم اِن کو پہلے بیحد محبت وعزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ رات ہوچکی تھی۔ اس لیے بنی ثقیف اس وقت غصہ گرمی دکھا کر لوٹ گئے۔ صبح کو حضرت عروہؓ نے فجر کی اذان دی۔ یہ غیر مانوس صدا سن کر مشرکینِ ثقیف کب خاموش رہتے۔ تیر مارا۔ آپؓ زخم سے نڈھال ہوکر گر پڑے۔ تیر لگنے کے بعد، لوگوں نے پوچھا: اپنے خون کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا: اللہ کا یہ خاص احسان وکرم ہے جس سے اُس نے مجھے نوازا ہے۔ میرا رتبہ ان لوگوں کے برابر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس لیے مجھے اُن ہی لوگوں کے ساتھ دفن کرنا۔ زخم مہلک تھا، اس لیے جانبر نہ ہوسکے اور وصیت کے مطابق مسلمانوں کے گنجِ شہیداں میں سپردِ خاک کیے گئے۔ (مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۶۔ سیرت ابن ہشام، ج:۳،ص:۳۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا: عروہؓ کی مثال صاحب یٰسین

(حضرت عیسیٰ) جیسی ہے۔ جنھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور اُس نے ان کو شہید کردیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ صورت میں حضرت عیسیٰ کے مثیل تھے۔ حضور ﷺ کو جب انبیاء علیہم السلام کی مثالی شکلیں دکھائی گئیں تو مسیح علیہ السلام حضرت عروہ کے ہم شکل تھے۔

(مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۲۔ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۱۶۷)

حضرت مَعقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیمار پڑے۔ عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آیا۔ اس سے فرمایا: میرا وقتِ آخر ہے۔ اگر زندگی کی اُمید ہوتی تو ایک حدیث جس کو میں نے ابھی تک نہیں بیان کیا ہے، نہ بیان کرتا۔ لیکن اب وقت آخر ہے، اس لیے بیان کیے دیتا ہوں۔

میں نے آنحضرتؐ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اس نے رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت میں مَر گیا تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا۔

اسی مرض میں آپ کی وفات ہوئی۔ ساٹھ ستّر کے درمیان عمر تھی۔

(اصابہ، ج:۶،ص:۱۲۶ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۲۳۰)

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ

حج کے موقع پر منیٰ میں سر منڈایا۔ سر میں ایک پھنسی تھی۔ وہ چھل گئی، اس سے خون جاری ہوگیا اور ایسا جاری ہوا کہ کسی طرح نہ رکا۔ مدینہ واپس آکر خود ہی اپنی قبر کھود کر اپنی پہلی منزل تیار کی۔ جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو خویش و اقارب نے رونا دھونا شروع کیا۔ ان کا گریہ و بکا سن کر فرمایا: اسلام کے بعد سے آج تک کوئی لغزش نہیں ہوئی، اس لیے رونا دھونا بند کرو۔ قبر کھودنے کے تیسرے دن وفات پاگئے۔ حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیے گئے۔ (سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۲۷۳)

حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ نے درید بن صمہ جو بہت سی فوجوں کو لے کر اوطاس میں جمع تھا، اُن کے استیصال کے لیے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھیجا تھا۔ انھوں نے نو مشرکوں کو قتل کیا۔ آخر میں علاء اور اونی کے بیٹوں نے تیر مارا جو ایک سینہ میں اور ایک گھٹنے میں آکر لگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے پوچھا: چچا کس نے مارا ہے؟ آپ نے اشارہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دونوں کو قتل کیا۔ اور آکر جسم سے تیر نکالا۔ تیر نکلتے ہی زخم سے پانی بہنا شروع ہوگیا۔ جب حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ زندگی سے مایوس ہوگئے تو وصیت کی: اے ابو موسیٰ! حضور اکرم ﷺ سے جا کر عرض کرنا کہ میرے لیے دعاء مغفرت فرمائیں۔ اور تم میرے بعد امیر ہو اور میرا تمام اسلحہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اس میں ان کا گھوڑا، اسلحہ اور تمام متروکات تھے۔ حضور ﷺ کو جب اطلاعِ وصیت کی گئی تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا اور ہاتھ مبارک اُٹھا کر دعا کی: اے رب! میرے خاطر عبید ابو عامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما اور قیامت کے دن اپنی مخلوق میں ان کو سر بلند کر۔ اور تمام سامان ان کے صاحبزادے کو واپس کر دیا۔

(سیر الصحابہ، ج:۷،ص: ۲۹۵)

حضرت فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت سلمٰی اُمّ رافع سے روایت ہے کہ خاتونِ جنت نے مجھ سے کہا: امّی جان! مجھ کو غسل کرادیجیے۔ لہٰذا میں نے پانی ڈالا اور آپ نے خوب مل کر غسل کیا۔ پھر اپنے نئے کپڑے طلب فرمائے اور کپڑا بدلا اور فرمایا کہ میری چارپائی مکان کے درمیان میں رکھ دی جائے۔ آپ چارپائی پر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور فرمایا کہ امی جان! اب میں فوت ہوجاؤں گی۔ مَیں نے غسل کرلیا ہے لہٰذا کوئی اب میرا جسم نہ کھولے۔ لہٰذا آپ کو علی رضی اللہ عنہ نے بغیر غسل دیے ہوئے دفن کردیا۔ (ابن سعد، ج:۸، ص:۴۶)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی روایت میں ہے کہ وفات سے قبل خاتون جنتؓ نے علیؓ کو غسل کے لیے پانی کا نظم کرنے کو کہا۔ اور اپنا کفن منگوایا۔ جو موٹے قسم کا سوتی کپڑا تھا، دیا گیا۔ آپؓ نے اس کو پہن لیا اور خوشبو لگایا۔ اور حضرت علیؓ کو وصیت کی کہ وفات کے بعد اُن کے جسم کو نہ کھولا جائے۔ اور اسی طرح ان کو دفن کردیا جائے۔ (الحلیہ، ج:۲، ص:۴۳)

البدایۃ میں خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی وصیت کا ماحصل یہ ہے کہ، انھوں نے اسماء بنت عمیس اہلیہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کو بلوا کر وصیت کی کہ وہ اور حضرت علیؓ اور سلمٰی امّ رافع غسل دیں اور یہ کہ رات کی تاریکی میں ان کو دفن کیا جائے۔

الہدایہ نے پہلی روایت کو ضعیف بتایا ہے۔

الغرض، آپ کی وفات رمضان، سنہ ۱۱ ہجری سہ شنبہ کی شب ۲۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ کے تابوت کو چھپایا گیا اور منگل کی شب میں علیؓ نے آپ پر نمازِ جنازہ ادا کی اور دفن کردیا۔ (البدایہ، ج:۶، ص:۵۳۸)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگیں: کاش! میں پیدا ہی نہیں ہوئی ہوتی۔ کاش میں ایک درخت ہوتی کہ اللہ کی یاد میں رطب اللّسان رہتی اور پوری طرح سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتی۔ کاش! میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی۔

کاش! میں پتھر ہوتی۔

آپؓ نے وصیت کی کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس جنت البقیع میں دفن کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی مرض الوفات میں تشریف لے گئے۔ اور آپ کی تعریف کی تو آپ نے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتی۔ میری تو یہ تمنا ہے کہ میں بھولی بسری ہوتی۔ "یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا" کاش! میں درخت کا پتہ ہوتی۔ کاش! میں زمین کی بوٹیوں میں سے ایک بوٹی ہوتی اور قابل ذکر نہ ہوتی۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپؓ نے وصیت کیں کہ: میں اس بیماری میں ایک نئی چیز دیکھ رہی ہوں۔ مجھے آگ سے گرم نہ کرنا۔ اور نہ میرے نیچے سرخ مخملیں چادر بچھانا۔

پھر فرمایا کہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا پر مسافر کے توشہ کی مانند قناعت کرو۔ اور اُمراء کی مجلسوں میں نہ اُٹھو بیٹھو۔ اور کپڑوں کو جب تک اُن میں پیوند لگا کر کام دیتے ہیں، پرانا مت سمجھنا۔ اور جب میں کفنائی جا چکوں اور میرے کفن میں خوشبو لگائی جا چکے اور ذکوان مجھے قبر میں اُتار دے اور مٹی برابر کر دے تو وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ اور میرے جنازے کے پیچھے آگ لیکر نہ چلنا۔

سنہ ۵۸ ہجری میں آپ نے ۱۷ر رمضان المبارک کی شب کو بعد نمازِ تہجد اس دنیا سے ابدی طور پر روٹھ کر عالم آخرت کو آباد کیا اور رات ہی میں آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (ابن سعد، ص: ۱۰۵، الحلیہ، ج:۲، ص: ۴۴)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت وصیت کیں کہ: میرے پاس کفن تیار ہے۔ شاید عمرؓ میرے لیے کفن بھیجیں تو ایک کفن کسی کو دیدینا اور جب مجھے قبر میں اُتار دو تو میرا پٹکا خیرات کر دینا۔ قبر میں وہی لوگ اُتاریں جو میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اسامہ بن زید، محمد بن عبداللہ بن جحش، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش نے قبر میں اُتارا۔

میری لاش رسول اللہ ﷺ کی چارپائی یا تخت پر رکھ کر لے جائی جائے۔ میرے جنازے کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے۔ اور میری قبر بقیع میں عقیل اور حنیفہ کے گھر کے درمیان

کھودی جائے۔ سُمیۃ سے کچی اینٹیں لا کر قبر کے چاروں طرف رکھی جائیں۔

آپ کی وفات عہدِ فاروقی سنہ ۲۰ ہجری میں ۵۳؍سال کی عمر میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (ابن سعد، ج:۸، ص: ۱۴۵)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد تقریباً ایک لاکھ کی تھی۔ آپؓ نے وفات کے وقت اپنے یہودی بھانجے کیلئے ایک تہائی (یعنی ثلث) مال کی وصیت کی تھی۔ لوگوں نے اُسے دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ایک تہائی مال دیدو۔ چنانچہ آپ کے یہودی بھانجے کو ۳۳ ہزار سے کچھ زائد رقم مل گئی۔

آپؓ کا ایک گھر بھی تھا جسے آپؓ نے اپنی حیات میں ہی اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا تھا۔ آپؓ کی وفات سنہ ۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (ابن سعد، ج:۸، ص: ۱۷۲)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہؓ نے سنہ ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ آپؓ نے قبل از وفات وصیت فرمائیں، اپنے بھائی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوا کر فرمایا: غابہ میں جو جائیداد تھی جسے حضرت عمرؓ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کر کے وقف کر دیا۔

(زرقانی، ج:۳، ص: ۲۷۱ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۱۰، ص: ۵۰)

حضرت امّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سنہ ۴۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ وفات کے قریب حضرت امّ حبیبہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ: سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لیے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور اُن کیلئے دعائے مغفرت کی۔ تو بولیں تم

نے مجھ کو خوش کیا، اللہ تم کو خوش کرے۔ (اصابہ، ج:۸،ص: ۸۵۔ سیر الصحابۃ، ج:۱۰،ص:۸۴)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی وصایا

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن زبیرؓ سے پوچھا: بیٹا! کیا حال ہے؟ انھوں نے حجاج کے ساتھ جنگ کی تمام کیفیات سے آگاہ کیا اور ہنسے اور پھر فرمایا کہ موت بڑے ہی آرام و راحت کی چیز ہے۔ ماں نے فرمایا: بیٹا! شاید تم میری موت کی تمنا کررہے ہو......تو سن لو......میری دلی تمنّا ہے کہ میری موت اُس وقت تک نہ آئے جب تک کہ تم کو فاتح دیکھ کر اپنی آنکھ ٹھنڈی نہ کرلوں۔ یا تم راہِ الٰہی میں کام آؤ تو صبر کرلوں۔

بیٹے! خبردار کہ قتل کے خوف سے تم دین کی کوئی بات نہ چھوڑنا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور آخری سانس تک لڑتے رہے۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۳۳۲)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نابینا ہونے کے بعد اپنی بچیوں کے ساتھ حجاج بن یوسف کے پاس آئیں۔ پوچھا: حجاج کہاں ہے؟ جواب ملا: حجاج موجود نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا: جب حجاج آجائے تو اس سے کہنا کہ اِن ہڈیوں کو (عبداللہ بن زبیرؓ کے ڈھانچہ کو) اُتارنے کا حکم دیدے اور اس سے بتا دینا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ثقیف میں دو شخص ہیں، ایک کذاب ہے اور ایک ہلاک کرنے والا ہے۔

حجاج نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آکر کہا: آپ کے بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) کی اس گھر میں لحد بنادی گئی ہے اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ کیا، یہ کیا۔ حضرت اسماء نے جواب دیا: تم جھوٹے ہو۔ وہ تو ماں باپ کے فرمانبردار، روزہ دار، شب بیدار تھے۔ ہاں! اللہ کی قسم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ: عنقریب ثقیف سے دو شخص جھوٹے ظاہر ہوں گے۔ جن میں پچھلا پہلے سے بدہوگا اور ہلاک کرنے والا بھی ہوگا۔

پھر آپؓ نے وصیت کی کہ: جب میں مَر جاؤں تو مجھے غسل دینا، کفنانا، اور مجھ کو خوشبو لگانا اور دیکھو میرے کفن میں حنوط (ایک خاص قسم کی مرکب خوشبو) نہ چھڑکنا اور جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ جانا۔ کفن کو دھونی دے دینا۔ (ابن سعد، ج:۸،ص:۳۳۴)

حضرات تابعین

حضرت سعید بن مسیّبؒ کی وصایا

جب آپ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے، دمِ آخر اپنے صاحبزادے محمد کو بلا کر تجہیز و تکفین کی وصیت کی کہ: جنازہ پر سرخ چادر نہ اُڑھائی جائے۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ لی جائے۔ یا عود کی دھونی نہ دی جائے کہ اگر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس اچھا ہوں تو اس سے اچھی خوشبو مجھ کو ملے گی۔ ایسے بَیّن کرنے والے نہ ہوں جو اوصاف بیان کریں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ کسی کو جنازہ اُٹھنے کی اطلاع نہ دی جائے۔ صرف چار آدمی اُٹھانے کے لیے کافی ہیں۔ قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔

حالتِ نزع میں نافع بن جبیر نے محمد سے کہا کہ: بستر کو قبلہ رُخ کر دو۔ ابن مسیّب نے سن کر کہا: اس کی ضرورت نہیں، میں اسی (قبلہ) پر پیدا ہوا ہوں، اسی پر مَروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں اسی پر اُٹھوں گا۔ تھوڑی دیر بعد غشی طاری ہوگئی۔ اُس وقت نافع نے بستر کو قبلہ رُخ کر دیا۔ ابن مسیّب کو ہوش آیا تو پوچھا: بستر کو کس نے پھرایا؟ جب جواب نہ ملا تو فرمایا: یہ نافع نے کیا ہوگا۔

پھر فرمایا: اگر میں مسلمان ہوں تو خواہ کسی سمت مَروں، قبلہ ہی کی جانب رُخ رہے گا اور اگر ملتِ اسلام پر نہیں ہوں اور دل قبلہ کی جانب نہیں ہے تو پھر رخ کو قبلہ کی جانب پھیرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں مسلمان ہوں جس سمت بھی رُخ ہو قبلہ کی طرف ہوگا۔

﴿اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ﴾

کچھ دینار وفات کے وقت ملکیت میں تھے جس کے متعلق ارحم الراحمین کی عدالت میں معذرت یوں پیش کی: اے اللہ! تو دلوں کے بھید کو خوب جانتا ہے۔ میں نے اس دنیا کو محض اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے رکھے ہوا تھا۔ اسی مرض میں آپ نے ۷۵ سال کی

عمر میں ولید کے عہد میں سنہ ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کو جنت البقیع مدینۃ الرسول میں دفن کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۵،ص: ۱۵۸۔ سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص: ۱۷۵)

ایک موقع پر آپ نے فرمایا: وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا آنا گراں گزرتا ہے اُن کو چھوڑ دو پھر جس وقت بھی موت آئے تم کو کوئی نقصان نہیں۔

جو شخص اپنے اور رب کے درمیان فرائض و تعلقات کو درست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے۔

جو بندہ فرائضِ الٰہی میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات خراب کر دیتا ہے۔

فرمایا: دیکھو! ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے یعنی اگر ایک رب سے تعلقات خوشگوار ہوں تو ساری دنیا سے خوشگوار ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ ہشام خلیفہ نے پوچھا کہ حکومت کی ذمہ داریوں سے کس طرح نجات پاؤں؟ یعنی مواخذۂ الٰہی سے کیسے بچ سکوں گا؟ فرمایا: بہت آسان ہے۔ ہر چیز کو جائز طریقے سے لو اور جائز مَصرف میں اس کو صرف کرو۔ ھشام بن عبدالملک نے کہا: یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو ہَوائے نفس سے بچنے کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق حاصل ہو۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۱۹۶)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کو رجالِ غیب کی نصیحت

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا۔ کچھ وقت گزرا تو مجھے خیال آیا کہ صبح ہوگئی ہے لیکن پتہ چلا کہ ابھی رات ہے۔ وہاں میرے سوا کوئی نہ تھا، چنانچہ میں پھر سو گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت سنی۔ میں گھبرا گیا، میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے:

"اَیُّھَا الْمُمْتَلِی قَلْبُہٗ فَرَقًا لَا تَفْرُقْ وَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ ثُمَّ سَلْ مَا بَدَا لَکَ۔ قَالَ فَمَا سَاَلْتُ اللّٰہُ تَعَالٰی شَیْئًا اِلَّا اسْتَجَابَ لِیْ۔

یعنی اے شخص جس کا دل خوف سے بھر گیا ہے، مت گھبرا بلکہ پہلے یہ کہہ 'اے اللہ! تو بادشاہ ہے بڑی قدرت والا ہے، جو کام تو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔' یہ کہنے کے بعد جو تیرے جی میں آئے وہ مانگ۔ سعیدؒ کہتے ہیں جو بھی میں اپنے رب سے مانگتا ہوں وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ سیّد محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں: 'میں کہتا ہوں (اور اسی طرح یہ ناچیز بندہ ثمین اشرف بھی عرض کرتا ہے۔)

اَنَا اَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَ کُنْ لِیْ وَ لَا تَکُنْ عَلَیَّ وَ انْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ وَ قَھْرِ الرِّجَالِ وَ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَ صَلَّی اللّٰہُ وَ سَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (ضیاء القرآن، ج:۵، ص:۶۲)

حضرت سوید بن غفلةؒ کی وصیت

سوید بن غفلة تابعی ہیں۔ آپؒ نے وصیت کی کہ جب میں مَر جاؤں تو کسی کو خبر نہ دینا۔ نہ میری قبر پختہ بنوانا۔ نہ اس پر کوئی خوشبو لگانا۔ نہ کسی عورت کو آنے دینا۔ اور میرے کپڑوں میں ہی مجھے کفن دینا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۹۸)

آپؒ کی وفات ۱۲۸ سال کی عمر میں سنہ ۸۱ یا ۸۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ہوئی۔

حضرت اسود بن یزیدؒ کی وصیت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عراق میں میرے نزدیک اسود بن یزید سے زیادہ کوئی شخص معزز و محترم نہیں۔ مرض الوفات میں آپ تلاوت کرتے رہے۔ پھر دعاء کی اور آپ نے آخری وقت میں 'لا الہ الا اللہ' پڑھا اور وصیت کی کہ میری قبر پختہ نہ بنانا۔ نہ ہی بلند آواز سے نوحہ و ماتم کرنا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۱۰۱)

آپ کی وفات سنہ ۷۵ ہجری میں کوفے میں ہوئی۔

حضرت مسروق بن اجدعؒ کی وصیت

آپؒ عہدِ اوّل کے مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ کا زہد و قناعت، عبادت و ریاضت، دولتِ دنیا سے بیزاری، اشاعتِ اسلام، تبلیغِ دین، خشیتِ الٰہی بہت مشہور ہے۔ آپؒ خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک علم کی اصل ہی خوفِ الٰہی تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے لیے ایسی مجالس ہونی چاہئیں جن میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ نیز انسان کے لیے یہ علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جہل یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور کرے۔

ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کر ایک کوڑے کرکٹ، گندگی کے ڈھیر پر لے گئے اور فرمایا میں تم کو دنیا دکھاتا ہوں ......لو دیکھو، یہ دنیا ہے کہ اس کو کھا کر دفنا دیا، پہن کر پُرانا کر دیا، بوسیدہ کر دیا، سوار ہو کر لاغر کر دیا، اس کے لیے خون بہایا، محارم اللہ کو حلال اور رشتہ کو قطع کیا۔ جتنے بھی فساد و ظلم کیے سب اسی دنیا کے خاطر کیے اور یہ دنیا کی حقیقت ہے۔

آخری لمحات میں عرض کیا: اے اللہ! میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت کے خلاف طریقے پر نہیں مَر رہا ہوں۔ ربّ العالمین کی قسم! میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے۔ اسی کے ذریعہ مجھے کفن دینا۔ یعنی اسی تلوار کو بیچ کر میرے کفن کا انتظام کرنا۔ (ابن سعد، ج:٦، ص:١٠٩)

حضرت علقمہ بن قیسؒ کی وصیت

حضرت علقمہ بن قیسؒ مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ نے وفات سے قبل اپنی اہلیہ سے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ: مجھ کو مزین کر دو (یعنی میرے بدن کے کپڑے بدل دو، خوشبو لگا دو، بستر ٹھیک صاف کر دو) اور میرے سرہانے آ کر بیٹھ جاؤ، عنقریب تم عیادت کرنے والوں کو دیکھو گی۔ پھر آپ کا ایک غلام تھا اس کے لیے وہ تمام اسباب جو آپ کی ملکیت میں تھا وصیت کی۔ وہ اسباب؛ ایک مکان، سواری کا ایک گھوڑا اور ایک قرآن مجید تھا۔ یہ غلام آپ کی مرض الوفات میں خدمت کرتا تھا۔ (الحلیہ، ج:٢، ص:١٠٠)

آخری لمحات میں آپؒ نے وصیت کی کہ مجھ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تاکہ آخری کلمات میری زبان سے 'لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ' نکلے۔ اور کسی کو میری موت کی خبر نہ دی جائے۔ میری تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے اور کسی کو جاہلیت کی رسم کی طرح نوحہ نہ کرنے دیا جائے۔ بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ جائیں۔ جب میرا جنازہ گھر سے اُٹھالیا جائے تو مکان کا دروازہ بند کردیا جائے تاکہ کوئی عورت ساتھ نہ جاسکے۔ کیونکہ ان کے ہمراہ جانے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ (ابن سعد، ج:۶،ص:۱۱۷۔ الحلیہ، ج:۲،ص:۱۰۱)

آپؒ کی وفات سنہ ۷۲ ہجری میں ہوئی۔ کوفہ میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ بعض جگہ سنہ ۶۲ ہجری لکھا ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۴۰۱)

حضرت عبیدہ بن قیسؒ کی وصیت

آپؒ بھی تابعی ہیں۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ: میرے جنازے کی نماز اسود بن یزید پڑھائیں۔ ان کی وفات کے بعد اسودؒ نے کہا کہ غسل وکفن اور دفن میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ کذّاب یعنی مختار آئے۔ آپؒ کی وفات سنہ ۷۳ ہجری میں ہوئی۔ اور آپؒ کو غروب آفتاب سے قبل دفن کردیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۶،ص: ۱۲۸)

حضرت عمرو بن شُرَحبیلؒ کی وصایا

آپؒ مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ کا زہد وقناعت، اللہ کی راہ میں مال دینا، عہد تابعین میں زبان زد تھا۔ آپؒ اور آپ کے ساتھی سادہ لباس پہنتے، پاکیزہ جگہ پر اللہ کا ذکر کرتے۔ غذا بھی سادہ اور کم تھی۔ مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا: میں مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوں۔ پیش آنے والے مرحلے کے علاوہ اور کسی چیز کا خوف میرے دل میں نہیں ہے۔ نہ میرے پاس مال و دولت ہے کہ اس کا رنج و افسوس ہو نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے کہ اس کی فکر ہو۔ نہ بچے ہیں کہ ان کی فکر کروں۔ پھر مجھے مَرنا آسان کیوں نہ ہو۔

آپؒ نے اپنی اہلیہ کو جو حاملہ تھیں، وصیت کی کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام رَہین رکھنا اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام اُمّ الرہین رکھنا۔

دیکھو ایام جاہلیت کی طرح کسی کو میرے جنازے کی خبر نہ دی جائے۔ جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا۔ میری قبر پر ہری شاخ رکھنا کہ مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے۔ قبر کو اونچی نہ کرنا کہ اس کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ قبر لحد والی بنانا اور اس کو سرکنڈوں سے پاٹنا۔ مَرتے وقت مجھے کلمہ طیبہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی تلقین کرنا۔ میری نمازِ جنازہ قاضی شریح پڑھائیں۔

آپؒ کی وفات کوفے میں عبداللہ بن زیاد کی حکومت میں ہوئی۔ سنہ وفات ۶۳ ہجری ہے۔ (ابن سعد، ج:۶، ص: ۱۲۹-۱۳۰)

حضرت زید بن صوحانؒ

زید بن صوحانؒ بھی تابعی ہیں۔ جنگ جمل کے دن زخمی حالت میں میدان سے اُٹھا کر لائے گئے تو آپؒ نے وصیت کی کہ: میرے ازار کو باندھ دینا۔ میرے جسم سے خون کو نہ دھونا۔ غسل نہ دینا۔ میرے جسم سے کپڑے نہ اُتارنا۔ ہاں! موزے اُتار دینا۔ اور دیکھو! مجھے رات کی تاریکی میں دفنانا۔ میں قیامت کے دن اپنے رب سے فریاد کروں گا۔ میرے ساتھ میرا قرآن مجید بھی دفن کر دینا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص: ۱۲۵)

قاضی شُریح بن حارث کَندی کی وصیت

آپ مشہور تابعی ہیں۔ دنیا آپؒ کو قاضی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔

وفات کے وقت وصیت کی کہ: مجھے رات کو دفن کیا جائے۔ بغلی قبر کھودی جائے۔ کسی کو جنازے کی اطلاع نہ دی جائے۔ جنازے کے ساتھ نوحہ نہ کیا جائے۔ جنازے کو آہستہ آہستہ لے جایا جائے اور قبر پر چادر نہ ڈالی جائے۔ آپ کی وفات ۷۴ سے ۷۹ تک کسی سال میں ہوئی۔ آپ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ آپ اطلس تھے یعنی پیدائشی طور پر ڈاڑھی مونچھ نہ تھی۔

حضرت اُویس بن عامر القرنیؒ

اس امت کا کون سا فرد ہے جو حضرت اویس قرنیؒ کو نہیں جانتا اور آپؒ سے محبت نہیں کرتا ہے۔ آپؒ مشہور تابعی ہیں۔ جنگ صفّین میں حضرت علیؓ کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کی۔ آپؒ نے ہرم بن حیان کو ایک موقع پر وصیت کی کہ:

اے ہرم بن حیّان ! اللہ جل مجدہ کی کتاب اور صالحین مومنین، اہل اللہ مسلمانوں کی صفات کو لازم پکڑلو۔ دیکھو! میں نے بھی انہی لوگوں کی اقتداء کی ہے۔ خبردار! موت کو ہر وقت یاد رکھو۔ اگر ہوسکے تو قلب کو پلک مارنے کی مقدار بھی موت کی یاد سے غافل نہ ہونے دو۔ اپنی قوم کو جب تم واپس جاؤ نارِ جہنم سے ڈراتے رہو۔ خبردار! کہ تم اور تیری قوم نے جماعت کا ساتھ چھوڑا۔ اگر جماعت کا ساتھ چھوٹا تو اسلام بھی تم سے جدا ہو جائے گا اور تم کو اس کا احساس بھی نہیں ہوگا اور تم اسی حال میں مَر جاؤ گے تو اللہ تم کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کرے گا۔

پھر آپؒ نے ہرم بن حیان کیلئے دعاء کی کہ: اے اللہ! یہ مجھ سے محض تیری رضاء کیلئے محبت کرتا ہے۔ اور تیری خوشنودی کیلئے میری زیارت کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا تو اس کو جنت میں بھی میرے زائرین میں داخل کرنا جو دار السلام (جنت کا ایک نام) ہے۔ اے میرے رب! تھوڑی دنیا جو بقدر کفاف ہو اس پر اس کو راضی کردے۔ جو کچھ آپ نے دنیا سے اس کو دیا ہے اس میں عافیت عطا کردے۔ جس عمل کی توفیق آپ نے بخشی ہے اس عمل پر شکر کی توفیق دیجیے اور اس کو قبول کر کے قیامت میں ''وَ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا'' بنا دیجیے اور اے اللہ! میں اس کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ السلام علیکم یا ہرم بن حیان۔ اب چلے جاؤ۔ پھر واپس نہ آنا۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۸۷)

حضرت ابو یزید یعنی ربیع بن خثیمؒ کی وصایا

آپؒ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے عہدِ رسول اللہ ﷺ پایا مگر شرفِ صحابیت سے محروم رہے مگر عہدِ رسول اللہ ﷺ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ صحابہؓ میں سب سے زیادہ فیض عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہما سے پایا۔ آپؒ بے شمار فضائل کے مالک ہیں۔

قوم کونصیحت و وصیت:

اے اللہ کے بندے! ہمیشہ بھلائی کی بات کہا کر۔ بھلائی پر عمل کیا کر۔ ہمیشہ اچھی اور عمدہ خصلتوں کا مظاہرہ کیا کر۔ اپنی مدت حیات کو زیادہ نہ سمجھ۔ اپنے قلب کو سخت نہ بنا۔ دلوں کی سختی گناہوں کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور تو ان لوگوں کے مانند نہ بن جو کہتے ہیں ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۲۱)

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔

اے اللہ کے بندے! اگر تو اچھے کام کرتا ہے تو برابر کیے چلا جا۔ کیونکہ عنقریب تجھے وہ دن پیش آنے والا ہے جب تو یہ حسرت و افسوس کرے گا کہ کاش زیادہ سے زیادہ نیک کام کیے ہوتے۔ اگر تجھ سے کچھ گناہ سرزد ہو چکے ہیں تو ان کو چھوڑنے اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عہد کر۔ تاہم اچھے کام کیے جا۔ نیک اعمال بجا لانے میں کوتاہی اور غفلت نہ کر۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے جو علم عطا فرمایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کر اور جو علم اُس نے تجھے عطا نہیں کیا بلکہ اپنے لیے مخصوص رکھا ہے، اس کو اس کے جاننے والے کے سپرد کر۔ خود سب کچھ جاننے کا دعویٰ نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ (سورۂ ص، آیت: ۸۶ تا ۸۸)

آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ پر) نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) بس دنیا جہان والوں کے لیے بس ایک نصیحت ہے۔ اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے

کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔)

موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔ اس دن کو یاد کیا کرو جب تمام مخفی باتیں ظاہر ہو جائیں گی اور تمام اعمال سامنے آ کھڑے ہوں گے۔ (ابن سعد، ج:۲،ص:۲۰۳)

اے لوگو! نیکی اور خیر کی باتیں کہا کرو۔ نیک عمل کیا کرو۔قول وفعل دونوں کو پابندِ شرع بناؤ اور نیک اجر پاؤ۔

اے لوگو! اچھی باتیں کہا کرو۔ خود بھی اچھی باتوں پر عمل کیا کرو۔ ہمیشہ بھلائی پر رہا کرو۔ جہاں تک ہو سکے نیک کاموں میں زیادتی کرو۔ اور برے کاموں میں کمی۔ باتیں کم کیا کرو۔ اور اگر ہو سکے تو فضول باتوں کی جگہ 'سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ' کہا کرو۔

لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو۔ برے کاموں سے روکا کرو۔قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ دین واخلاق کی باتیں پوچھ پوچھ کر سیکھا کرو۔نفس وشیطان کی پیروی سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔

لوگوں کا عجیب حال ہے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر تو ڈرتے ہیں لیکن خود اپنے گناہوں کی طرف سے بے خوف رہتے ہیں۔

تبلیغ دین کی وصیت:

اے اللہ کے بندے! احکامِ الٰہی کا جتنا علم جانتے ہو اس کے مطابق اللہ کے احکام کی اطاعت کرو۔تم محض اپنی نیکی سے نیک نہیں بن سکتے بلکہ دوسروں کو بھی نیک بنانے اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرو۔ دیکھو تم نیکی کا حق ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ نیکی کا حق ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر نیک کام محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کیلئے کرو۔ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہ ہو۔

تم برائی سے نہیں بچ سکتے جیسا کہ برائی سے بچنے کا حق ہے جب تک کہ آنحضرت ﷺ پر نازل شدہ پوری شریعت پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے۔حتی الامکان شریعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

جو گناہ تم لوگوں سے چھپ کر کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں۔تم اللہ سے اپنی کوئی بات چھپا کر نہیں رکھ سکتے ہو۔ اپنے ظاہری و باطنی گناہوں کا علاج کرو۔ اور وہ سچی پکی توبہ ہے۔ اور پھر اس گناہ کو نہ کرنا ہے۔

آپؒ پر فالج کا اثر ہوا اور آپ جانبر نہ ہو سکے۔ اور آپ نے آخری وصیت یہ کی:
میں اللہ کی ربوبیت سے، دین اسلام سے، محمد ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن مجید کی امامت سے راضی ہوں۔ اور اپنی ذات اور اُس شخص سے جو میری اطاعت کرے اس بات پر راضی ہوں کہ ہم سب عابدین کے زمرے میں عبادت کریں۔ حمد کرنے والوں میں اس کی حمد کریں اور مسلمانوں کی خیر خواہی کریں۔ (سنن دارمی)
آپ کا انتقال عبداللہ بن زیاد کی ولایت میں کوفہ میں ہوا۔
(ابن سعد، ج:۶،ص:۲۰۱-۲۱۲۔ الحلیہ، ج:۲،ص:۱۰۵-۱۱۸)

حضرت عامر بن شراحیل یعنی امام شعبیؒ کی وصیت

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ کے محارم سے بچتا رہے اور عالم وہ ہے جو اللہ کا خوف کرتا ہے۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ کم استعداد اور شر پسند علماء اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو یعنی علماء سوء، ریا کار پیر سے بچتے رہو۔ جو لوگ اپنی رائے سے کوئی مسئلہ کہتے تو آپ فرماتے کہ اس کی رائے پر پیشاب کرو۔ تم تو صرف قرآن و حدیث اور اصحابِ محمد ﷺ سے واسطہ رکھو۔ کسی حال میں قرآن و حدیث کو نہ چھوڑو۔ (ابن سعد، ج:۶،ص:۲۷۳)
آپؒ کی وفات سنہ ۱۰۳ یا ۱۰۴ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی۔

اِمام ابراہیم بن یزید نخعیؒ

آپؒ مرض الوفات میں رو رہے تھے۔ سبب معلوم کیا گیا تو فرمایا: میں دنیا چھوڑنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ اپنی دو لڑکیوں کی وجہ سے رو رہا ہوں۔
آپؒ نے وصیت کی کہ میری قبر لحد والی بنائی جائے اور پختہ نہ کیا جائے۔ اگر تم چار میری میت کو اُٹھا لو تو پھر میری وجہ سے کسی پانچویں کو تکلیف نہ دی جائے۔
حالت بیماری میں آپؒ بہت پریشان تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ: اس سے زیادہ خوف اور خطرہ کا وقت اور کون سا ہوگا کہ اللہ کا قاصد جنت یا جہنم کا پیغام لے کر آئے۔
آپؒ کا انتقال کوفہ میں عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں ۴۹ یا ۵۰ سال کی عمر میں سنہ ۹۶

ہجری میں ہوا۔ جنازہ کی نماز آپ کے ماموں زاد بھائی عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید نے پڑھائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

جو شخص اس لیے کہیں بیٹھے کہ لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھا کریں تو تم اس کے پاس مت بیٹھو۔

انسان کی بدبختی کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کے دین یا دنیا کے معاملے میں انگشت نمائی کی جائے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے۔ اور سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔

جو شخص کبیرہ گناہوں کو کوئی اہمیت نہ دے اس سے ہاتھ دھولو یعنی قطع تعلق کرلو۔

تم میں کا اگر کوئی دعاء کرے تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرے کہ اُسے معلوم نہیں کہ اس کی کونسی دعاء مقبول ہوگی۔

کسی بندہ کو ایمان کے بعد مصیبت پر صبر سے زیادہ فضل نعمت نہیں دی گئی۔

(سہ ماہی بحث ونظر، شمارہ: ۱۵، ص: ۸۶)

حضرت حسن بصریؒ کی وصیت

دم آخر آپ نے اپنے صاحبزادے کو اپنی تمام کتابیں اکٹھا کرنے کی ہدایت دی۔ بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ تنور جلائے۔ اس نے جلادیا۔ پھر تمام کتب کو خاکستر کرادیا پھر ایک کتاب باقی رہنے دی، غالبًا وہ قرآن مجید تھی۔ اتنے میں اجل آ گئی۔ کاتب کو بلوا کر لکھوایا کہ حسن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ جس نے صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شب جمعہ کو روح پرواز کرگئی۔ آپ کا انتقال ۱۱۲ھ میں بصرہ میں ہوا۔

(سیر الصحابہ، ج: ۱۳، ص: ۱۱۱)

آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وصیت لکھی کہ اگر اللہ تعالیٰ معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی معاونت کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا

ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

آپ نے سعید بن جبیر کو تین نصیحتیں کیں : (۱) صحبتِ سلطان سے اجتناب کرو۔ (۲) کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳) راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۱)

حضرت حسن بصریؒ کی نصیحتیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام

یاد رکھو کہ غور و فکر خیر کی طرف اور اس پر عمل کی طرف لے جاتا ہے اور برائی پر ندامت کا مطلب ہے، اس برائی کو چھوڑ دینا۔ جو چیز ختم ہو جائے خواہ زیادہ ہو وہ اس کی طرح نہیں ہے جو باقی رہے، خواہ اس کی چاہت بے حد زیادہ ہو۔ سامان ختم ہو جانے کا اندیشہ جس کے بعد لمبی راحت ملے، بہتر ہے اس ختم ہو جانے والی راحت کی جلدی سے جس کے بعد سامان باقی رہ جائے۔ تو تم اس کشمکش سے بھری دھوکہ باز دنیا سے ہوشیار رہو جس نے اپنے دھوکہ کو خوبصورت بنا دیا ہے اور اپنی چالبازیوں پر اتراتی ہے، اپنے چاہنے والوں کو اُمید دلا کر مارتی ہے اور جو لوگ اسی کی باتیں کرتے ہیں، انہی کو چپ کراتی ہے۔ اس کی مثال اس بنی ٹھنی دلہن کی طرح ہے کہ جس کو ساری نگاہیں دیکھتی رہ جائیں اور دل عاشق ہو جائیں اور اس پر فدا ہو جائیں۔ سب کے دماغ اسی میں لگ جائیں جبکہ وہ اپنے تمام شوہروں کو ایک کے بعد ایک قتل کرے۔ تو جو بچ گیا ہے وہ ماضی سے سبق نہیں لیتا نہ ہی ہر دوسرا اس سے نصیحت لیتا ہے جو پہلے نے دیکھا نہ ہی عقل مند تجربات کی کثرت کے باوجود فائدہ اُٹھا رہا ہے نہ ہی کوئی عارف باللہ اور اس کی خبر سننے پر تصدیق بھی کرنے والا، کوئی نصیحت حاصل کر رہا ہے۔ دلوں کا حال یہ ہے کہ انھیں صرف محبت چاہیے اور اندرونی روح چھوٹی اور تنگ ہو چکی ہے۔ ہم لوگ صرف اس کے عاشق بن کر رہ گئے ہیں اور جو شخص کسی سے عشق کرتا ہے اس کو اس کے سوا کچھ سجھائی نہیں دیتا، یا تو وہ اس کی طلب میں مَر جاتا ہے یا اُسے حاصل کر لیتا ہے۔ تو دل و روح دونوں اس دنیا کے عاشق بن چکے

ہیں۔کوئی عاشق اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، دھوکہ میں پڑ گیا اور سرکش ہوگیا اور اپنی ابتدا و انتہا کو بھول گیا، اسی میں اپنا دماغ مشغول رکھا اور اس کی عقل اسی میں پریشان ہوکر رہ گئی یہاں تک کہ اس کا قدم پھسلا اور اچانک اس کی موت کا وقت آ گیا۔اب اس کی ندامت بڑھ گئی اور بے حد حسرتیں کرنے لگا۔جس قدر اپنی بے ہوشی کا علاج کیا اس قدر اس کی پریشانی بڑھ گئی۔موت اپنے سکرات اور دردناکی کے ساتھ اس پر چھا گئی جبکہ موت کی حسرتیں اس حالت کو نہیں بتاسکتیں جو اس پر طاری ہوتی رہی۔دوسرا شخص وہ ہے جو اپنی ضرورت بھی دنیا سے پوری نہ کرسکا اور اپنے غم اور پریشانی کو لے کر رخصت ہوا۔جو چاہتا تھا وہ نہ ملا۔وہ تھکن اور محنت سے چھٹکارا بھی نہ پاسکا۔دونوں طرح کے لوگ بغیر توشۂ آخرت، رخصت ہوئے اور جس چیز کی تیاری کرنی چاہیے تھی وہی نہ کرسکے۔

لہٰذا تم اس دنیا سے پوری طرح ہوشیار رہو۔یہ سانپ کی طرح ہے اس کا چھونا نرم لگتا ہے۔مگر اس کا زہر قاتل ہے۔اس میں سے جو چیز تمھیں اچھی لگے اس سے منہ موڑ لو کیونکہ اس میں سے بہت کم تمھیں مل سکے گا۔اس کے بارے میں پریشان ہونا چھوڑ دو کیونکہ اس کی مصیبتیں تم دیکھ چکے ہو اور اس کے چھوٹ جانے کا تمھیں یقین حاصل ہو چکا ہے۔اس میں جو سخت لگے تم اسی پر لگے رہو، اس آسانی کے لیے جو تم کو ملے گی۔اس میں جو کچھ موجود ہے اس سے ہوشیار رہو اس کے مقابلے میں جو اس کے لیے ہے۔اس لیے کہ دنیا کا طالب جب جب اس کی خوشی پر مطمئن ہوا، تب تب دنیا نے اسے ناپسندیدہ حالت میں پہنچایا۔جب جب اسے کچھ دنیا ملی اور وہ اس پر اِترایا، دنیا اس پر پلٹ پڑی۔اس میں خوش رہنے والا دھوکہ میں ہے اور اس میں فائدہ اُٹھانے والا کل نقصان اُٹھانے والا ہے۔یہاں کی آسانیوں میں مصیبتیں چھپی ہوئی ہیں، اس کا بقاء ہی اس کا فناء ہے۔یہاں کی خوشی غم بھری ہے۔دنیا کی زندگی کا آخری حصہ کمزوری و بےبسی ہے۔اس دنیا پر نظر کسی تارک الدنیا زاہد شخص کی نظر کی طرح ڈالو۔کسی بے تاب عاشق کی طرح مت دیکھو۔یاد رکھنا یہ دنیا بسے ہوؤں کو اُجاڑتی ہے اور امن میں پڑے سمجھنے والے کو نقصان پہنچاتی ہے۔اس میں سے جو چھوٹ گیا وہ دوبارہ واپس نہیں آتا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل کیا ہوگا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔

تم اس سے دور رہو کیونکہ اس کی تمنائیں جھوٹی ہیں اور اس کی اُمیدیں غلط ہیں۔ اس کی زندگی مصیبت ہے اور اس کا صاف ستھرا پن بھی میلا ہے۔ تم ہمیشہ اس سے خطرہ میں ہو۔ یا ختم ہونے والی نعمت ہے یا سر پر پڑنے والی مصیبت ہے یا دردناک پریشانی ہے یا ختم کردینے والی کوئی بلا ہے۔ کوئی شخص عقلمند ہو تب بھی زندگی اس کے لیے پُرمشقت ہے اور ہر نعمت اس کے لیے پُرخطر ہے اور ہر آفت سے چوکنا رہنا ہے اور موت پر یقین رکھنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کچھ نہ بتلاتا اور اس کی کوئی مثال نہ دیتا اور اس سے بے رغبت ہونے کا حکم نہ بھی دیتا تو یہ دنیا سوتے کو بھی جگا دیتی اور غافل کو متنبہ کرتی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے خبردار کرنے کیلئے بہت کچھ بھیجا جس میں بڑی نصیحت ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے یہاں دنیا کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے، نہ اللہ کے پاس اس کا کوئی وزن ہے۔ اس کا وزن اللہ کے یہاں ایک کنکری کے برابر بھی نہیں ہے نہ ایک ریزہ مٹی کے برابر ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کے نزدیک اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ مخلوق یہ دنیاداری ہے۔ اللہ نے جب سے اسے پیدا کیا ہے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں ہے۔ ہمارے نبی ﷺ پر اس کو اس کی تمام کنجیوں اور خزانوں کے ساتھ پیش کیا گیا۔ مچھر کے پَر کے برابر بھی کم نہیں کیا گیا لیکن آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آپ نے صرف اس وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا اور نہ ان کو اللہ کے پاس کسی چیز کی کمی ہے، لیکن آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اللہ نے اگر کسی چیز کو ناپسندیدہ کیا ہے تو وہ یہ ہے۔ اور اس کے نزدیک سب سے معمولی اور گئی گذری چیز یہی ہے۔ اگر آپ ؐ قبول فرمالیتے تو وہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ آپ ﷺ اسے پسند فرماتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو یہ مناسب نہیں معلوم ہوا کہ جس چیز کو ان کے خالق نے ناپسند کی ہے، آپ ﷺ اس سے محبت کریں اور جس چیز کو اس کے مالک نے نظروں سے گرادیا ہے، آپ ﷺ اس کو عزت دیں۔

اس دنیا کی بے وقعتی کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو یہ کافی ہے کہ اللہ نے اسے حقیر سمجھا ہے۔ اس کے خیر کو، اطاعت کرنے والوں کے لیے باعثِ ثواب بنایا اور دنیاداری کو بطور عذاب نافرمانوں کے لیے رکھا تو اطاعت کا ثواب اس میں سے نکال دیا اور گناہوں پر عذاب اس میں سے نکالا۔ تمھیں اس دنیا کے شر کو سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

انبیاء اور چاہنے والوں پر بطور امتحان اس کو تنگ کر دیا اور ان کے علاوہ لوگوں کے لیے بطور آزمائش اور دھوکہ بھرپور دیدیا۔ اس کے دھوکہ میں پڑا ہوا اور فدا ہونے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اس کا اکرام کیا ہے مگر وہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام اور مناجات میں، کیا کیا۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ یہ ہوا کہ بھوک کی شدت سے اُنھوں نے پیٹ پر پتھر باندھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ ہوا کہ سبزیوں کی ہرے پن کو ان کی غذا کا حصہ بنایا گیا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اے موسیٰ! جب تم غربت کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو اے نیک لوگوں کی علامت! خوش آمدید۔ اور جب مالداری کو آتا دیکھو تو کہو کسی گناہ کی سزا، جلدی دے دی گئی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسی معاملہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی دیکھیں، ان کا معاملہ عجیب ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے میری جلد بھوک ہے، میرا شعار خوف ہے، میرا لباس موٹا کپڑا ہے، میری سواری میرا پیر ہے، رات میں میرا چراغ، چاند ہے۔ سردی میں گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ میرے پاس سورج ہے۔ میرا میوہ اور کھانا پینا وہ ہے جو زمین سے درندوں اور جانوروں کے لیے اُگتا ہے (یعنی سبزیاں) میں نے انکار کر دیا جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور نہ مجھ سے زیادہ مالدار بھی کوئی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی چھوٹی مثال حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں۔ ان سے آگے تعجب خیز کوئی نہیں ہے۔ اپنے خاص لوگوں کو جو کی روٹی کھلاتے اور گھر والوں کو خشکار (انتہائی خراب آٹا) اور لوگوں کو درمک (انتہائی نفیس آٹا)۔ جب رات ہوتی تو موٹا سا کپڑا پہن لیتے۔ اپنے ہاتھ کو گردن میں اٹکاتے اور روتے ہوئے رات گذارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ سیدھا سادہ کھانا کھاتے۔ بالوں والا لباس پہنتے۔ یہ سب لوگ جس چیز کو اللہ نے ناپسند کیا انھوں نے بھی ناپسند کیا، جس کو اللہ نے معمولی بتایا، اُن لوگوں نے بھی اسے معمولی درجہ میں رکھا۔ جس سے اللہ بے رغبت ہے یہ لوگ بھی بے رغبت رہے۔ پھر نیک لوگ ان کے راستہ پر چلے، ان کے نقشِ قدم پر رہے۔ محنت و مشقت اور معمولی رہن سہن کو اپنایا۔ غور و فکر میں لگ گئے۔ عمر کی چھوٹی سی مدت میں دنیوی متاع غرور پر صبر کیا کہ جس کا فنا ہونا یقینی ہے۔ دنیا کے آخری حصے (قیامت) پر توجہ کی تاکہ اس کے اول حصہ پر، اس کے انجام

کی بدمزگی پر نظر ڈالی نہ کہ اس کی جلد ملنے والی لذت پر پھر اپنے آپ پر صبر کو لاگو کر دیا۔ دنیا کو ایک مردار کے درجے میں رکھا جس کو صرف مجبوری کی حالت میں کھایا جاتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس میں سے اتنا ہی کھایا جس سے جان باقی رہے اور دم نہ نکلے۔ اس کو اس مردار کے درجے میں رکھا جس سے شدید بدبو آ رہی ہو تو جو شخص بھی قریب سے گذرے گا اپنی ناک پکڑ لے گا۔ تو وہ لوگ صرف نقصان سے بچنے کی حد تک اس کو استعمال کرتے رہے۔ اس گندگی کو پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں لے گئے تو وہ بھی ان سے دور ہوگئی۔ دنیاداری کا درجہ ان کے پاس بس اتنا تھا۔ اس لیے ان کو اس پر تعجب ہوتا ہے جو پیٹ بھر کر اس میں سے کھاتا ہے اور آخری درجے تک لذت یاب ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے دل میں کہتے ہیں: ان لوگوں کو دیکھو! کھانے سے ڈرتے نہیں ہیں۔ کیا اُنھیں بدبو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یہ تو درحقیقت میرے بھائی، انجام اور مستقبل کے لحاظ سے کسی مُردہ کے گندے ہونے سے بھی زیادہ بدبودار ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کا صبر جلد ختم ہوگیا، اس لیے انھیں بدبو نہیں آتی ہے۔ جو شخص گندگی کے گڑھے میں ہی پلے بڑھے اسے بدبو محسوس نہیں ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کے قریب سے گذرنے والے کو یا اس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے کو بھی اس کی بدبو کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ کسی عقلمند کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو شخص دنیا سے جاتا ہے اور اپنے پیچھے ڈھیر سارا مال چھوڑتا ہے، اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ فقیر ہوتا تو یا اگر وہ شریف تھا تو چاہے کہ کاش وہ ایسا نہ ہوتا یا اگر وہ اس سے بچا رہا تو یہ کہ کاش وہ اسے استعمال کر لیتا یا اگر وہ مال کے ذریعے لوگوں پر مسلط تھا تو یہ تمنا کرتا کہ کاش وہ عام لوگوں میں سے ہوتا۔ کیا اس میں دنیا کی رسوائی کی دلیل نہیں ہے اس شخص کے لیے جو عقلمند ہے۔

واللہ! دنیا کا حال ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں سے کچھ چاہے تو وہ اس کو، اس کی طلب اور محنت کے بغیر مل جائے گی لیکن جیسے ہی اُسے کچھ ملے گا اس میں اللہ کے حقوق اس پر فرض ہوجائیں گے۔ اس کے بارے میں پوچھ ہوگی اور حساب دینا ہوگا۔ اس لیے عقلمند کو چاہیے کہ صرف ضرورت بھر اس سے لے اور سوال ہونے اور سخت حساب لینے کے ڈر سے مزید کی طلب نہ کرے۔ اگر تم غور کرو تو دنیا صرف تین دن ہے۔ ایک وہ دن جو گذر چکا جس کی تم

اُمید نہ کرسکو گے۔ ایک وہ دن جو تمھارے پاس ہے اور تم کو چاہیے کہ اس کو غنیمت جانو اور ایک وہ دن ہے جو مستقبل میں آئے گا اور تم کو خود پتہ نہیں ہے کہ تم اس کے لائق رہو گے یا نہیں۔ اور تمھیں خود پتہ نہیں ہے کہ شاید تم اس دن سے پہلے مَر جاؤ۔ جو دن کل کا تھا وہ باادب حکمت والا ہے اور جو دن آج کا ہے وہ رخصت ہونے والا دوست ہے۔ البتہ کل کا دن اگرچہ تمہارے لیے تکلیف دہ رہا لیکن اپنی حکمت وہ آپ کے درمیان چھوڑ گیا۔ اور اگر وہ دن تم سے ضائع ہوگیا تو اس کے بعد کا دن تمہارے پاس آچکا ہے۔ یہ دوسرا دن تم سے بہت دور تھا لیکن اب وہ تم سے بہت جلد چلا جائے گا۔ آنے والے کل میں تمہارے لیے اس کی اُمید پھر بھی ہے۔ لہٰذا تم عمل پر بھروسہ کرو اور آخری وقت آجانے سے پہلے پہلے اُمید کا دھوکہ چھوڑ دو۔ خبردار! آج والے دن میں کل کا یا اس کے بعد کا غم مت رکھو۔ تم نے پہلے ہی اپنا غم اور پریشانی بڑھالی اور چاہتے ہو کہ تمہارے آج کے دن میں وہ سب مل جائے جو تمھیں زمانہ تک کافی ہو۔ ہائے افسوس! دنیاداری بڑھ گئی، غم بڑھ گیا، پریشانی زیادہ ہوگئی اور بندہ اُمید کے نام سے اصل کام ضائع کرگیا۔ اگر تمہارے آنے والے کل کی اُمید تمہارے دل سے نکل جائے تو تم آج کے دن کو اپنے عمل میں اچھی طرح استعمال کرو اور اپنے اعمال کو آج والے دن کے لیے مخصوص کرلو لیکن کل کے دن کی تمہاری اُمید نے تمہارے اعمال کو کم کررکھا ہے اور مزید دنیاداری میں تم کو ڈال دیا ہے۔ اگر تم چاہو اور مختصراً سمجھنا چاہو تو میں تم کو دنیا کی مثال دوں کہ وہ صرف دو لمحات میں سے کوئی ایک لمحہ ہے؛ ایک گذرا ہوا لمحہ، ایک آنے والا اور ایک وہ لمحہ جس میں تم اس وقت ہو۔ تو جو گذرا ہوا اور باقی ہے اُن کی راحتوں میں تمہارے لیے کوئی لذت نہیں ہے نہ ہی اُن کی پریشانیوں میں کوئی غم ہے۔ دنیا تو بس وہ لمحہ ہے جس میں تم اس وقت ہو۔ بس اسی لمحہ نے تم کو جنت سے غافل اور جہنم کی طرف ڈھکیل دیا ہے۔ لیکن آج کا لمحہ، اگر تم کو عقل آجائے تو ایسا ہے گویا ایک مہمان جو تمہارے پاس آیا اور اب جانے والا ہے۔ پس اگر تم اس کی ٹھیک سے مہمان نوازی کرو تو وہ تمہارے حق میں گواہی دے گا، تمہاری تعریف کرے گا اور تمہاری سچائی کو مانے گا اور اگر تم اس کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آ ؤ تو وہ تمہاری آنکھوں میں کھٹکے گا۔ باقی دونوں دن، دو بھائیوں کی طرح ہیں کہ ایک تمہارے پاس ٹھہرا تو تم اس کے ساتھ بری طرح

پیش آئے اور اچھا سلوک نہیں کیا تو دوسرا دن تمہارے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے بعد اب میں تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم میرے ساتھ اچھا سلوک کرو تو اس کے ساتھ تمہارا برا سلوک نظر انداز ہوجائے گا اور تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ معاف ہوجائے گا تو اب تم دیکھو۔ اگر تم گذرنے والے دن کے بعد آنے والے دن کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تم اس کے بدلہ اس وقت کامیاب ہوگئے۔ اگر تمھیں سمجھ ہو تو، پس اس طرح تمہارا اصلی گھر (جنت) تم سے ضائع نہ ہوگا۔ اور اگر دوسرے دن کے ساتھ بھی تم نے پہلے دن والا سلوک کیا تو کس قدر صحیح ہوگا کہ تم ان دونوں کی گواہی سے ہلاک ہوجاؤ۔ عمر کا جو حصہ باقی ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے نہ کوئی چیز اس کے برابر۔ اگر تم پوری دنیا جمع کرلو تو وہ باقی رہنے والے ایک دن کے برابر نہ ہوگا تو آج کوئی الزام نہیں ہے نہ دنیا کی کوئی چیز اس کی قیمت و اہمیت کے برابر ہے۔ بلا شبہ قبر میں مدفون زیادہ عزت والا نہ ہوگا اس وقت کے مقابلے میں جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔

واللہ! اگر قبر میں مدفون کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ دنیا پوری کی پوری تمہارے بعد تمہارے لڑکے کو دے دی جائے گی اور وہ تمہارے بعد مزے اُڑائیں گے، کیونکہ تمہاری فکریں، ان کے علاوہ کچھ نہیں تھیں، تمھیں یہ زیادہ پسند ہے یا یہ کہ تم کو ایک دن اور دیا جائے جس میں تم نیک عمل کرلو، تو وہ یہی اختیار کرے گا۔ اس دن کے ساتھ وہ کچھ جمع نہیں کرے گا سوائے اس دن کے اعمال کے جس میں اس کو رغبت ہوگی اور عظمت بھی۔ بلکہ اگر اسے صرف ایک لمحہ کے خیر اور جو میں نے تم سے کہا اس دنیا کے کئی گنا زیادہ دنیا کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ اس لمحہ کو اختیار کرے گا اس کئی گنا کے مقابلہ میں جو اس کے علاوہ کسی کو دی جائے، بلکہ اگر ایک لفظ بولنے کی اجازت دی جائے جو اس کے حق میں لکھا جائے گا اور اس دنیا کے مقابلے میں جو میں نے بیان کیا تو وہ اس ایک لفظ ہی کو اختیار کرے گا۔ اس لیے تم آج کے دن پر کڑی نظر رکھو، اِن لمحات کو غور سے دیکھو۔ ایک ایک بات کو اہمیت دو اور موت کی سکرات سے پہلے پہلے حسرت نہ ہو اس پر دھیان دو اور اس بات پر مطمئن نہ ہوجاؤ کہ اس بات کی حجت تمہارے لیے کافی ہے۔

اللہ تمھیں اور مجھے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دے اور بہترین انجام۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

☆ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں اُن سے ابوطالب بن سوادہ نے کہا، ان سے یوسف بن بحر المروزی نے، ان سے عبدالوہاب بن عطاء، ان سے ابوعبیدہ سعید بن رزین، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؒ کو سنا وہ اپنے لوگوں کو نصیحت کرر ہے تھے کہ: یہ دنیا عمل کی دنیا ہے جو اس کی کمی کے ساتھ رہا اور اس سے بے نیاز وہ خوش قسمت رہا اور ایسی دنیا کا ساتھ اس کو نفع پہنچائے گا۔ اور جو شخص اس کو چاہتا رہا اور اس سے محبت کی تو وہ بدنصیب ہوا اور اللہ کے پاس اپنے نصیب کو کم کردیا پھر یہ دنیا اس کو ایسی حالت میں لاتی ہے جس میں صبر نہیں ہوتا اور اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ دنیا کا معاملہ چھوٹا ہے اس کا سامان کم ہے اور اس کا ختم ہونا یقینی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا حقیقی وارث ہے۔ دنیا کے چاہنے والے ہر حال میں ایسے گھروں میں جانے والے ہیں جو پرانے نہیں ہوتے۔ نا طویل عرصہ اُنھیں بدلتا ہے نہ ہی وہاں عمر ختم ہوتی ہے کہ اُنھیں موت آئے اور نہ ہی عرصہ تک وہاں رہنے پر، اُنھیں نکلنا نصیب ہوگا۔ تو تم، اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے، ایسی جگہ سے ڈرو اور اس بدل جانے والی حالت کا زیادہ ذکر کرو اور اے ابن آدم! تو اس دنیا کی زیادہ فکر چھوڑ دے یا تو اس کی رسّیاں توڑ دے ورنہ اس چیز کا ذکر ختم ہوجائیگا جس کے لیے تجھے پیدا کیا گیا اور حق سے تیرا دل ہٹ جائے گا۔ دنیا کی طرف دل مائل ہوگا اور تو ہلاک ہوجائے گا۔ یہ وہ برے لوگ ہیں جن کی برائی واضح ہے اور نفع نہیں ہے۔ یہ دنیا، واللہ، اپنے چاہنے والوں کو لمبی شرمندگی اور سخت عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔ تو اے ابن آدم! تو اس سے دھوکہ مت کھا اور جب تک تو محفوظ نہ ہوجا، اپنے آپ کو صحیح سلامت نہ سمجھ کیونکہ خطرناک حالات اور رسوا کن معاملات اب تک تیرا پیچھا نہ چھوڑ سکے ہیں۔ اس راستہ پر جانا اور ان حالتوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ یا وہ حالات تمھیں اس کے شر سے بچائیں گے اور اس کی ہولناکی سے نجات دلائیں گے یا برباد کرکے چھوڑ دیں گے۔ یہ بڑے خطرناک ڈراؤنے اور دلوں کے لیے ہیبت ناک درجے ہیں، اس لیے تم اس کی تیاری کرو، اور اس کے شر سے بھاگو۔ یہاں کا ختم ہونے والا سامان کہیں تمھیں غافل نہ کردے تم اس کے انتظار میں نہ رہو۔ یہ تمہاری عمر بہت جلد کم کردے گی، اس لیے تم موت کی تیاری کرو اور یہ نہ کہو کہ کل، کل ...... کیونکہ تمھیں نہیں پتہ کہ اللہ کے پاس کب چلے جاؤ گے۔ یاد رکھنا!

لوگ دنیا کی خوبصورتی حاصل کرنے میں سنجیدہ بن چکے ہیں۔ ہر جگہ ہاتھ مارتے ہیں اور ہر وہ چیز جو پسند ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر راضی ہیں اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اس میں جو بات اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو اور اس کی اطاعت کے ساتھ نہ ہو تو ایسے شخص نے اپنے گھر والوں کو کھو دیا اور اس کی کوشش ناکام رہی اور جو چیز اللہ کے لیے ہو اور اس کی فرمانبرداری سے ہو تو ایسا شخص اپنے گھر والوں کو بچا لے گیا اور ان کا معاملہ سیدھا رکھا اور وہ لوگ بھی اس کے ذریعہ خوش نصیب رہے۔ ان کے پاس اللہ کی کتاب ہے اور اس کا عہد ہے جو ہو چکا اور جو باقی ہے سب مذکور ہے ان کے بعد آنے والوں کے حالات بھی درج ہیں۔ اللہ نے اسی طرح آج حکم دیا اور اس سے پہلے جو لوگ تھے ان کو بھی یہی حکم دیا، اس لیے کہ اللہ کی حجت مکمل ہے، عذر کھل کر سامنے ہے، اور ہر ایک کو اللہ اس کے عمل کا مکمل بدلہ دے گا۔ اللہ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ دو میں سے ایک طرح کا ہوتا ہے۔ یا اس کو اپنی رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے تو کیا زبردست نعمت و عزت ملتی ہے یا اس کے لیے غضب و عذاب کا فیصلہ کرتا ہے تو کیا حسرت و ندامت ہوتی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ جس کے پاس اللہ کی طرف سے ساری وضاحت پہنچ چکی ہو وہ اپنا معاملہ ایسا ہی کر لے جو چیز اللہ کی نظر میں چھوٹی ہو اس کو اپنی نگاہ میں بھی چھوٹا بنا لے اور جس کا درجہ اللہ کی نظر میں بڑا ہو، اسے بڑا سمجھے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے دنیا کے چاہنے والوں کے لیے موت کے بعد جو نفرت اور بے عزتی ذکر کی ہے اس کے بعد کسی کو دنیا کا عیش اچھا نہ لگے کیونکہ اس کی نعمتیں ختم ہو جائیں گی اور ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی، اس کی مصیبتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کی ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے۔ صحت مند بیمار پڑ جاتا ہے۔ مالدار فقیر ہو جاتا ہے۔ اپنے اہل و عیال میں مست رہتا ہے اور ہر حال میں ان سے دل بہلاتا ہے۔ جو عبرت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے اس میں عبرت ہے اور جس چیز کا اسے انتظار ہے اس کا حقیقی تذکرہ ہے۔

اے ابن آدم! تو آج ایسے گھر میں ہے جو تجھے باہر نکال دینے والا ہے تم کو خود اس کا حال معلوم ہے۔ یہ قطعی بات بہت جلد پیش آنے والی ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو بہت سخت اور بہت بڑے خطرہ کا سامنا ہے تو اے ابن آدم! تو اللہ سے ڈر اور کوشش کر کہ تیری دنیا کی کوشش

تیری آخرت کے لیے ہو اس لیے کہ اس دنیا میں تیرا حصہ وہی ہے جو تیرے سامنے آ جائے، اس لیے تو اپنے آپ سے بچا کر مال کو نہ رکھ اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑ جس کے بارے میں تجھے پتہ ہے کہ تو اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ لیکن تو دور کے سفر کے لیے توشہ لے لے اور اپنی زندگی کے تمام دنوں کو گن گن کر رکھ اور اللہ کی طرف سے کسی فیصلہ کے نازل ہونے سے پہلے لمبی زندگی کا سوچ لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری چاہتوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ تو اے ابن آدم اگر تو شرمندہ ہے جبکہ صرف شرمندگی کافی نہیں ہے تو پھر اس دنیا کو چھوڑ دے، اپنے دل سے نکال دے، ضرورت سے زیادہ نہ لے، اگر تو نے ایسا کیا تو سب سے بڑا فائدہ تجھے ملے گا اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہوگی، سخت عذاب سے بچ جائے گا جبکہ اس عذاب میں پڑنے والوں کو نہ راحت ملے گی اور نہ وقفہ ہوگا تو تو جس چیز کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی طلب میں لگ جا اس سے پہلے کہ تیرے معاملات بکھر جائیں اور تجھے ان کا جمع کرنا مشکل ہو جائے۔ دنیا کے ساتھ اپنا جسم رکھو اور اپنے دل سے اس کو جدا کرو۔ تمہاری عمر میں سے جو گذر چکا اور جو تم نے دیکھا اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور دنیا والوں کو اُن کی چاہتوں پر چھوڑ دو کیونکہ وہ چاہتیں جلد ہی فنا ہوں گی، اس کا وبال ڈراؤنا ہے، ان کی دنیوی چاہتوں کو دیکھ کر تمہاری بے رغبتی دنیا سے اور بڑھ جائے اور مزید ہوشیاری بڑھے اس لیے کہ نیک لوگ ایسے ہی تھے۔

اے ابنِ آدم! جان لے کہ تیرا مطالبہ بہت بڑا ہے، اس میں وہی کوتاہی کرتا ہے جو محروم ہو کر ہلاک ہوگا تو تو دھوکہ میں مت پڑ جبکہ تجھے اس کا راستہ نظر بھی آ رہا ہے اور اپنا حصہ نہ چھوڑ جبکہ تجھے پیش کیا گیا ہے۔ تو ذمہ دار ہے اور تیری بات پوچھی جائے گی اس لیے تو اخلاص سے عمل کر۔ جب صبح کر تو موت کا انتظار کر اور جب شام کر تو اس طرح رہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ لوگوں کے عمل میں نجات اس وجہ سے ہے جو اللہ نے آسانی اور سختی میں رکھی ہے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ تم لوگ ایسی مذموم دنیا میں رہ رہے ہو جو فتنہ پرور ہے اور اس کے عاشقوں کے لیے ایک مدت مقرر کی گئی ہے جیسے ہی وہ اس تک پہنچیں گے ہلاک کر دیے جائیں گے۔ اللہ نے اس سے سبزیاں اُگائیں اور ہر طرح کا چلنے والا اس میں پھیلایا۔ پھر ان کو وہ بات بتلا دی جس کی طرف اُنھیں جانا ہے اور جو کچھ لوگوں

کے لیے بنایا اس میں اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اطاعت کا راستہ سمجھایا، جنت کا وعدہ کیا جبکہ وہ سب کے سب اس کی مٹھی میں ہیں اور ان میں سے کوئی، اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہے، ان کا کوئی عمل اس پر مخفی نہیں ہے اور ان کا اجر بھی بالکل کم نہ ہوگا۔ اور اللہ نے جو عہد بھی اپنے بندوں سے لیا اور ان پر کتاب بھیجی تو میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں کسی کو بھی دنیا میں رغبت کے لیے کہا نہ ہی اس پر مطمئن ہوجانا اور دنیا کی طرف جھک جانا پسند کیا بلکہ اس نے نشانیاں بتلائیں۔ اس کے عیوب کی مثالیں دیں، اس سے منع کیا اور اس کے علاوہ کی ترغیب دی۔ اس نے اپنے بندوں کو بتایا کہ جس غرض کے لیے دنیا کو اور دنیا والوں کو پیدا کیا گیا ہے وہ بہت عظیم ہے، اس کی اُٹھان بھی بہت اونچی ہے۔ اس نے ان کو ایسے گھر منتقل کرنا چاہا ہے جس کے بارے میں میں یوں کہوں کہ اس کا ثواب، ان کے ثواب کے مقابلے میں بلاتشبیہ ہے، نہ اس کی سزا، ان کی سزاؤں کی طرح ہے لیکن وہ ہمیشہ ہمیش کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے بندوں کا حساب لے گا اور ان کے لائق درجے ان کو عطا کرے گا۔ اس میں رہنے والوں کا نہ عذاب بدلے گا اور نہ نعمتیں۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو پوری محنت سے حلال کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ اگر اس کا چہرہ بھی اس کے ہاتھ میں آ گیا تو اس نے اس کا رُخ اللہ کی طرف موڑ دیا۔

اے ابن آدم! تجھ پر تعجب ہے، اگر تجھے دنیا کی کوئی تکلیف پہنچے تو تیرا کیا نقصان ہے، اگر آخرت کی بھلائی تجھے مل جائے۔ دراصل تم لوگوں کو مال کی کثرت کی خواہش نے غافل کردیا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں چلے جاؤ۔ یہی تو لوگوں کے لیے شرمناک بات ہے۔ زیادہ مال کی خواہش نے تمھیں جنت سے غافل کردیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کی طرف سے عزت کی چیز ہے۔ واللہ! ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا جو کہتے تھے کہ ہم کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ پھر وہ لوگ جنت کی طلب میں صبح و شام اور سوتے جاگتے لگ گئے۔ جی ہاں! واللہ انھوں نے اس سے دوری میں اپنا خون بہادیا، اللہ سے اُمید رکھی تو کامیاب ہوگئے۔ انھیں مبارک ہو، ان کا ثواب کوئی لوٹ نہیں سکتا نہ چھین سکتا ہے۔ یہ اسی کو ملے گا جو روزہ رہے، تواضع سے کام لے، تکبر نہ کرے اور ہمیشہ اللہ سے ڈرے یہاں تک کہ اگر اپنے گھر جائے اور کوئی چیز اس سے قریب کی جائے تو کھالے ورنہ

چپ رہے، ان سے کچھ نہ مانگے کہ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟ پھر فرمایا:

لَيۡسَ مَنۡ مَاتَ فَاسۡتَرَاحَ بِمَيِّتٍ
إِنَّمَا الۡمَيۡتُ مَيِّتُ الۡأَحۡيَاءِ

جو شخص مَر گیا اور راحت پا گیا تو اسے مَرنا نہیں کہتے، بلکہ مَرا ہوا تو وہ شخص ہے جو زندہ میں مُردہ بن کر رہے۔

ابو محمد بن حیان نے ہم سے کہا، اُن سے محمد بن عبداللہ بن رستہ نے کہا، اُن سے طالوت بن عباد نے کہا، اُن سے عبدالمؤمن نے کہا کہ عبید اللہ بن حسن نے فرمایا: اے ابنِ آدم ! تیرا عمل، تیرا عمل، وہی تیرا گوشت پوست اور خون ہے۔ تو، تو دیکھ کہ تو کس حال میں اپنے عمل کو رکھتا ہے۔ تقویٰ والوں کی چند علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، وہ سچے ہوتے ہیں۔ وعدہ پورا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں پر رحم کھاتے ہیں، فخر وغرور کم سے کم کرتے ہیں، نیکی پھیلاتے ہیں، لوگوں کے سامنے اکڑتے نہیں ہیں، بااخلاق ہوتے ہیں، لوگوں کے لیے کشادہ دل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اللہ سے قریب ہوتے ہیں۔ اے ابنِ آدم ! تو اپنے عمل کو دیکھ، اچھا اور برا ہر عمل کا وزن ہوگا لہٰذا تو کسی خیر کے کام کو حقارت سے نہ دیکھ چاہے وہ معمولی ہو، کیونکہ اگر تم اس کا وزن دیکھ لوگے تو تم کو اس کی اہمیت معلوم ہوکر خوشی ہوگی، نہ ہی کسی شر کو معمولی سمجھو کیونکہ اگر تم اس کا وزن معلوم کرلوگے تو تم کو برا لگے گا۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو حلال کمائے، احتیاط سے خرچ کرے۔ جو زیادہ ہو اسے اپنی غربت اور فقیری کے لیے بچائے رکھے۔ ہائے ہائے ! دنیا تو اپنے انجام کے ساتھ چلی گئی لیکن تمہارے اعمال تمہاری گردنوں میں لٹک گئے۔ تم لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت میں لگے ہوئے ہو جبکہ قیامت تمہاری خرید وفروخت کررہی ہے۔ تمہارے اچھے لوگ جلدی سے چلے گئے پھر تم کیا انتظار کررہے ہو؟ دیکھنا چاہتے ہو؟ تو وہ تو گویا کہ سامنے ہے۔ تمہاری کتاب کے بعد کوئی کتاب نہیں اور تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اے ابنِ آدم ! اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لیے بیچ دے تو دونوں جگہوں میں فائدہ رہے گا۔ مگر اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے لیے مت بیچ ورنہ دونوں جگہ نقصان اُٹھائے گا۔

احمد بن جعفر بن حمدان نے ہم سے بتایا، ان کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، انھیں میرے والد نے، اُنھیں محمد بن سابق نے، اُنھیں مالک بن مغفول نے، انھیں حمید نے، وہ کہتے ہیں حضرت حسنؒ رجب کے مہینے میں مسجد میں تھے۔ پانی منہ میں لیتے اور تھوک دیتے، ایک لمبی سانس لی پھر روئے یہاں تک کہ ان کے مونڈھے کپکپائے پھر فرمایا: اگر دلوں میں زندگی ہو، اگر دلوں میں کچھ نیکی باقی ہو تو میں تم کو اس رات کا حوالہ دے کر رلاؤں جس کی صبح قیامت کا دن ہوگا۔ وہ رات جس کے بعد قیامت کے دن کی صبح ہوگی۔ اس دن سے زیادہ ساری مخلوق نہیں سنے گی کہ سب کے ستر کھل گئے اور ہر آنکھ قیامت کے دن رو پڑی۔

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ کی وصایا

جب ضحاک بن مزاحم کی وفات کا وقت قریب آیا تو محمد بن بکر الرحی کو بلوایا اور فرمایا: دیکھو! میں صبح تک وفات پا جاؤں گا۔ جب میں مَر جاؤں تو منادی کر دینا کہ ضحّاک مَر گیا۔ جو یہ آواز سنے میرے غسل و کفن و دفن میں شریک ہو جائے۔ مجھے پاک صاف ہو کر غسل دینا۔ سجدے کی جگہوں پر خوشبو لگانا۔ کفن کو بھی معطر کر دینا۔ کفن صرف اتنا ہی دینا جو مسنون ہے۔ رنگ سفید ہو۔ کفن میں کفایت کو مدنظر رکھنا۔ خبردار! کوئی رسم و رواج اور بدعت کی بات نہ کرنا۔ بس غسل و کفن کا جو طریقہ شریعت نے بتلایا ہے اُسی پر عمل کرنا۔ مجھے لحد میں دفن کرنا۔ جو لوگ میرے جنازے کو کندھوں پر اُٹھا کر لے جائیں تو وہ شادی یا دلھن کی چال نہ چلیں بلکہ وقار و متانت کے ساتھ درمیانی چال چلیں۔ اگر کچی اینٹیں مل جائے تو اس سے میری قبر پاٹ دینا۔ ورنہ گھاس پات سے قبر کو پاٹنا۔ مجھے لحد میں رکھ کر قبر برابر کر دینا۔ اور سر کی جانب بطور نشان کے ایک اینٹ کھڑی کر دینا۔ پھر پانی چھڑک دینا۔ جب تم مجھے دفن کر چکو اور لوگ قبر پر مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑ لیں تو میری قبر پر کھڑے ہو کر اور قبلہ رخ ہو کر ذرا بلند آواز سے یہ کہنا: اے اللہ! تو ضحاک کو قبر میں بٹھائے گا، اس سے سوال کرے گا؛ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تو نبی کے متعلق کیا جانتا ہے اور کیا کہتا ہے تو تو اس کو قولِ حق پر ثابت قدم رکھنا۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اور پھر واپس ہو جانا۔

میری نمازِ جنازہ طفیل پڑھائیں۔ حاکم وقت کومت بلانا کہ وہ میری نماز پڑھائیں۔ اور جو وصیت کی ہے اس پر عمل کرنا۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۵ ہجری میں ہوئی۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۳۲۶)

حضرت سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ بن الخطاب کی وصیت

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو آپؒ نے وصیت کی: اُن بادشاہوں کو یاد کرو جن کی وہ آنکھیں بے نور ہوگئیں جو لذتِ نظر سے کبھی سیر نہ ہوتی تھیں۔ وہ پیٹ پھٹ گئے جو ایوانِ نعمت سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے۔ آج وہ زمین کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑے ہیں۔ اگر وہ ہماری آبادی سے قریب ہوتے تو ان کی بدبو سے ناک نہ دی جاتی۔ (ابن خلکان بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۱۵۱)

آپ کی وفات سنہ ۱۰۶ ہجری میں مدینۃ الرسول میں ہوئی۔ نمازِ جنازہ ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔

حضرت ہرم بن حیان عیدیؒ کی وصیت

ہرم بن حیان سے کہا گیا کہ وصیت کیجیے تو وصیت کی کہ: میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کردینا۔ اگر باقی رہ جائے تو میرا گھوڑا فروخت کردینا۔ اگر پھر باقی رہ جائے تو میرا غلام بیچ کر ادا کردینا اور میں تم لوگوں کو سورۂ نحل کی آخری آیات ﴿"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ سے ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ﴾ تک عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۴۸۔ الحلیہ، ج:۲، ص:۱۲۱)

مُطرف بن عبداللہ بن شِخِّیرؒ کی وصیت

آپؒ جب بیمار ہوئے تو اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلاکر وصیت کی۔ آیت تلاوت کی۔ پھر ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ پڑھی۔

ترجمہ: یہ امر واقعی آپ کے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوجیے۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۶۰)

صاحبزادے نے طبیب کو بلوایا۔ پوچھا: کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ طبیب ہے۔ تو آپ نے فرمایا: خبردار! مجھ پر منتر وغیرہ سے دم نہ کرانا۔ اور نہ ہی میرے گلے میں کوڑی لٹکانا۔ پھر آپ نے بیٹوں سے کہا: جاؤ! میرے لیے قبر تیار کرو۔ بیٹے قبر تیار کر کے گھر آئے تو فرمایا: مجھے میری قبر کے پاس لے چلو۔ آپ کو قبر کے پاس لایا گیا۔ وہاں آپ نے دعائیں مانگیں اور مکان واپس آئے۔

آپ نے عبداللہ کو وصیت کی: میرے جنازے کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔

آپ بیماری میں بے ہوش تھے کہ اچانک تین روشنیاں آپ کے جسم سے نمودار ہوئیں۔ ایک سر کی جانب سے، دوسری کمر سے، تیسری پیروں سے۔ آپ اچانک ہوش میں آئے۔ تیمارداروں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ: ہم نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جس نے ہم کو ڈرا دیا۔ آپ نے پوچھا: کیا دیکھا ہے؟ جواب دیا گیا کہ تین روشنیاں آپ سے نکلتی دیکھی گئی ہیں۔ فرمایا: کیا تم لوگوں نے وہ دیکھی ہیں؟ لوگوں نے کہاں: جی ہاں! فرمایا: یہ روشنیاں ''الم سجدہ'' ہے جس کی ۲۹/آیتیں ہیں۔ اس کی شروع کی آیتیں میرے سر سے اور درمیانی میرے وسط سے اور آخری میرے پیروں سے نکلیں اور وہ میری شفاعت کے لیے آسمان کی طرف پرواز کر گئیں اور سورۂ ملک میرا پہرہ دے رہی ہے۔ آپ کا انتقال ۸۷ یا ۹۵ھ میں ہوا۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۶۲۔ الحلیہ، ج:۲، ص:۲۰۶)

حضرت حسن بن ابوالحسنؒ کی وصیت

اے آدم کے بیٹے! اللہ کی ناراضی کے ہوتے ہوئے کسی سے راضی نہ ہونا۔ اور اللہ کے گناہ میں کسی کی بات نہ ماننا اور اللہ کے فضل پر کسی کی تعریف نہ کرنا۔ اور جو چیز اللہ نے تجھے نہیں دی اس پر کسی کو برا نہ کہنا۔ اللہ نے مخلوق کو اور ان کی عادتوں کو پیدا کیا اور وہ انہی اخلاق پر گامزن رہے جن پر اللہ نے اُنھیں پیدا فرمایا تھا۔ اگر کسی کو گمان ہو کہ حرص سے میرا رزق بڑھ جائے گا تو حرص سے اپنی عمر بڑھا کر دکھائے۔ یا اپنا رنگ ہی بدل کر دکھائے یا اپنے اعضاء میں یا اُنگلیوں میں زیادہ کر کے دکھائے۔

آپ موت کے وقت کاتب کو وصیت لکھوا رہے تھے کہ: لکھ! یہ وہ ہے جس کی گواہی حسن بن ابوالحسن دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی حقدارِ عبادت نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اپنی موت کے وقت سچے دل سے ان دونوں کلموں کی گواہی دی وہ جنتی ہے۔ یہی معاذ بن جبلؓ نے موت کے وقت وصیت کی تھی اور یہ رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۸۹)

اس کے تھوڑی دیر بعد آپ فوت ہوگئے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کی وصایا

جب آپؒ کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے:

اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنی روزی حلال طریقے سے کمانا۔ اگر حرام طریقہ سے کماؤ گے تب بھی اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

آپؒ نے اپنے لڑکوں اور اہلیہ کو وصیت کی:

اللہ سے ڈرتے رہو۔ آپس میں مل جل کر صلح رکھو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو کیونکہ ایمان والوں کی یہی شان ہے۔ اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرنا۔

وہ وصیت جو حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے کی تھی کہ: اے پیارے بیٹو! حق تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا ہے۔ لہٰذا حالت اسلام ہی پر مرنا۔ دیکھو! انصار اور ان کے موالی کے بھائی ہونے کا دعویٰ نہ کرنا کیونکہ پاک دامنی اور راست بازی، زنا اور جھوٹ سے بہتر ہے۔ مستحکم اور قابل عزت اوصاف ہیں۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۲۲۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابومسلم خولانیؒ کی وصایا

ابومسلم خولانیؒ جب امیر معاویہؓ کے پاس داخل ہوئے تو کہا: **السّلام علیک ایھا الاَجیُر!** سلامتی ہو تم پر اے مزدور۔ لوگوں نے کہا: امیر کہو اے ابومسلم۔ لیکن آپ نے دو مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ تیسری مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے کہا: ابومسلم جو کچھ کہہ رہے

ہیں کہنے دو۔ کیونکہ وہ اپنے قول کو زیادہ جانتے ہیں۔

ابومسلم نے حضرت امیرؓ کو وصیت ونصیحت کی:

آپؓ کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے ایک شخص کو مزدوری پر رکھا تاکہ وہ اس کے جانور کو چرایا کرے اور جانور موٹے فربہ اور خوب دودھار بنیں۔ اگر مزدور نے مالک کے جانور کی اچھی طرح دیکھ ریکھ کی اور خوب فربہ دودھار کرکے لایا تو مالک خوش ہوکر اُجرت دے گا ہی دے گا، بخشش وانعام سے بھی نوازے گا۔ اس کے برخلاف اگر مزدور جانور کو لاغر ودبلا اور تھن خشک کرکے لاتا ہے تو مالک بخشش تو کیا اصل اُجرت بھی نہیں دے گا۔

(اس میں اشارہ ہے کہ آپ اپنے کو حاکم نہ تصور کریں بلکہ حق جل مجدہ کی مخلوق پر نگراں اور عامل ہیں۔ اگر اللہ کی مخلوق کی دیکھ ریکھ اور مفلسوں کی فریادرسی کی تو حق جل مجدہ آپ کو انعام واکرام سے نوازے گا۔ برخلاف اس کے اگر آپ نے اللہ کی مخلوق پر مہربانی اور لطف وعنایت کا معاملہ نہ برتا تو یاد رکھئے یہ خلافت عزت کی جگہ ذلت اور نعمت کے بجائے نقمت کا سبب بن جائے گی اور یہ آپؓ کو ہلاکت کی وادی میں ڈھکیل دے گی۔ اگر حکمراں وفرمانرواں اس زرین اصول کو یاد رکھیں کہ میں اللہ کا مزدور ہوں، یہ سلطنت اللہ نے عیش وعشرت کے لیے نہیں دی ہے بلکہ فریادرسی، بے کسوں کی امداد، مظلوم کی مدد کے لیے دی ہے تو کبھی بھی فساد عالم نہ ہو۔ العبد ثمین اشرف)

ایک دفعہ آپؓ طواف کررہے تھے اور اسلام کی تعریفیں کررہے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک شخص کو بھیجا کہ بلا کر لائیں۔ جب آپ تشریف لائے تو امیر معاویہؓ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ امیرؓ نے جواب دیا: معاویہ۔ ابومسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم نئی قبر ہو۔ اگر نیکی کیے ہو تو اچھا بدلہ ملے گا ورنہ بدی کا انجام برا ہے۔

اے معاویہؓ! اگر تو نے تمام زمین والوں کے ساتھ عدل کیا اور ایک شخص پر بھی ظلم کیا تو تیرا ظلم غالب آجائے گا اور تجھے ہلاک کردے گا۔

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کی مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابومسلم نے وصیت کی: اے معاویہ! تو قبروں میں سے ایک قبر ہے۔ لہٰذا تو اگر نیکی کرے گا تو بھلائی ملے گی ورنہ

تیرے ساتھ کچھ بھی نہیں جائے گا یعنی دنیا تیرے ساتھ نہیں جائے گی۔

اے معاویہؓ! تو خلافت کو محض مال جمع کرنا اور تقسیم کرنا مت تصور کر۔ خلافت تو حق پر عمل کرنا، انصاف کی باتیں کرنا اور حدودِ الٰہیہ میں لوگوں کی نگہداشت رکھنے کا نام ہے۔

اے معاویہؓ! ہماری آنکھوں کے کیچڑوں کو نہ دیکھ بلکہ تو ہماری آنکھوں کا نمونہ ہے۔ (یعنی تمہاری تمام حرکات وسکنات پر دنیا کی نگاہ ہے)۔

اے معاویہؓ! خبردار کہ تم عرب کے کسی قبیلے پر ناراض ہو اور پھر عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۱۲۶)

حضرت ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ کی نصائح

آپ نے جابر الجعفی سے فرمایا کہ: اے جابر! میں غمگین ہوں اور میرا قلب مشغول ہے۔ جابر نے سوال کیا: آخر آپ کو کس چیز کا غم ہے اور قلب کو کیا مشغولیت ہے؟

آپ نے فرمایا: اے جابر! جب قلب (گندگیوں سے) صاف اور خالص اللہ کی دین کے لیے ہو جاتا ہے تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (غرض میرا قلب عظمتِ الٰہی میں موجزن اور غیروں سے بے نیاز ہے)۔

اے جابر! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ جانور ہے تو سواری کرلو۔ کپڑا ہے تو پہن لو۔ عورت ہو تو اس سے شہوت پوری کرلو۔ بس یہ ہے دنیا۔ دنیا کی بس یہ حقیقت ہے!

اے جابر! یاد رکھو مومنین دنیا پر اعتماد نہیں رکھتے کہ ہمیشہ اس میں رہیں۔ اور آخرت کا ایک دن آنے والا ہے۔ اس سے بے خوف بھی نہیں ہوتے۔ فتنے کے وقت ذکرِ الٰہی سے وہ گونگے نہیں ہوتے (یعنی جب فتنہ کی باتیں ہوتی ہیں تو اللہ والے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں) اور جب دنیاوی زیب و زینت کی طرف ان کی نگاہ پڑتی ہے تو نورِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ایسے لوگ ابرار کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ متقی لوگ دنیاداروں کے

مقابلے میں تھوڑے پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اور اگر تم پر غفلت آجائے تو یادِ الٰہی کی طرف تم کو متوجہ کرتے ہیں۔ اگر تو ذاکر ہے تو تمہاری اعانت کرتے ہیں کہ ہمیشہ حق کی آواز لگاؤ۔ امرِ الٰہی پر قائم رہو۔ تمام مخلوق کی محبت کے رشتوں کو توڑ کر حق کی محبت کا رشتہ جوڑ لو۔ اللہ عزوجل کی محبت کی طرف دل سے متوجہ رہو۔ یاد رکھو، ہمیشہ نگاہ حق جل مجدہ کی طرف رکھو۔ دنیا سے وحشت و فرار اختیار کرو، حق جل مجدہ کی اطاعت کے لیے۔ دیکھو! حق جل مجدہ کو جیسا کہ اس کی شان یکتائی ہے یہی بات پسندیدہ ہے۔ دنیا کو اس کا وہی مقام دو وہیں رکھو جہاں اس کو حق تعالیٰ نے رکھا ہے۔ اس سے کوچ کرو۔

دیکھو! اگر تم خواب میں بادشاہ بن جاؤ اور ہیرے جواہرات کے محل میں سکونت اختیار کرلو، سر پر موتیوں کا تاج رکھ لو، خدام سامنے ہوں، وغیرہ وغیرہ جب تم بیدار ہوگے تو تمہارے پاس ان میں کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب تم عدالتِ احکم الحاکمین میں حاضر ہوگے تو دنیا مثل خواب کے ہوگی اور تم اکیلے ہوگے۔

اللہ کو یاد رکھو اور جس قدر ممکن ہو سکے اللہ کے دین و امانت کی نگہداشت رکھو۔

(الحلیہ، ج:۳،ص:۱۸۲)

آپؒ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت کی: بیٹا! خبردار، سستی نہ کرنا۔ عاجز نہ بننا اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کا دروازہ ہیں۔ اس لیے کہ اگر تم سستی کروگے تو نہ حقوقِ الٰہی ادا کرسکو گے اور نہ ہی بندوں کے حق کو ادا کرسکو گے۔ اور اگر عاجز و تنگدل بنوگے تو حق کی اشاعت میں جو مصائب آئیں گے اس پر صبر نہ کرسکو گے۔ (الحلیہ، ج:۳،ص:۱۸۳)

وفات سنہ ۱۱۴ یا ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

حضرت زین العابدین علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما کی وصایا

حضرت علی ابن الحسینؓ نے اپنے صاحبزادہ ابوجعفر یعنی محمد کو وصیت کی کہ: بیٹا! پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت مت اختیار کرنا۔ نہ اُن سے ہم کلام ہونا، اور نہ ہی ان کو اپنا رفیق سفر بنانا۔

ابوجعفر محمد نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، وہ پانچ کون ہیں والد محترم؟

(۱)   فاسق کی صحبت نہ اختیار کرنا، اس لیے کہ وہ تم کو ایک لقمہ کھانے کے بدلے فروخت کردے گا اور اس سے کم میں بھی۔ ابوجعفر محمد نے پوچھا: ابّا جان! لقمہ سے کم کیا ہے؟ والد نے فرمایا کہ محض طمع و لالچ میں کہ کچھ مل جائے گا، تم کو بیچ دے گا۔ حالانکہ وہ شئے اس کو ملے گی بھی نہیں۔ غرض، تم کو بلا قیمت فروخت کردے گا۔

(۲)   دوسرے بخیل کی صحبت سے گریز کرنا۔ کہ وہ تم کو اپنی اشد ضرورتوں میں بھی مال خرچ کرنے سے روک دے گا۔ (یعنی اللہ کی راہ میں بھی جبکہ انسان کو آخرت میں اسی کی زیادہ ضرورت ہوگی، مال خرچ کرنے سے روکے گا۔)

(۳)   تیسرے جھوٹے کذاب کی ہم نشینی وصحبت سے بھی اجتناب کرنا، کہ اس کی مثال دور سے چمکنے والی ریت کی ہے جو پانی کی شکل میں محسوس ہوتی ہے۔ جھوٹا شخص دوستوں کو تم سے بعید اور دشمنوں کو قریب کردے گا۔

(۴)   چوتھے احمق و بے وقوف کو کبھی بھی اپنے سے قریب نہ ہونے دینا کہ وہ تم کو نفع پہنچانا چاہے گا تو بھی نقصان پہنچا کر رہے گا۔

(۵)   قطع رحمی کرنے والوں کی صحبت سے دور ہی رہنا کہ وہ ملعون ہیں۔ حق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں ان پر تین جگہوں میں لعنت بھیجی ہے۔ (الحلیہ، ج:۳،ص:۱۸۴)

(یعنی قطع رحمی کرنے والا حق جل مجدہ کی نگاہ میں ملعون ہے اس لیے رب العزت نے اپنی کتاب میں اس پر تین مقامات پر لعنت کی ہے۔)

امام المتقین حضرت جعفر الصادقؒ

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے نصیحت کرنے کو کہا تو امام نے فرمایا: اے سفیان! زیادہ تو نہیں چند نصیحتیں سن لے:

جب حق جل مجدہ تم کو اپنی کوئی نعمت عطاء فرمائیں اور تو اس نعمت کی بقاء و دوام کا خواہاں ہو تو اس نعمت پر حمد وشکرِ الٰہی کی کثرت کرنا۔ اس لیے کہ حق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ" اگر تم نعمت پر شکر کروگے تو ہم زیادہ کردیں گے۔

اور جب تو وسعتِ رزق کا طلب گار ہو تو کثرتِ استغفار کا اہتمام کرنا کیونکہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا، یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا. وَّ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْهٰرًا﴾

(اور میں نے اُن سے (یہ) کہا کہ) تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔ اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔ (سورۂ نوح، آیت: ۱۰ تا ۱۲)

اور جب تم کو حاکم و سلطان کی طرف یا کسی دوسرے کی طرف سے کوئی امر پیش آ جائے تو اس وقت 'لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ' کا ورد کثرت سے رکھنا کہ یہ کلمہ مصائب و آلام کو دفع کرنے کی کنجی ہے۔ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

اے سفیان! ان ہی نصیحتوں کو یاد رکھو، ہر مقام پر تم کو نفع دے گی اور تو اس کے ثمرات کو پائے گا۔ (الحلیہ، ج:۳، ص:۱۹۳)

ایک مرتبہ آپ نے علی بن موسیٰ کو جامع اور طویل وصیت فرمائی:

اے بیٹے! میری اس وصیت کو قبول کرو اور میری اس بات کو محفوظ کرلو۔ اس لیے کہ اگر تو نے میری اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تو سعادت کی زندگی بسر کرو گے اور قابلِ رشک موت مَرو گے۔

اے بیٹے! جو شخص اپنی قسمت و تقدیر پر راضی رہا وہ بے فکری اور بے نیازی کی زندگی بسر کرتا ہے (یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر راضی رہو پھر دیکھو عافیت کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے)۔ اور جس شخص کی نگاہ دوسروں کے مال و اسباب پر ہوتی ہے وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی فقیر و تنگدست ہی ہوتا ہے۔

جو شخص تقسیمِ ربانی سے راضی نہیں وہ گویا حق جل مجدہ کے قضاء و فیصلے کو (نقص و کمی کے ساتھ) متہم کرتا ہے۔

جو شخص اپنی غلطی کو چھوٹی جانتا ہے وہ دوسروں کی خطا و غلطی کو بڑا تصور کرتا ہے۔ اس

کے برعکس جو اپنی خطاء کو بڑا جانتا ہے دوسروں کی غلطی کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ (یعنی دیکھو ہمیشہ اپنی خطاؤں کو نا قابل معافی جرم تصور کرو اور دوسروں کی غلطیوں کو مبنی بر عذر اور قابلِ معافی جانو، کیونکہ اس سے نفس کی گرفت صحیح طور پر ہو پاتی ہے۔)

اے بیٹے! جو دوسروں کی عیب جوئی اور پردہ دری کرتا ہے وہ اپنے ہی گھر کے عیبوں کو منکشف کرتا ہے (یعنی جو دوسروں کی عیب جوئی میں لگا رہتا ہے ضد میں آ کر لوگ اس کے گھر کے پوشیدہ عیوب کو منکشف کریں گے)

جو دشمنوں پر تلوار سونتا ہے قتل کیا جاتا ہے۔

جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔

جو بے وقوفوں کے ساتھ رہتا ہے ایک دن ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔

جو علماء کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے اس کی عزت ہوتی ہے۔

جو برائیوں کی جگہ آتا جاتا ہے وہ ایک دن برائیوں سے متہم ہوتا ہے۔

اے بیٹے! خبردار کہ لوگوں پر عیب مت لگانا، تم پر بھی عیب لگایا جائے گا۔ خبردار! لایعنی باتوں میں نہ پڑنا تو اس سے ذلیل وخوار ہو جائے گا۔

اے بیٹے! حق بات کہنا خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف، اس سے تیری شان اپنے ہمعصروں میں اونچی ہو جائے گی اور تو باعزت ہو جائے گا۔

اے بیٹے! حق جل مجدہ کی کتاب کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہو۔ اسلام کو ظاہر کرتے رہو۔ بھلائی کا حکم ہمیشہ کرتے رہو۔ برائیوں سے روکتے رہو۔ جو تم سے قطع تعلقی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرتے رہو۔ جو تم سے اعراض کرے، خاموش رہے تو کلام میں اس سے ابتدا کر، پہل کر۔ اور جو تم سے سوال کرے اس کو دیا کر۔ خبردار! چغل خوری نہ کرنا کہ اس سے لوگوں کے دلوں میں تمہاری دشمنی کی ابتدا ہوگی۔

خبردار! لوگوں کے عیوب سے تعرض کرنا۔ اس لیے کہ تعرض بمنزلہ تیر کے ہے (یعنی جب تم عیوب الناس سے تعرض کرو گے تو لوگوں کے ہدف و تیر سے بچو گے ورنہ وہ تم کو اپنا نشانہ بنائیں گے)۔

اے بیٹے ! جب تم سخاوت کے طالب بنو تو اس کے خزانہ کا خیال رکھنا۔ اس لیے کہ ہر جود کے لیے معادن ہے اور ہر خزانہ و معادن کا اصول ہے اور ہر اصول کی فرع ہے اور فروع پر نتیجہ و ثمرہ ہے اور ثمرہ، پھل اس وقت تک اچھا نہیں ہوتا جب تک کہ اصول کے تحت نہ ہو اور اصل ثابت نہیں رہتا جب تک کہ اچھے مخزن سے نہ مربوط ہو۔ (یعنی اے بیٹے ! اگر تم ہدایت و آخرت کے طلبگار ہو تو اس کے خزانہ کا خیال رکھنا اور اس کا خزانہ ایمان باللہ ہے اور ایمان کا منبع و مخزن قرآن مجید اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ہر خزانہ کا اصول ہے اور ہر اصل کی فرع ہے قرآن اور سنت کا معدن و مخزن اخلاص اور نیتِ صادقہ ہے۔ غرض، خزانہ قرآن و سنت کا اصول اخلاص اور نیت صادقہ ہے اور اس کی فرع اعمالِ صالحہ ہیں اور اسی فرع پر ثمرہ اور پھل لگتا ہے یعنی جنت الفردوس۔ حاصل یہ کہ جنت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اعمالِ صالحہ نہ ہوں اور اعمالِ صالحہ کا اعتبار نہیں جب تک اخلاص اور نیتِ صادقہ نہ ہو۔ اور ان دونوں کا اعتبار نہیں جب تک قرآن وسنت کے موافق نہ ہوں۔ پھر ان کا بھی چنداں اعتبار نہیں جب تک اصل الاصول سے مربوط نہ ہوں یعنی ایمان باللہ سے۔

نجات کے لیے چار چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: ۱- ایمان باللہ۔ ۲- اخلاص۔ ۳- اعمالِ صالحہ۔ ۴- اتباعِ رسول۔)

اے بیٹے ! زیارت و ملاقات صرف اَخیار کی کرو، فاسق و فاجر کی ملاقات سے بچو۔ اس لیے کہ فجار و فساق ایسے پتھر ہیں کہ جن سے پانی نہیں بہتا، ایسے درخت ہیں جن کے پتے سبز نہیں، ایسی بنجر زمین ہیں جس پر گھاس پھوس نہیں اُگتی۔

آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، علی بن موسیٰ کہتے ہیں وفات تک میں نے یہ وصیت نہیں چھوڑی اور ساری عمر اس پر عمل کرتا رہا۔ (الحلیہ، ج:۳، ص: ۱۹۵)

بعض روایات میں ہے کہ: آدمی کی اصل اس کی عقل ہے، اس کا حسب اس کا دین ہے، اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں۔ سلامتی بہت نادر چیز ہے، یہاں تک کہ اس کی تلاش کی جگہ بھی مخفی ہے۔ اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشۂ گمنامی میں ملے۔ اگر تم اس کو گوشۂ گمنامی میں تلاش کرو اور نہ ملے تو ممکن ہے خلوت نشینی میں

ملے۔ گوشۂ گمنامی، گوشۂ تنہائی سے مختلف ہے۔ اگر گوشۂ تنہائی میں بھی تلاش سے نہ ملے تو سلف صالحین کے اقوال میں ملے گی۔

نیز فرمایا: جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی مغفرت چاہو، انسان کی تخلیق کے پہلے سے اس کی گردن میں خطاؤں کا طوق پڑا ہے۔ گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے۔

نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے تو اسے تھکا دے۔

نیز فرمایا: تین باتوں کے بغیر عمل صالح مکمل نہیں ہوتا؛ (۱) جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک اس کو چھوٹا سمجھو۔ (۲) اس کو چھپاؤ۔ (۳) اور اس میں جلدی کرو۔ جب تم اس کو چھوٹا سمجھو گے تب اس کی عظمت بڑھے گی۔ جب تم اس کو چھپاؤ گے اس وقت اس کی تکمیل ہوگی اور جب تم اس میں جلدی کرو گے تو خوشگواری محسوس کرو گے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۸۶)

حضرت امام المتقین جعفر صادقؒ کی وصیت بنام سفیان ثوریؒ

اے سفیان! دروغ گو کو مروّت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخُلق کو سرداری نہیں ہوتی۔ اور ملوک کو اخوّت نہیں ہوتی۔

اے سفیان! اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچنا تاکہ عابد ہو، اور جو کچھ قسمت میں ہوگیا اس پر راضی ہو تاکہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آجائے۔ اپنے معاملے میں ایسے آدمیوں سے مشورہ کر جو طاعتِ حق خوب کرتے ہوں۔ اے سفیان! جو شخص چاہے کہ اس کی عزّت بلا ذات وقبیلہ کے ہو، اور ہیبت بلا حکومت ہو، اس سے کہو کہ وہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے۔ اور جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہو وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستہ جاتا ہے اُسے اتہام لگتا ہے۔ جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ سے اُنس رکھتا ہے اسے خلق سے وحشت ہوجاتی ہے۔

بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے .... کیونکہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔ (خزینہ معرفت،ص:۴۲)

عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔ ''اَلتَّـآئِبُوْنَ الْعٰـبِدُوْنَ'' ۔توبہ ابتدائے مقامات اور عبودیت انتہائے مقامات اور درجات ہے۔ (خزینہ معرفت، ص:۴۲)

حضرت سلمہ بن دینار- ابو حازم

سلیمان بن عبدالملک جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ بھی حاضری دی۔ جب مدینہ میں حاضر ہوئے تو لوگوں سے معلوم کیا کہ: آیا ایسے شخص ہیں جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پایا ہو؟ جواب ملا کہ ہاں، ابو حازم ہیں۔سلیمان بن عبدالملک نے قاصد بھیج کر بلوایا۔ جب آپ حاضر ہوئے تو سلیمان نے کہا کہ تمام اہل مدینہ مجھ سے ملنے آئے، آپ نہیں آئے! آخر آپ کو مجھ سے کیا جفا ہے؟

ابو خازمؒ نے جواب دیا: امیر المومنین! مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ مدینۃ الرسولؐ آئے ہوئے ہیں اور نہ ہی میں نے پہلے آپ کو دیکھا تھا۔ پھر جفا و گرانی خاطر کا سوال کیا۔

سلیمان زہری کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا: شیخ ابو حازم نے صحیح و سچ کہا۔ میں خطاء و غلطی پر تھا۔

سلیمان نے سوال کیا: اے ابو حازم! ہم لوگ موت کو ناپسند کیوں سمجھتے ہیں؟

ابوحازم: اس لیے کہ ہم لوگوں نے دنیا کو آباد و مزین کیا، سجایا اور سنوارا اور آخرت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسی صورت میں ہر شخص آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونا ناپسند و مکروہ سمجھتا ہے۔ (چونکہ دنیا پر محنت کر کے اس کو بسایا اور آخرت کی تیاری نہیں کی اس لیے دنیا کو چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا)۔

سلیمان: آپ نے بالکل ہی سچ فرمایا۔اے ابو حازم! اچھا، کل جب ہم حق جل مجدہ کے پاس پہنچ جائیں گے اس وقت ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

ابوحازم: اپنے اعمال کو قرآن مجید کے تحت پر کھ لو۔ خود معلوم ہو جائے گا، کیا ہوگا۔

سلیمان: کتاب اللہ کی کس آیت پر پیش کر کے دیکھوں؟

ابو حازم: ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ. وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾ نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے۔ (سورۃ الانفطار، آیت:۱۳ تا ۱۴)

سلیمان: اس وقت رحمتِ الٰہی کہاں ہوگی؟

ابو حازم: ﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔

سلیمان: ہائے افسوس! اچھا، کل قیامت کو ہمیں کس طرح عدالتِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا؟

ابو حازم: نیک لوگ اس طرح جیسا کہ ایک شخص بیوی بچوں سے کسی وجہ سے دور ہو اور پھر اچانک اہل وعیال سے مل جائے تو کس قدر خوشی ومسرت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح۔ اس کے برخلاف بدکار و گنہگار کو اس طرح پیش کیا جائے گا جیسا کہ بھاگا ہوا غلام پکڑ کر مالک کے پاس لایا جائے۔ ...... یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور خوب ہی روئے۔ اور کہا: اے ابو حازم! پھر ہم اپنی اصلاح کس طرح کریں؟

ابو حازم: عیش وعشرت کی زندگی ترک کرو اور دینداری کی راہ اختیار کرو۔ حق جل مجدہ کی مخلوق کے ساتھ برابری کو ملحوظ رکھو۔ فیصلے میں عدل وانصاف اختیار کرو۔

سلیمان: اچھا یہ تو بتلایئے کہ ہم اس سے نجات کس طرح پا سکتے ہیں؟

ابو حازم: دیکھو! لوگوں سے مال، حقوق کی رعایت، (یعنی نصابِ شرعی) کے ساتھ لیا کرو اور مستحقین جو اہل ہیں ان پر صَرف کیا کرو۔ (وصولی اور صرفے میں حقوق کی رعایت رکھا کرو)۔

سلیمان: اے ابو حازم! افضل الخلائق کون لوگ ہیں؟

ابو حازم: زیادہ دیندار اور اصحابِ فہم لوگ۔

سلیمان: اعلیٰ درجے کا انصاف کیا ہے؟ یعنی عدل وانصاف کا اعلیٰ معیار کس طرح قائم ہوسکتا ہے؟

ابو حازم : ہمیشہ صدق و دیانت کی بات کرنا، خواہ تمہارے پاس دوست اُمید لائے یا اجنبی ڈرتا ہوا آئے، ہر شخص کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا۔

سلیمان : کون سی دعاء سب سے جلد قبول ہوتی ہے؟

ابو حازم : نیک بندوں کی دعائیں نیکوں کے حق میں۔

سلیمان : سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟

ابو حازم : ناامید فقیر ومحتاج پر کوشش بھر صرف کردینا مگر احسان نہ جتلائے، نہ ہی اذیت کن جملے سے تکلیف پہنچائے۔

سلیمان : اے ابو حازم! سب سے زیادہ عقلمند و دانا کون ہے؟

ابو حازم : وہ شخص جس کو اطاعتِ الٰہی کا ذوق نصیب ہوا ہو اور خود بھی عمل کرتا ہو اور لوگوں کو بھی دعوتِ عبادت و اطاعت دیتا ہو۔ وہ سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

سلیمان : مخلوق میں سب سے بڑا احمق کون ہے؟

ابو حازم : وہ شخص جو اپنے بھائی کی حاجت وضرورت پر تو غصہ ہو اور ظالم خود اپنی آخرت کو بیچ کر کے، تباہ و برباد کر کے، دنیا کو ترجیح دے (یعنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ دے)۔

سلیمان : اے ابو حازم! کیا آپ اس پر راضی ہوں گے کہ میرے ساتھ رہیں تاکہ میں آپ سے کچھ فکرِ آخرت کی لہریں دیدہ باطن میں جلاؤں اور آپ اسبابِ ظاہری میں سدھار پیدا کرلیں؟

ابو حازم : ہرگز نہیں! سوچ بھی نہیں سکتا۔ تصور بھی گناہ ہے۔

سلیمان : کیوں؟ ...... کیا خطرہ پیش آ گیا۔ کیوں تیار نہیں؟

ابو حازم : میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قدرے بھی تم پر بھروسہ واعتماد کروں کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا تو حق جل مجدہ مجھ کو بری زندگی اور بری موت سے دوچار کردے گا اور پھر میرا کوئی نصیر و مددگار نہیں ہو سکے گا۔

سلیمان : اے ابو حازم! اپنی ضرورتوں کو مجھ سے بیان کرو (میں پوری کروں گا)۔

ابو حازم : بہت اچھا! امیر المومنین مجھ کو جنت میں داخل کردیجیے اور جہنم سے نجات

دے دیجیے۔

سلیمان: اس کا اختیار مجھ کو نہیں ہے؟

ابو حازم: تو پھر اس کے سوا میری اور کوئی حاجت نہیں۔

سلیمان: اے ابو حازم! پھر آپ میری فلاحِ دارین کی دعاء کر دیں۔

ابو حازم: ٹھیک ہے! اے اللہ! اگر سلیمان تیرے اولیاء میں سے ہیں تو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی آسان کر دے۔ اور اگر سلیمان تیرے دشمنوں میں سے ہے تو تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر اپنی مرضیات، پسندیدہ باتوں کی طرف پھیر دے۔

سلیمان: اے ابو حازم! یہ کیا دعاء آپ نے کی ہے؟

ابو حازم: سلیمان! میں نے جو دعاء کی ہے وہ طویل ومختصر دونوں ہے۔ اگر تو اس کا اہل ہے اور اگر اہل نہیں تو بغیر کمان کے تیر چلانے کے مانند ہے۔

سلیمان: اے ابو حازم! میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو حازم: امیر المومنین! اگر آپ معاف رکھیں گے تو عرض کروں۔

سلیمان: آپ نصیحت فرما رہے ہیں، اس میں معافی کا کیا سوال؟

ابو حازم: سلیمان! تیرے آباء و اجداد نے یہ امرِ خلافت غصب کر کے چھین لیا اور ظلم و ستم کر کے تلوار کے زور سے بغیر مشورہ و اجتماع کے مسلمانوں پر مسلّط ہو گئے۔ بے شمار انسانوں کو قتل کیا اور بالآخر دنیا سے کوچ کر گئے ......اے کاش کہ تم جان لیتے کہ (قبر میں) اُن سے کیا کہا گیا اور جواب میں انھوں نے کیا کہا۔

حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: اے ابو حازم! تم نے بڑی بُری اور گندی بات کہی ہے۔

ابو حازم نے اُس شخص سے کہا: تو جھوٹا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ تم کو پتہ نہیں، حق جل مجدہ نے علماء سے عہد و میثاق لیا ہے کہ وہ معاملہ کو واضح طور پر بیان کر دیں اور کوئی بات بھی نہ چھپائیں۔ آیت پڑھی ﴿لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس کو پوشیدہ مت کر دینا۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۸۷)

سلیمان: اے ابو حازم! مجھ کو تھوڑی وصیت کر دیجئے!

ابو حازم: ٹھیک ہے! تو سن لو یہ وصیت ہے تو مختصر مگر اس کو اپنے دیدۂ باطن میں اُتار لو۔ حق جل مجدہ کی تنزیہہ کو ہمہ وقت دل و دماغ میں ملحوظ رکھو۔ حق جل مجدہ کی عظمت کو اس قدر قلب کی گہرائی میں بٹھا لو کہ وہ تم کو منہیات و معاصی (گناہ) کے مقامات پر نہ دیکھے، یا مامورات و مقصوداتِ شرعیہ کے مقامات سے تم کو غائب پائے۔ (یعنی دیکھو اللہ کی عظمت اس قدر ہو کہ گناہ نہ ہونے پائیں اور حکمِ الٰہی چھوٹنے نہ پائے) اس وصیت کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور چلنے لگے۔

سلیمان: اے ابو حازم! یہ ایک سو دینار ہیں، آپ قبول کرلیں اور ہر ماہ آپ کو اسی قدر مل جائے گا۔ آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کریں۔ آپ کو اختیار ہے۔

آپ نے ان دیناروں کی تھیلی دیوار سے مار دی۔ اور ارشاد فرمایا: اے سلیمان! اللہ کی قسم میں تمہارے لیے بھی ان درہم و دینار کو اچھا نہیں جانتا اور نہ ہی اس کو پسند کرتا ہوں کہ تمہارے پاس رہے۔ پھر اس مصیبت کو میں اپنے لیے کیسے قبول کروں۔ اور میں کیونکر پسند کروں گا۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ تو اس طرح میرا انداق اُڑائے کہ میں نے کیوں قبول نہیں کیا اور پھر میں نے تم کو تھیلی کیوں واپس کیا۔ اس لیے کہ جب موسیٰ بن عمران علیہ السلام مدین کے پانی کے کنوئیں پر پہنچے تو ارشاد فرمایا ﴿رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ﴾

پھر (جنابِ باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! (اس وقت) جو نعمت بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا حاجتمند ہوں۔ (سورۂ قصص، آیت: ۲۴)

دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے حق جل مجدہ سے سوال کیا نہ کہ کسی انسان سے۔

شعیب علیہ السلام کی دونوں بچیاں سمجھ گئیں کہ یہ محتاج بے دیار ہے۔ اجنبی اور غیر مانوس ہے۔ بھوکا پیاسا ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے بچیوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے بجائے حق جل مجدہ سے عرض کی۔ چنانچہ بچیاں اپنے والد شعیب علیہ السلام کے پاس آئیں اور تمام قصہ سے آگاہ کیا۔ شعیب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بیٹی! دیکھو ممکن ہے وہ بھوکا ہو۔ تم میں سے ایک بہن

جا کر اس کو بلا لو۔ جب آئیں تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی دل میں عظمت بیٹھ گئی اور اپنے دوپٹہ سے چہرہ کو چھپائے ہوئے عرض کرتی ہیں: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں ﴿اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ﴾ کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں۔ اس جملہ کو سننے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو قدرے اُمید سی بندھ گئی۔ جب اگلا جملہ ﴿لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾ (آیت ۲۵) سنا (تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلایا تھا) آپ حیران رہ گئے اور ارادہ کیا کہ ہمراہ نہ جائیں (کیونکہ نیکی پر اُجرت مخلوق سے لینا درست نہیں) مگر چارہ نہ تھا کہ غریب الدیار تھے۔ جہاں کنواں تھا غیر محفوظ و مامون، بالآخر آپ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمراہ ہو گئے۔ راستہ نامعلوم تھا۔ گلیوں سے ناواقفیت تھی، اس لیے خاتون آگے رہبر و دلیل بن کر قدم بر قدم شرم و حیاء کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ جسم لاغر و دبلا تھا، ہَوا کے جھونکے تیز تھے۔ خاتون کے جسم کا لباس ہَواؤں میں اِدھر اُدھر ہوتا، کبھی دوپٹہ سنبھالتیں تو کبھی مہمان کی رہنمائی کرتیں ......موسیٰ علیہ السلام کی غیرت و حیا کب اس کی اجازت دیتی کہ وہ اس طرح ہمراہی ہوں۔ فرمایا: یا امۃ اللہ! (اے اللہ کی بندی) میرے پیچھے ہو جا۔ اس طرح مکان آ گیا۔ دیکھا شعیب علیہ السلام کے سامنے دسترخوان پر کھانا مہمان کے انتظار میں چنا ہوا ہے۔ میزبان سراپا ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔

شعیب علیہ السلام آداب و تسلیمات مروّجہ کے بعد۔ میزبان نے عرض کیا: تناول فرمائیں۔

موسیٰ علیہ السلام: میں نہیں کھا سکتا۔

شعیب علیہ السلام: کیا تم بھوکے نہیں ہو۔ کیا وجہ ہے نہ کھانے کی؟

موسیٰ علیہ السلام: میں اور میرا گھرانہ ان لوگوں میں سے ہے جو نیکی و بھلائی، عمل آخرت کے تھوڑے حصہ کو بھی تمام روئے زمین کے سونے کے بدلے بھی فروخت نہیں کرتے، ممکن ہے آپ مجھ کو محض اس لیے کھلانا چاہتے ہوں کہ میں نے اِن بچیوں کے جانور کو پانی پلایا ہے۔ یہ عمل محض لوجہ اللہ میں نے کیا ہے نہ کہ آپ سے اُجرت لینے کے لیے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ یہ کھانا کہیں نیک عمل کا بدلہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا مجھ کو معاف کر دیجیے۔

شعیب علیہ السلام: اے صالح نوجوان! میں تم کو اُجرت میں کھانا نہیں کھلا رہا ہوں بلکہ یہ

میری عادتِ دائمہ ہے اور یہی میرے آباء و اجداد کا بھی اخلاق تھا کہ مہمانوں کو کھانا کھلائیں، غریب الدیار لوگوں کی ضیافت کریں۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام بیٹھے اور شعیب علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا۔

ابو حازم : اے سلیمان ! تو نے جو مجھ کو سو دینار دیے ہیں، اگر یہ میری اُن وصیتوں نصیحتوں کا بدلہ ہے تو سن لے، مُردار جانور کا گوشت، دم مسفوح، بہتا ہوا خون، لحم خنزیر کا کھانا حالتِ اضطرار میں میرے لیے زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اس رقم کے جو تو مجھ کو دے رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ (بیت المال) مسلمانوں کے اموال سے تو مجھ کو دے رہا ہے اور تمام مسلمانوں کا حق اس میں برابر ہے اور ہر شخص کی نگاہ اس پر ہے۔ اگر تو تمام مسلمانوں کو سو سو دینار دیتا ہے تو مجھ کو قبول ہے ورنہ پھر مجھ کو اس کی ادنیٰ حاجت نہیں۔

سن لو ! بنی اسرائیل ہمیشہ ہدایت و پرہیزگاری پر قائم دائم رہی جب امراء علماء کے پاس علم کی عظمت وقدر کی وجہ سے آنے جانے لگے۔ علم سیکھ کر جب آپس میں جنگ و جدال، حسد و کینہ، حدودِ الٰہی کی بے حرمتی کرنے لگے، اللہ جل مجدہ کی نگاہ سے پوری کی پوری قوم گر گئی، ذلیل ہوگئی، پھر رب کی ربوبیت کو چھوڑ کر جبت و طاغوت پر ایمان رکھنے لگے۔ یہ امراء کا حال ہوگیا۔ سن لو ! علماء امراء کے پاس جانے آنے لگے، دنیاوی امور میں علماء نے امراء کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے قتل میں علماء بھی امراء کے شریک کار ہوگئے۔ اس طرح پوری کی پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی۔ نہ ہی علماء بچے نہ اُمراء۔

ابن شہاب الزہری جو ساتھ تھا، اس نے کہا : اے ابو حازم ! کیا تم اس سے مراد ہم لوگوں کو لے رہے ہو۔ یا ہم پر اعتراض کر رہے ہو؟

ابو حازم : میں خاص کر تم کو ہی نہیں شمار کر رہا ہوں بلکہ میں جس کو سنا رہا ہوں وہ خود سن رہا ہے۔

سلیمان : اے ابن شہاب ! تو ان کو جانتا پہچانتا ہے؟

ابن شہاب : جی ہاں ! میں ابو حازم کو جانتا ہوں۔ میرا پڑوسی ہے۔ میں نے اس شخص سے تیس سال ہوگئے کوئی بات نہیں کی۔

ابو حازم: اے ابن شہاب! تو جب اللہ ہی کو بھلا بیٹھا ہے تو مجھ کو کس طرح یاد رکھے گا۔ اگر تو اللہ کو دوست رکھتا مجھ کو بھی پسند کرتا۔ (یعنی اللہ والوں کو اللہ والے سے تعلق ہوتا ہے)

ابن شہاب: اے ابو حازم! یہ تو نے مجھ کو گالی دی ہے۔ میری عزت پر حملہ کیا ہے۔

سلیمان: اے ابن شہاب! ابو حازم نے تجھ کو گالی نہیں دی، تیری عزت پر حملہ نہیں کیا۔ مگر ہاں! تیرے نفس کو ضرور گالی دی ہے۔ تیرے نفس پر ضرور حملہ کیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ پڑوسی کا حق پڑوسی پر ایسا ہے جیسے کہ اہلِ قرابت کا۔ (الحلیہ، ج:۳،ص:۲۳۶)

وہب ابن منبّہ کی اپنے بھتیجے کو وصیت

دیکھو! جب اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کرو پوری توجہ و اہتمام کے ساتھ کوشش کرو اور جو بھی عمل ہو سکے اس کو محض خالص حق جل مجدہ کی ذات کے لیے کرو۔

دیکھو! جب کوئی عمل صالح از جنس اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کرو تو پہلے اس عمل کی لوگوں کو خوب نصیحت کرو اور خود بھی اس پر عمل کرو۔ اس لیے کہ جو ناصح نہیں ہوتا اس کا عمل بھی عنداللہ قابلِ قبول نہیں اور اخلاص کے ساتھ کی گئی نصیحت بھی اس وقت تک قابلِ قبول نہیں اور نامکمل ہے جب تک کہ ناصح اُس نصیحت پر عمل بھی نہ کرے۔

اس کی مثال میٹھے خوشبودار پھول کی ہے کہ ذائقہ بھی میٹھا، خوشبو بھی فرحت بخش۔

اسی طرح اعمال و طاعات تو پھل ہیں اور نصیحت و تلقین خوشبو۔ پھر اطاعتِ الٰہی کو علم، حلم، فقہ سے مزین کرو۔ ساتھ ہی سفہاء و بے وقوف لوگوں کے اخلاقِ رذیلہ سے نفس کو دور رکھو۔ علماء و اتقیاء، ابرار و اخیار کے اخلاقِ حمیدہ کے غلام بن جاؤ۔ اور حلماء (بردبار) لوگوں کے افعال سے بار بار نصیحت پکڑو۔ اشقیاء و بدبخت لوگوں کی حرکتوں سے نفس کو روکو۔ فقہاء کی سیرت کو لازم جانو۔ خبثاء (خبیث لوگوں) کے راستہ سے بچو۔

تمہارے اندر جو فضل و خوبی کی صفات ہیں، اُن سے لوگوں کو بہرہ ور کرو اور جو برے لوگ ہیں ان کو نیکی کی راہ پر اس وقت تک مدد کرتے رہو جہاں تک کہ ان میں صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جائیں۔

اس لیے کہ حکیم بہت سی دواؤں کو جو زائد از ضرورت ہوتی ہیں، اپنے پاس جمع رکھتا ہے تا کہ دوسروں پر صَرف کیا کرے۔ اس کے ذریعہ بیماروں کا علاج کرتا ہے اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک کہ صحتیاب نہ ہو جائے۔

دیکھ! اگر تو فقیہ ہے تو جو تیری صحبت اختیار کرے تیرے کاموں میں ممد و معاون ہو، اس کو فقہ کا علم سکھاتا رہ۔

اگر تو مالدار ہے تو لوگوں پر صَرف کرتا رہ تا کہ اگلے کی محتاجگی ختم ہو جائے اور وہ بھی مالدار ہو جائے۔

اگر تو مصلح ہے تو گنہگاروں کے لیے استغفار کرتا رہ، اُن سے توبہ کی اُمید رکھ۔ اگر تو محسن (احسان کرنے والا) ہے تو برے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کر (یعنی جو تیرے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آ اس لیے کہ جو تیرے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے تو بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو یہ مکافات ہے نہ کہ احسان۔ احسان تو یہ ہے کہ جو گالی دے تو اس کو دعائیں دے) اس کے ذریعہ تو اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔ اچھی باتوں کے ذریعہ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دے جب تک اچھے اعمال نہ ہوں۔ بغیر اعمالِ صالحہ کے اپنے کو اطاعتِ ربانی کا غلام نہ جان۔ جب اطاعت بجالا تو اس پر حمد و ثناء کر اور مزید اطاعت کی بھیک رب العزّت سے مانگ۔ حکمت و دانائی کی جو بات سیکھ لے اس پر قانع نہ ہو جا بلکہ نہ سیکھی کو سیکھنے کی جستجو میں لگا رہ۔ جب ماضی کی خطیئہ یاد آ جائے تو اس کو لوگوں سے چھپا (گناہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا عنداللہ محبوب و پسندیدہ ہے) اور حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کر، وہ قادر ہے کہ بخش دے۔ جھوٹ بول کر کوئی چیز طلب نہ کر، اس لیے کہ جھوٹ باتوں میں ایسا ہی ہے جیسے کہ لکڑی کھانے والا کہ پیٹ میں جا کر اس کو ختم کر دے گا۔ جھوٹا جھوٹ سے یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ذریعہ اپنا کام نکالتا ہوں حالانکہ ایک روز اس کے ذریعہ وہ تباہ و برباد ہوگا، دھوکہ میں پھنس کر ہلاک ہوگا۔ جب جھوٹ عقلمند لوگوں پر اس کا واضح ہوگا تو وہ اس کو اہمیت نہیں دیں گے۔ علماء اس کی خبروں کو رد کریں گے، نہ شہادت قبول کریں گے۔ اس کی

صداقت کو بھی مشکوک تصور کریں گے۔ حقیر نگاہ سے اس کو دیکھیں گے۔ اس کی مجلسوں کو ناپسند جانیں گے۔ علماء اپنے رازوں کو چھپائیں گے۔ باتوں کو پوشیدہ رکھیں گے۔ امانت اس سے لے لیں گے۔ معاملہ میں اس کو دور رکھیں گے۔ دین کی ایسے شخص سے حفاظت کریں گے۔ غرض کلّی طور پر جھوٹے سے اجتناب اور غیر مامون تصور کریں گے۔ خواہ دینی امور ہو یا دنیاوی۔ اپنی مجلسوں سے دور رکھیں گے، اپنے پوشیدہ امور کو اس سے چھپائیں گے۔ آپس کے تنازع میں اس سے فیصلہ نہ لیں گے۔ (الحلیہ، ج:۴،ص:۴۷)

عطاء خراسانی کو وصیت

ایک دفعہ آپ حضرت عطاء الخراسانی کو وصیت فرمانے لگے: افسوس اے عطاء! تم اس قدر علم کے باوجود، ملوک (بادشاہ) اور ابناء الدنیا کے پاس جاتے ہو۔

افسوس اے عطاء! تو اس شخص کے پاس جاتا ہے جو تجھ سے اپنا دروازہ بند کرتا ہے۔ (یعنی تیری ضرورتوں کو پوری کرنے سے قاصر ہے)۔ اپنی محتاجگی ظاہر کرتا ہے (یعنی جب دے دوں گا تو خزانہ خالی ہوجائے گا) اپنی آسودگی کو تجھ سے چھپاتا ہے۔

تو نے اس ذات کا دروازہ چھوڑ دیا جو تیرے لیے دروازہ کھلا رکھتا ہے اور اپنے غنا سے تجھ کو مالدار بنانے کا اعلان کرتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"۔

یعنی مجھ کو پکارو میں تمھاری درخواست قبول کروں گا۔ (سورۂ مومن، آیت: ۶۰)

افسوس اے عطاء! کہ تو تھوڑی سی دنیا جو حکمت و دانائی کے بدلے میں ملے، اس پر راضی ہے اور اس پر راضی نہیں ہوتا کہ دنیا کے بدلے تھوڑی سی حکمت و دانائی مل جائے۔

افسوس تجھ پر اے عطاء! بقدرِ کفاف پر دنیا سے بے نیاز ہو جا تو تھوڑی سی دنیا تم کو کافی ہوگی۔

اور سن لے اگر بقدرِ کفاف پر دنیا سے بے نیاز نہیں ہوتا تو یاد رکھ دنیا کی کوئی چیز بھی دنیا سے تجھ کو بے نیاز نہیں کرسکتی۔

افسوس تجھ پر اے عطاء! تیری خواہشات کا پیٹ ایک بحرِ محیط ہے۔ ایک وادیٔ بے کنار

ہے، جو کسی بھی چیز سے نہیں بھر سکتی، الا یہ کہ مَرنے کے بعد خاک خوب بھر دے گی۔

(الحلیہ، ج:۴،ص:۴۳)

آپ بصرہ کے زاہد و عابد تابعین میں سے ایک ہیں۔ مرض الموت میں آپ نے گھر والوں کو وصیت کی کہ: فرمانِ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھنا۔ چلا کر، بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۲۲۴)

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ

میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ کی وصیتوں کے ساتھ۔ اگر تم نے اس کو حفظ کرلیا، ذہن نشین کرلیا تو سعادتوں کو تم نے یاد کرلیا۔ اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ شقاوتوں کو اردگرد جمع کررہا ہے (یعنی میری نصیحت یاد رکھنا باعث سعادت اور بھلا دینا باعث شقاوت ہے)

تقویٰ و پرہیزگاری کا سرمایہ صبر ہے۔ اور اس کی اصل عمل ہے۔ اور کمال ورع ہے۔

شرائطِ تقویٰ کو لازم جانو۔ تقویٰ کا حق یہ ہے کہ فرائض کی طرح جانو۔ حق جل مجدہ کے عہد و میثاق کو پورا کرنا یہ ہے کہ تمام اعمال خالص ذاتِ حق کے لیے ہو، غیر کا شائبہ بھی نہ ہو کیونکہ غیر کی نیت کرنے والا حق جل مجدہ کی اطاعت سے غیر کا تو مطیع ہوسکتا ہے نہ کہ حق جل مجدہ کا۔ ایسا شخص اپنے امور کو مقدم رکھتا ہے اور اطاعت کو مؤخر کرتا ہے اور ہر عہد و میثاق کو توڑتا ہے، اللہ کے عہد کو توڑنے کے بعد۔ دیکھو! وہ شخص جو حق جل مجدہ کے عہد کو پورا کرتا ہے وہ تمام ہی عہد کو پورا کرتا ہے۔ اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کی تفسیر کو دانا و بینا ہی جان سکتا ہے۔ اور یہ راز اسی پر منکشف ہوسکتا ہے جس کے لیے حق جل مجدہ آسان کردیں۔ یا یہ راز تھوڑے ہی لوگوں پر منکشف ہوگا۔ ان حقیقتوں کو مختصر سی جماعت جانتی ہے۔

خیر و بھلائی، حق جل مجدہ کی جانب سے بے شمار ہے مگر لوگوں میں سے بہت تھوڑے لوگ اس سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگ حق جل مجدہ کی طرف سے اُسوہ و نمونہ ہیں۔ وہ حق جل مجدہ کی جانب سے بھیجے گئے ہیں۔ یہ ہستیاں انہی لوگوں کی جانب متوجہ ہوتی ہیں جو ان سے منسلک ہوتے ہیں۔ وہی لوگ ان کو پاتے ہیں جو ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔

کیا تو آسمان کے ستاروں کی طرف نہیں دیکھتا کہ اس سے صرف علماء ہی راستہ کا پتہ لگاتے ہیں (الغرض! دیکھو، راہِ ہدایت حق تعالیٰ نے بے شمار طریق سے بیان فرمایا مگر عقلمند و ہوشمند تھوڑے ہی لوگ ہیں جو عبرت کے ساتھ راہِ نجات پر چلتے ہیں۔ جو ہدایت پر چلتے ہیں ان کی تعداد قلیل ہے مگر یہ لوگ حق جل مجدہ کی جانب سے عالم کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، ان کو اللہ نے بھیجا ہے جو اِن سے طریق خیر کی ہدایت لیتا ہے وہ بہرہ ور ہوتے ہیں جو اِن سے جدا رہتا ہے وہ محروم۔ ڈھونڈنے والے ان سے محظوظ ہوتے ہیں، نہ پوچھنے والے نامراد۔)

(الحلیہ، ص: ۲۴۵)

وفات سے قبل وصیت کی کہ: میرا تمام ساز و سامان فروخت کر کے راہِ الٰہی میں صدقہ کر دیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ تمام پونجی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور عیال کو یونہی چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس پونجی کو اپنے لیے بھیج رہا ہوں اور اللہ جل مجدہ کی ذات کو اپنے عیال کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔

(الحلیہ، ج:۴، ص:۲۴۳)

حضرت عون بن عبداللہؒ

حضرت عون بن عبداللہ نے ایک جامع اور طویل وصیت اپنے بیٹے کو کی:

اے بیٹے! ان لوگوں میں ہو جا جو اس سے دور رہتے ہیں جس کی دوری باعث یقین و نزاہت ہے۔ اور اس کا قرب باعث نرمی و رحمت ہے۔ اس سے دور رہنا کبر کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کی عظمت کی خاطر ہے۔ اور قریب رہنا دھوکہ وفریب دینے کے لیے نہیں۔ تم سے پہلے جن لوگوں نے اس کی اقتداء و اتباع کی وہ بعد میں آنے والے کے امام بن گئے۔ (بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ حق جل مجدہ سے دوری بایں معنی کہ ہم ظاہری طور پر حق جل مجدہ کی تحدید و تصویر نہیں کر سکتے کیونکہ ذاتِ حق، جنس و جہات سے وراء الوراء ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہی تنزیہہ باعث یقینِ ذات باری ہے۔ اور قریب بایں معنی کہ ''وَ هُوَ مَعَكُمْ'' وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ہر وقت ہر مکان میں تم کو اپنی گرفت میں نگہداشت

میں لیے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے جو اس کی حرکتوں سے ناواقف ہو، چہ جائیکہ جو علیم بذات الصدور ہے اس کو دھوکہ، فریب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان باتوں کو جو ذہن میں رکھے گا وہ خود تو راہ پر چلتا ہوا منزل پر پہنچ کر کامیابی سے ہمکنار ہوگا ہی دوسروں کے لیے مقتدا و امام بھی ہوگا۔

وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ علم ان کا ختم نہیں ہوتا یا اُن سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ جہالت و لاعلمی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ جو اُن کے درپئے آزار رہتا ہے اس کی گرفت میں جلدی نہیں کرتے۔ جو معافی کا خواستگار ہوتا ہے اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ راہ حق کے راہی کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔ ممد و معاون بنتے ہیں۔ ان سے خیر و بھلائی کی اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ شر و فساد سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ (یعنی ان سے شر وفساد کے باب میں لوگ مامون رہتے ہیں)

اگر یہ غافل رہتے ہیں تو ذاکرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ جب ذاکر رہتے ہیں تو کبھی بھی غفلت و استحضار ان پر نہیں لکھا جاتا ہے۔ لاعلموں کی تعریف سے یہ مغرور نہیں ہوتے۔ اپنے عیوب کی اصلاح سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ اعمالِ صالحہ کے باوجود خائف و ترساں ہیں لوگوں کی تعریف پر۔ ہمہ وقت استغفار کرتے ہیں اُن عیوب پر جو لوگوں سے مخفی ہیں۔

اپنے نفس کو یوں مخاطب کرتے ہیں کہ: دیکھ! میں تیرے عیوب کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور حق جل مجدہ مجھ سے زیادہ تیرے عیوب کو پہچانتا ہے۔ اعمالِ نفس (یعنی خواہشاتِ نفس) میں سست اور اعمالِ صالحہ میں چست، جلد باز، تیز رو ہوتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کے سایہ میں صبح و شام کرتے ہیں اور پوری ہمت کے ساتھ اس پر شکرِ الٰہی بجا لاتے ہیں۔ رات معاصی و سیئات سے بچ بچا کر گزارتے ہیں۔ صبح کو فرحت کے ساتھ اُٹھتے ہیں کہ رات کی غفلت کو غفلت سے بچایا۔ اور غنیمت جان کر اعمالِ صالحہ میں گزارا۔ رحمتِ الٰہی کو متوجہ کیا۔ اگر ان کا نفس کوئی معصیت کا ارتکاب کر لیتا ہے تو سزاءً نفس کی پسندیدہ چیزوں کو روک دیتے ہیں۔ ہمت کے ساتھ ابد الآباد کی راحت و فرحت کی جانب رواں ہوتے ہیں اور فانی ختم ہونے والی دنیا سے زہد اختیار کرتے ہیں۔ علم کا اعتدال و امتزاج حلم کے ساتھ برقرار

رکھتے ہیں۔ خاموشی اختیار کرتے ہیں تا کہ (فتنوں سے) محفوظ رہیں۔ مہرِ سکوت توڑتے ہیں تا کہ دین کی تفہیم حاصل ہو جائے۔ تنہائیوں کو اعمالِ خیر کے لیے غنیمت جانتے ہیں۔ مجلس تعلیم و تعلّم کے لیے اختیار کرتے ہیں۔

خیر و بھلائی کے موقع پر بھی جب لوگ خاموش رہتے ہیں، ان کی زبان ناطقِ حق ہوتی ہے۔ لغویات بیہودہ باتوں کے سننے سے بھی یہ گریز کرتے ہیں۔ اصدقاء و دوستوں کی جماعت بھی ان کی امانتوں کا چرچہ کرتی رہتی ہے۔ اعداء و دشمن بھی ان کی شہادتوں کو نہیں چھپا سکتے (یعنی دشمن بھی ان کی شہادت کو تسلیم کرتا ہے) نیکی کا کوئی عمل بھی یہ ریاء دکھاوے کے لیے نہیں کرتے۔ اور نہ ہی شرم و حیاء ان کو زیادہ پسند ہوتی ہے بہ نسبت لہو ولعب کی مجالس امراء و اغنیاء کے ساتھ۔

اے بیٹے! تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو عُجب کی وجہ سے ماضی کی زندگی پر یقین کیے بیٹھے ہیں (یعنی گذشتہ اعمالِ صالحہ اور بھلائیوں پر یقین کیے بیٹھے ہیں کہ باعث مغفرت بس وہی اعمال کافی ہیں)۔ اور اُمید و طلب کے ساتھ یقین کو بھلائے ہوئے ہیں آنے والی زندگی سے (یعنی مستقبل میں اعمالِ صالحہ سے غافل ہیں)

ماضی کے احوال پر ان کا گمان ہے کہ اگر تقدیر میں ہوا تو مل کر رہے گا۔ آنے والی زندگی کو کیوں تکلیف میں ڈالیں۔

اے انسان! تیری آنکھیں کیوں بے اطمینانی کی کیفیت میں حیران و پریشان ہیں۔ تو حق جل مجدہ کی ذات پر کیوں بھروسہ نہیں کرتا جو رزق کا ضامن ہے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ تیرا گمان اس کو مغلوب نہیں کرسکتا اور نہ ہی تیرا یقین اس پر غالب آئے گا۔

تو خود بخود اپنی ذات کو محل شک بنائے ہوئے ہے۔ ...... دیکھ! جو یہ گمان کیے ہو کہ اگر رحم و کرم کا معاملہ نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب بیمار ہوتا ہے ندامت و پشیمانی دامن گیر ہوتی ہے۔ جب صحتمند رہتا ہے بے فکر رہتا ہے۔ جب فقیر و تنگدست ہو جاتا ہے، غمگین رہتا ہے۔ جب مالدار و سرمایہ دار ہو جاتا ہے تب سرکشی اور معصیت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ فراغت کے اوقات کو سستی و کاہلی کی نظر کر دیتا ہے۔ نشاط و خوش دلی کے

اوقات بے پرواہی میں گزار دیتا ہے۔ بیماری و تکلیف سے پہلے محض خواہشِ عبادت رکھتا ہے اور عبادت و طاعت میں اپنے آپ کو نہیں لگاتا۔ محض اس خطرہ سے کہ لوگ ریا کار کہیں گے، اعمالِ صالحہ چھوڑتا ہے اور پھر بھی نجات کا متمنی ہے۔ کام گناہوں کے کرتا ہے اور اُمید مغفرت کی لگائے ہوئے ہے۔ زندگی کے ابتدائی منازل غفلت و دھوکے میں گزارا اور بقیہ زندگی راحت و بے پرواہی میں، اب جب زندگی بیت چکی تو پھر کسل و سستی میں مبتلاء ہے اور لمبی لمبی اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے جو باعث صد فتنہ ہے۔ اور طویل زندگی کے دھوکہ میں گرفتار ہے۔ گزری ہوئی زندگی کو عبادت و اطاعت میں نہ لگانے کا عذر تو پیش کرتا ہے مگر اب بقیہ زندگی کو راہِ ہدایت پر بھی نہیں لگا رہا ہے۔

دیکھو! اب جو وقت تم کو ملا ہے اس کو بھی غنیمت جان کر نصیحت پکڑ لو، تو بھی دانائی و تذکیر کے لیے کافی ہے۔ وہ نعمت و گناہ کے مابین کھڑا ہے (اگر توبہ و استغفار سے کام لیا تو غنیمت ورنہ پھر وہی معصیت کی زندگی) مال مل جائے تو ہمیشہ زیادتی کا خواہاں رہتا ہے نہ ملے تو تنگدستی کا گلہ کرتا ہے۔ گناہ کے کاموں میں اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے (یعنی اعمال سیئات پر بھی نازاں ہے)

نجات کی اُمید رکھتا ہے اور سیئات سے نہیں بچتا۔ زیادتیٔ نعمت کا خواہاں ہے اور شکر ادا نہیں کرتا جیسا کہ شکر کا حق ہے جبکہ عدم شکر کا کوئی عذر نہیں۔ ان چیزوں کی تکلیف میں اپنے کو تھکائے ہوئے ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا (یعنی گناہوں سے اپنے کو تھکائے ہوئے ہے)

اور زائد ملنے والی چیزوں کو ضائع کر رہا ہے (یعنی مال جبکہ اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے تو ایک پر سات سو ملنے کا وعدہ ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے علاوہ مال کا خرچ کرنا ضائع کرنا ہے) کہ اگر اللہ کی راہ میں دیدیا تو تنگدست ومحتاج ہوجائے گا۔ فراوانی و کثرت کا سوال کرتا ہے اور تھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے، حالانکہ جب اللہ کی راہ میں یہ زیادہ صرف کرے گا اس کو بھی زیادہ ملے گا۔ حق جل مجدہ نے جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھ کر مقدر کیا وہ کہیں زیادہ ہے بہ نسبت اس کے جو خود اس نے اپنی ذات کے لیے متعین کیا۔ اس کی شانِ کریمی دیکھو کہ وسیع تر رزق عطاء کیا اور حساب خفیف و آسان لے گا۔ بایں معنی کہ بقدرِ کفاف دیدیا

اور اسباب سرکشی وطغیانی کو روک لیا۔ دیا ہی نہیں۔ جو کچھ حق جل مجدہ نے اس کو عطاء کیا اس کو فراخی وتونگری نہ جان کر اسبابِ معاصی اور ایسے اموال کو جو باعث سرکشی ہے، غناوتونگری سمجھتا ہے۔ جو کچھ ملا ہے اس پر شکر ادا نہیں کرتا۔ اور ماباقی میں زیادتی کا خواہاں ہے۔ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے باز نہیں آتا۔ اور جن چیزوں کا حکم حق تعالیٰ نے دیا ہے اس کو پورا نہیں کرتا (یعنی منہیات سے رُکتا نہیں اور اوامر کا امتثال (ادائیگی) نہیں کرتا)

ماموارت سے بغض وعداوت اور اعمالِ صالحہ کی تقصیر سے ہلاک ہورہا ہے۔ جو چیز اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں (یعنی جنت اور آخرت کی فلاح) اس سے محبت کا دعویٰ کر کے دھوکہ و فریب میں مبتلا ہے اور اعمالِ صالحہ جو اس کے اختیار میں ہے اس سے بغض وعداوت کر کے تباہی کی طرف جارہا ہے۔ اولیاء و صالحین سے نرے محبت کا دعویدار ہے مگر اُن کے جیسا عمل نہیں کرتا۔ (یعنی اولیاء کی محبت کا صرف دم بھرتا ہے جیسا کہ آج کل مختلف نعرے 'یا خواجہ غریب نواز'، 'یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' وغیرہ محض محبت کے نعرے ہیں، مگر روزہ، نماز کا نام ونشان بھی نہیں بلکہ العیاذ باللہ نامحرم سے اختلاط کو بھی درگاہوں میں روا جانا جارہا ہے۔ **اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْخُرَافَاتِ وَ الْمُحَرَّمَاتِ وَ الْبِدْعَاتِ يَا هَادِىُ اَنْتَ تَهْدِىْ مَنْ تَشَاءُ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ**) گنہگاروں سے عداوت ونفرت ظاہر کرتا ہے حالانکہ یہ خود بھی انہی میں سے ہے۔

اپنے گمان کے اعتبار سے جن سیئات سے بغض رکھتا ہے انہی کو ذریعۂ نجات تصور کیے ہوئے ہے۔ اپنے یقین کی وجہ سے جو اس کو بزعمِ خود حاصل ہے، حق جل مجدہ کی ناراضگی سے نہیں ڈرتا، حالانکہ ہر دنیاوی خواہش کو پورا کرنے پر قادر نہیں۔ آخرت جو ابدی ہے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور دنیا جو فانی ہے اس کے پیچھے بھاگا جارہا ہے۔ حالانکہ آخرت جو باقی ہے، اس کو چھوڑنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ہمیشہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ فرصت ملتے ہی توبہ کریگا اور جیسے ہی دنیا ملتی ہے پھر وہی پرانی عادتیں، خصلتیں، معاصی کا ارتکاب۔

دنیا کے سلسلے میں زاہدوں جیسا کلام کرتا ہے اور خود اپنے اعمال سے دنیا کی طرف راغب نظر آتا ہے (بلکہ ہمہ تن طلب دنیا میں مصروف ہے) اپنے شامتِ اعمال کے خطرے کی

بناء پر موت کو مکروہ و ناپسند جانتا ہے۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ زندگی میں برائیوں سے گریز بھی نہیں کرتا ہے۔ موت کو اس لیے بھی ناگوار سمجھتا ہے کہ اس سے نجات و چھٹکارا نہیں (کیونکہ موت نے آج تک کسی کو چھوڑا ہی نہیں)۔ دنیاوی زندگی کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ وہ کام جو ابھی نہیں کیے ہیں کر گزرے۔ اگر دنیا نہ دی جائے تو اس پر قناعت بھی نہیں کرتا اور اگر دیدی جائے تو کبھی سیراب ہی نہیں ہوتا۔ شہوت ولذات کا جب موقع ملتا ہے تو یہ سوچ کر غرق ہو جاتا ہے کہ تیرا پہلے کا عمل کافی ہے۔ اعمالِ صالحہ کے موقع پر سستی و کاہلی سے کام لیتا ہے۔ نفس و شیطان اس کو یہ سمجھاتا ہے کہ بس تیرے لیے ورع کافی ہے مگر اس کا ورع اور خوفِ الٰہی کسل کی چادر چاک نہیں کر پاتی اور نہ اعمالِ صالحہ اور حسنات پر آمادہ کرتی ہے۔

ثواب کی اُمید بغیر عمل کے کیے ہوئے ہے اور توبہ و استغفار، انابت الی اللہ کو آنے والی زندگی پر مؤخر کیے رہتا ہے۔ حق جل مجدہ نے جس مقصد (عبادت) کے لیے پیدا فرمایا اس کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اسی لیے کفالت رزق کا ذمہ لیا ہے تاکہ بندہ فراغت کے ساتھ اللہ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہے۔ تاکہ زہد فی الدنیا اختیار کرے اور ان اوامر و اعمال کی طرف متوجہ ہو جائے جس کا حق جل مجدہ نے تجھے حکم دیا ہے۔

دیکھ! تم کو اللہ تعالیٰ نے رزق کی الجھنوں سے اپنی کفالت پر آزاد کیا ہے تاکہ تو فراغت کے ساتھ حق تعالیٰ کو یاد کر سکے۔ وہ مخلوق سے حق تعالیٰ کے معاملے میں ڈرتا ہے (یعنی حدودِ الٰہیہ کا قیام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر مخلوق کے خوف سے ترک کر دیتا ہے) اور حق جل مجدہ سے نہیں ڈرتا کہ وہ تمام ہی مخلوق کا مالک اور ساری مخلوق اسی کے دستِ قدرت کے تحت سانس لے رہی ہے۔ اپنے سے اونچے لوگوں کو جن پر اس کا بس نہیں چلتا، حق جل مجدہ کا واسطہ دے کر ڈراتا ہے۔ خود ان لوگوں کے معاملے میں جو اس سے کمتر ہیں، حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ (اور ظلم و زیادتی سے پیش آتا ہے۔) اور اپنے سے نیچے لوگوں کے معاملے میں بے خوف و بے فکر رہتا ہے۔

موت سے ڈرتا ہے اور اپنے فوت ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ جس چیز سے ڈرنا چاہیے اس سے مامون ہے حالانکہ اس کی مضرت یقینی ہے۔

علم کے نفع کا خواہاں ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا (یعنی علم کا نفع عمل کے ساتھ ہے۔ علم سے مستفیض وہی ہوسکتا ہے جو تقاضائے علم پر عمل کرے)۔ اور جہالت کا نقصان یقینی ہے۔ تو اس سے بے فکر ہے۔

اپنے سے نیچے لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور اس بات کو بھلائے ہوئے ہے کہ نیچے والوں کا، ماتحتوں کا، اللہ کی مخلوق کا مجھ پر کیا حق ہے۔

رزق وفراخی کے باب میں اپنے سے اونچے لوگوں کی طرف نظر جمائے ہوئے ہے اور مخلوق میں ان لوگوں کو دیکھتا بھی نہیں جو غریب و نادار ہے۔ (تا کہ جذبۂ شکر اور عبادت و اطاعت کی شان پیدا ہو) دوسروں کے ادنیٰ گناہ کو نا قابلِ معافی، باعثِ ہلاکت جان کر، اس پر خائف ہے اور اپنے بڑے بڑے گناہ کو ہلکا اور چھوٹے۔ چھوٹے اعمال کو باعثِ نجات جانے ہوئے ہے۔ دوسروں کے عیوب پر اس کی نگاہ بار بار اُٹھتی ہے اور اپنے عیوب و نقائص سے غافل ہے۔ جب ایمان و یقین کی باتیں اس سے کہی جائے اور متقدّمین کو بطور مثال کے پیش کیا جائے کہ تم بھی اُن حضرات کی طرح اعمالِ صالحہ کی اقتداء کرو تو کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بقدر اعمالِ صالحہ کی کس میں طاقت ہے اور ان کی برابری کون کرسکتا ہے۔ (بس باتیں تو لمبی لمبی کرتے ہیں یعنی وہ اعمالِ صالحہ کی بس تعریفیں اور الفاظ سے بزرگی کے حصول کے متمنی ہیں) اعمالِ صالحہ کو دشوار اور مشکل نا قابلِ استطاعت تصور کرتا ہے۔ جب تک اس کے پاس لوگوں کی امانتیں نہ ہوں، اپنے کو بڑا امانت دار خیال کرتا ہے اور جب لوگ امانتیں رکھ دیں تو خیانت دار ثابت ہوتا ہے۔

نرم لہجہ، خوش کلامی کے ذریعہ لوگوں کو اپنے پاس امانتیں رکھنے کی ترغیبیں دیتا ہے تا کہ لوگوں کے اموال کا شکار کرے، خرد برد کرے۔ دوستی وصداقت کا پیغام پیش کرتا ہے۔ اپنے اخلاق سے عداوت کی کاشت بوتا ہے۔ معاصی وسیئات کے کاموں میں جلد باز، خیر و بھلائی کے باب میں سست، اشعار پڑھنا اس پر آسان، اذکار کا ورد بھاری۔

لغو اور لہو ولعب کی مجلسیں اغنیاء کے ساتھ بہ نسبت فقراء ومساکین کے ساتھ ذکر سے زیادہ اس کو پسندیدہ ہوتی ہیں۔ سونے میں جلدی کرتا ہے اور اُٹھنے میں تاخیر۔ تمام راتیں سوتا

رہتا ہے۔ صبح کو کھاتا پیتا رہتا ہے (یعنی رات غفلت کے ساتھ گزاری اور دن خورد ونوش میں، حالانکہ رات میں قیام اور دن میں صیام اہل اللہ کا شیوہ ہے۔)

رات کو سوتا ہے تو بس صبح کا انتظار کرتا ہے حالانکہ درمیان میں سحر گاہی ہے۔ شام کو بس کھانے کی فکر حالانکہ روزہ دار نہیں۔ دیکھو! یہ صفات جو بیان کی گئیں ہیں ان سے بچنا۔ اس کا حال یہ ہے کہ نماز دکھاوے کے لیے پڑھتا ہے۔ رکوع بس نام کے لیے جھکتا ہے۔ سجدہ مرغ کے دانہ اُٹھانے کے مانند بس ٹکر مارتا ہے۔ دوسرے سے جب سوال کرتا ہے تو گڑگڑاتا ہے۔ اور جب اس سے سوال کیا جائے تو ٹال مٹول کرتا ہے، حیلہ و بہانہ پیش کرتا، بات بات میں قسمیں کھاتا ہے۔ اگر قسم کھائے تو پورا نہیں کرتا۔ وعدہ کرے تو ایفاء نہیں کرتا۔ وعظ میں نرم و گرم دل نشین انداز اختیار کرتا ہے۔

منہ پر تعریف کی جائے تو خوش۔ لوگوں کے عیوب پر نگاہ جمائے ہوئے ہے اور اپنے عیوب سے غافل۔ احسان و بھلائی کے تمام کاموں سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہے۔ اور اسی کی طرف متوجہ ہے۔ خائن و بداخلاق لوگ اس کے دوست ہیں۔ امانت دار اور شریف لوگ اس سے دور، ان سے عداوت رکھتا ہے۔ سلام کرو تو ایسا لگتا ہے کہ سنا نہیں اور اگر سن لے تو جواب نہیں دیتا۔ حاسدوں کی طرح لوگوں کو دیکھتا ہے۔ حقد و بغض کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہے۔ لوگوں کے اموال کو خفیہ تدابیر کے ساتھ کھاتا ہے۔ ملنے والوں کو ظاہر پرستی سے خوش رکھتا ہے اور دل میں ہزار کدورتیں۔ جو نہ ملے اس پر خواہ مخواہ کی بدگمانیاں پیدا کر کے ناراض۔ خیانت میں جری، امانت میں ضعیف، ادنیٰ سی بات پر ہنس پڑتا ہے حالانکہ ہنسنے کا موقع نہیں۔ غیر مؤدبانہ رفتار سے چلتا۔ جو دور ہیں وہ بھی اس کے فتنہ سے نجات نہیں پاسکتے، جو قریب و ساتھی ہیں وہ بھی محفوظ نہ رہیں۔

جب تو ان سے بات کرے تو اپنے کو بڑا نیک جتلائے۔ اور جب وہ خود گفتگو شروع کرے تو تم کو غمگین کردے۔ اگر تو اس کو تکلیف پہنچائے تو تم کو خوش رکھنے کی کوشش کرے گا اور جب تو اس کو خوش کرنا چاہے تو تم کو گزند پہنچائے گا۔ اگر تو اس سے جدا رہے تو تم کو مٹانے کی کوشش کرے گا اور جب تو ساتھ رہے گا تو تم کو اذیتیں دے گا۔ اگر تو اس کی اتباع کرے تو

تجھ پر تہمت لگا دے، اگر تو اس کی موافقت کرے تو تجھ سے حسد کرے گا۔ اگر تو اس کی مخالفت کرے تو تجھ پر ناراض ہوگا۔ دیکھو! میری نصیحت و وصیت یاد رکھو اور ان صفات سے دور رہو۔

پھر آپ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی: تقویٰ لازم جانو۔ کل پر اعمالِ صالحہ کو ملتوی نہ کرو اور آج کو غنیمت جان کر قدم اُٹھاؤ۔ نماز جب پڑھنے اُٹھو تو سنوار کر اس طرح پڑھو کہ گویا آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ دیکھو! خبردار کثرتِ طلب حاجات میں نہ پڑنا، اس لیے کہ یہ فوری فقر ہے۔ خبردار! ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے تم کو شرمندگی و ندامت ہو اور معذرت کرنی پڑے۔ والسلام۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۴، ص: ۲۶۰)

سلیمان بن عبدالملک کی وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ تحریر اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہے۔ میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا ہے اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو۔ مسلمانو! ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اختلاف نہ پیدا کرو کہ دوسرے تم پر حرص و طمع کی نگاہ ڈالیں۔ اس پر مہر لگا کر آپ نے رجاء بن حیوۃ کو حکم دیا کہ تمام اہلِ خاندان سے اس میں لکھے ہوئے خلیفہ کی بیعت کریں۔ سب نے بیعت کی۔ پھر جب اہل خاندان زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو فرداً فرداً عمر بن عبدالعزیز کی خلافت پر بیعت لی۔ سب نے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کے ساتھ قبول کیا۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص: ۳۴۷)

حضرت عطاء بن میسرہ الخراسانیؒ

اے لوگو! میں تم کو دنیاوی کاموں کی وصیت نہیں کرتا ہوں کیونکہ تم خود ہی معاملاتِ دنیا میں دانا و بینا ہو۔ اور طلب دنیا میں حریص و لالچی ہو۔

البتہ میں تم لوگوں کو امورِ آخرت کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو، کوئی بندہ نارِ جہنم سے آزاد نہیں ہوسکتا حسب و نسب کی بنیاد پر کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ جب تک کہ حق تعالیٰ بذاتِ خود اس کو نار جہنم سے آزاد نہ کریں۔ لہٰذا وہ شخص جس کو حق جل مجدہ خلاصی دیدیں وہی درحقیقت آزاد ہے ورنہ وہ ایسا بدنصیب ہے کہ اس سے بڑا کوئی بدنصیب و ہلاک ہونے والا نہیں۔

اے ہوشمند دانا و بینا لوگو! اس دار العمل میں زیادہ سے زیادہ آخرت، دار الثواب کے لیے عمل کرو۔ دار الفناء (ختم ہونے والی دنیا) میں دار البقاء (ابدی دنیا) کے لیے کوشاں رہو۔ دنیا کو دنیا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دار العمل ہے اور آخرت کو آخرت اس لیے کہ ہر عمل کا بدلہ تاخیر سے آخرت میں ملے گا اور اس لیے کہ وہ دار الثواب والجزاء ہے اور وہاں اعمال نہیں بلکہ ثمرۂ اعمال ہے۔

دیکھو! جب تم سے معاصی و گناہ سرزد ہو جائے تو حق جل مجدہ کی طرف فوراً ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ'' یا اللہ میری مغفرت فرما، پڑھو ...... کیونکہ صدورِ گناہ کے بعد فوراً استغفار کے ذریعہ حق جل مجدہ کی طرف اپنے کو سپرد کرتا ہے اور تسلیم لامر اللہ کا مظہر اتم ہے۔ ذنوب و گناہ کے بعد 'لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا. وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ'' پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ بروز قیامت جب دفترِ اعمال کھلے گا اور گناہ کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ہوں گے تو اس کلام کی برکت سے امید کی جاتی ہے کہ مغفرت ہو جائے اور یہی کلمات ہر اس سیئات کو حسنات میں بدل دے گی جن سیئات کے ساتھ یہ کلمات درج ہوں گے۔ کیونکہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ. ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ﴾۔

بے شک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۴)

دنیا سے جو شخص سیئات وحسنات دونوں کے ساتھ آخرت کی طرف کوچ کرتا ہے۔ امید ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے جو گناہ پر اصرار کرے اور استغفار سے منہ موڑے تو ایسے شخص کا حق جل مجدہ حساب لے گا اور اس کے اعمال کا بدلہ ضرور اس کو ملے گا خواہ جیسے بھی اعمال ہوں۔ الا یہ کہ تجاوز کرنے والی ذات کریم اس کو معاف کردے کیونکہ حق جل مجدہ کی ذات ظالموں کی مغفرت پر قادر ہے۔ اور سریع الحساب بھی ہے۔ ...... دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ دیکھو تم اس کو اگر نہ چھوڑ دو گے تو اللہ کی قسم وہ تم کو ضرور چھوڑ دے گی۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے تم اس کو برتو ورنہ اللہ کی قسم وہ ضرور تم کو اپنا مزہ چکھائے گی۔ آخرت ایک ایسی یقینی جگہ ہے جہاں

تم خود ہی آنے کی کوشش کرو ورنہ اللہ کی قسم تم کو ضرور لایا جائے گا (یاد رکھو جو خود سے آتا ہے اس کی ضیافت ہوتی ہے، اکرام کیا جاتا ہے اور جو لایا جاتا ہے اس کے ساتھ ملامت وعداوت کا معاملہ ہوتا ہے۔)

آخرت تمام بنی نوع انسانیت کا ٹھکانا ہے۔ ایسا سفر ہے کہ کوئی بھی نہیں جس کو ہیبت دامن گیر نہ ہو۔ اور اس کی تیاری نہ کرے اور اس کی حرارت کے لیے سائبان نہ ساتھ لے۔ اور پیاس کے وقت کے لیے توشہ دان نہ رکھ لے اور سردی کے ایام کے لیے لحاف کی ضرورت نہ ہو۔ جو اِن ایام کے لیے مناسب تیاری کر کے سفر شروع کرتا ہے اس کو دیکھ کر لوگ غبطہ و رشک کرتے ہیں۔ اور جو بغیر تیاری کے سفر شروع کرتا ہے اور ہمراہ مناسب اشیاء نہیں لے لیتا۔ اس کے ساتھ بس ندامت وحسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

کیونکہ جب گرمی پڑے گی سائبان نہیں، جب پیاسا ہوگا پانی نہیں کہ سیراب ہو۔ سردی کے دنوں میں بچاؤ کے لیے لحاف نہیں۔ ایسے حالات میں اُس شخص سے زیادہ ندامت وحسرت کس کو ہوگی۔ یہ تو دنیاوی سفر میں اس کو تکلیفیں ہوئیں ان اسباب کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ جبکہ یہ سفر اس کا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ چند دنوں کی کلفتیں برداشت کر کے بہرحال منزل پر پہنچ جائے گا۔

لہٰذا ہوشمند و دانا وہی ہے جو ابدی سفر کی تیاری کر لے کیونکہ عالم آخرت کے سفر کی منتہی نہیں، نہ ہی وہاں کی نعمت اور نقمت کی انتہاء ہے۔

یہاں سفر میں پانی ساتھ رکھتا ہے کہ پیاس کے وقت سیراب ہو۔ تو سنو! آخرت میں حق جل مجدہ جس کو عرش رحمٰن کے سایہ میں ٹھہرائے گا نہ تو اس کو گرمی لگے گی نہ ہی احساسِ حرارت۔ ہاں وہ بدنصیب جس کو سورج کی کرن کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا تو سایہ کیا حرارتِ شمس میں کمی نہ ہوگی بلکہ اضافہ ہوگا۔ اور سنو! حق جل مجدہ جس کو اپنے دیدار سے سیراب کرے گا اس کو پیاس کیا، تشنگی کا احساس بھی نہ ہوگا۔ اور جو پیاسا ہوگا اس کو سیرابی تو درکنار شدتِ پیاس کی لہریں اور افزوں ہوں گی۔

سنو! حق جل مجدہ جس کو تقویٰ و کرامت کا لباس عطاء کرے گا، برہنہ تو کیا عزت و

افتخار کی چادر لطیف پیرایہ میں آغوشِ حیا میں لے لے گی اور جس کو اللہ جل مجدہ برسر خلائق ننگا کردے گا کیا اس کی رسوائی کبھی ختم ہوگی!

بغور سنو! محفوظ رکھو! ذہن نشین کرلو! تمام خلائق کو دو منزلیں طے کرنی ہوں گی (۱) تمام احوال، حرکات وسکنات، جلوتیں، خلوتیں، آرام و راحتیں؛ غرض، سبھی پر حق جل مجدہ کی بذاتِ خود اطلاع ہے۔ اس لیے وہ اپنی اطلاع کے موافق تمہارا حساب لے گا اور تم کو ہر ہر شئے کی برأت پیش کرنی ہوگی۔ (۲) ہر شخص کو خلائق میں سے جبار وقہار کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا اور وہ بلاشرکت غیر (لاشریک لہ) ہر ہر فرد پر جو چاہے گا فیصلہ صادر فرمائے گا۔ والسلام علیکم۔ (الحلیہ، ج: ۵، ص: ۱۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وصایا

آپ نے ایک شخص کو وصیت کی: اللہ جل مجدہ سے ڈرو۔ وہ تمہاری پریشانیوں کو کم کردے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔

ایک صاحب کو آپ نے بذریعہ مکتوب وصیت کی۔ تقویٰ اختیار کرو اُس ذات سے کہ ما سویٰ تقویٰ اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ اور متقی لوگوں کے علاوہ کسی پر رحم نہیں کھاتا۔ تقویٰ کے علاوہ کسی چیز پر نیکی وثواب نہیں دے گا اس لیے کہ واعظین تو بیحد ہیں مگر عاملین بہت کم۔

ایک اور شخص کو آپ نے وصیت لکھ کر ارسال کی: میں تم کو حق جل مجدہ سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں اور دیکھو! جو مال حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اس میں آج تصرف کی تم کو قدرت و استطاعت بھی ہے، زیادہ سے زیادہ اپنے ابدی ٹھکانہ اور اصلی مکان کی طرف منتقل کردو۔ اس یقین کے ساتھ کہ گویا تم وفات پا چکے ہو یا موت کا ذائقہ چکھ چکے ہو۔ اور ما بعد الموت کے منازل کا معائنہ ومشاہدہ کر چکے ہو۔ جان لو کہ لیل ونہار کی اُلٹ پھیر تیزی کے ساتھ تمہاری اجل (موت) کو قریب کررہی ہے اور عمر عزیز کو کم۔ وقت اور عمر دونوں ہی فنا ہورہے ہیں۔ حیات دنیا بوسیدہ ہورہی ہے۔ گزرے ہوئے لمحات کی بہ نسبت آنے والی گھڑی میں چست و چالاک رہو۔ یعنی اعمالِ صالحہ میں صَرف کرو۔ ہم اپنے برے اعمال سے اللہ کی

پناہ چاہتے ہیں اور اس کی ناراضگی جو مجھ پر ہو اور اس سے کہ جن چیزوں کی تم کو نصیحت کررہا ہوں، میں خود اس میں کوتاہی کروں۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۲۶۷)

ایک موقع پر آپ نے ایک شخص کو وصیت کی: میں تم کو حق جل مجدہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تقوی کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور رحم و کرم نہیں کرتا مگر جو رحم و کرم کے اہل ہوں (یعنی وہ شخص جو ایسے کاموں سے رُکا ہو جو غضبِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں) اور ثواب کی اُمید محض اُسی سے کی جاسکتی ہے اس لیے کہ آج واعظین تو بہت ہیں اور عاملین کم۔

آپ نے اپنے عمال میں سے ایک کو لکھا: اما بعد...... دیکھو گویا کہ بندے اللہ جل جلالہ کے پاس لوٹ گئے پھر جو کچھ کہ انھوں نے کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے ان کو باخبر کرے گا۔ برائیوں کا بدلہ سوء عاقبت کی صورت میں، بھلائیوں کا بدلہ حسنات کی شکل میں ملے گا۔ حکم الٰہی میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ جو عافیت کے مستحق ہوں گے ان کے حق کو ختم نہیں کیا جائے گا کہ خود حق جل مجدہ نے حفاظتِ دین کی وصیت کی۔ میں تم کو اللہ کے تقوے کی وصیت کرتا ہوں ساتھ جو نعمتیں پروردگارِ عالم نے تم کو دی ہیں، ان کے شکر کی اور خاص کر کرامت و عزت جو بخشی ہے اس کی اس لیے کہ نعمتِ الٰہی پر شکر مزید نعمتوں کا دروازہ کھولتی ہے جبکہ ناشکری و کفرانِ نعمت سے نعمت و رحمت رک جاتی ہے۔ دیکھو! موت کو کثرت سے یاد کرنا، کہ تو نہیں جانتا کب، کس حال میں تم کو اُچک لے گی کہ نہ تو اس سے مفر ہے نہ ہی بچاؤ۔ قیامت کی شدت و ہولنا کی کو نہ بھولنا کہ اس سے زہد اور شانِ عبودیت مزید اور مزید کی توقع ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان خوب ہوتا ہے۔

دیکھو! دنیا جو تمہارے پاس ہے اس سے ڈر کر رہنا اس لیے کہ جو دنیا سے ڈر کر نہیں رہتا غالب گمان ہے کہ وہ اس کو جلدی سے غفلت کے عالم میں دبوچ لے۔ ہمیشہ اپنے اعمال دنیا پر کڑی نگاہ رکھنا جس کے تم مامور بنائے گئے ہو۔ اور بس اسی پر بس کرنا کہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اس طرح تم دنیا سے بے نیاز ہوجاؤ گے۔

تم علم کی دولت سے لطف نہیں اُٹھا سکتے جب تک کہ جہل کا اعتراف نہ کرلو، حق نہیں پاسکتے جب تک باطل کو نہ چھوڑ دو۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے حق جل مجدہ سے حسن اعانت

کا سوال کرتے ہیں اور اس کا بھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور تم سے محض وسعت رحمت کے تحت تمام برائی کو دفع کر دے۔ آمین ثم آمین۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۲۶۸)

اپنے بعد والے ولی العہد کو لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... عبداللہ عمر امیر المومنین کی جانب سے یزید بن عبدالملک کی طرف ...... السلام علیکم - حمد اس ذات کی جس کے سوا معبود نہیں۔ اما بعد! یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہو گیا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ امورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور اللہ مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَائِبِيْنَ﴾۔

پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں اُن کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۷)

اگر اللہ رحیم راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہو جاؤں گا اور طویل ذلت و عذاب سے نجات۔ اور اگر ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر۔ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ میں اُس رب سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت خاص کے صدقے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضامندی و فضل و کرم سے جنت عطا کرے۔ دیکھو! تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ تم بھی میرے بعد تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے۔ تم کو اس سے بچنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں ایسی لغزش سرزد ہو جائے جس کی تلافی نہ کر سکو۔

(الحلیہ، ج:۵،ص:۲۷۵)

سیرت عمر بن عبدالعزیز کے صفحہ ۲۸۰ پر یہ اضافہ بھی ہے:

سلیمان بن عبدالملک اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وفات دی اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور میرے بعد تم کو ولیعہد مقرر کیا۔ میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو اللہ تعالیٰ سے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا۔ لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرمائے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص: ۳۷۵)

آپ نے عبدالحمید کو ایک مرتبہ اُس کے خط کے جواب میں وصیت کی:

تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے تذکرہ کیا ہے کہ تم سے پہلے عمال نے خیانت کے ذریعہ مال جمع کیا جو تا ہنوز اُن کے پاس ہے اور تم نے اُس کے سلسلے میں اجازت طلب کی ہے کہ اُن سے لے لیا جائے۔ مجھے تیرے اس اجازت طلب کرنے پر بیحد تعجب ہوا کہ تو عذاب کو جنت سمجھ کر فتنہ کا سبب بن رہا ہے۔

دیکھ! میرا تجھ سے راضی ہو جانا اللہ کے عذاب سے تم کو نہیں چھڑا سکتا لہٰذا جب میرا خط پہنچے تو وہی فیصلہ کرنا جو تم اپنے نفس کے خلاف بھی فیصلہ کرسکو۔ (یعنی ظلم و جور کے ذریعہ لوگوں کا مال نہ چھینو)۔ اور کبھی حق و حلال بھی لوگوں کا لے لو اس لیے خوب تحقیق و وضاحت کے بعد ہی مالِ خیانت کو وصول کرنا۔ جو ثبوت و دلائل سے انکار کرے اس کو حلف وقسم دے کر چھوڑ دینا۔ اس لیے کہ لوگ خیانت کے مال کے ساتھ آئیں مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ ہم اور تم لوگوں کے خون کا بوجھ لے کر حاضر ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۵،ص:۲۷۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اپنے صاحبزادے عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز کو وصیت:

اما بعد! اپنی ذات کے بعد تم سب سے زیادہ نصیحت و وصیت کے مستحق ہو۔ میرے ذمے جن لوگوں کی حفاظت وصیانت ہے اس میں بھی اپنی ذات کے بعد تیرا ہی حق ہے۔

حق جل مجدہ کی حمد وثنا ہے کہ اس نے میرے ساتھ احسانِ کثیر کا معاملہ کیا اور عوام کی بہ نسبت میرے ساتھ خاص لطف وعنایت، لہٰذا حق جل مجدہ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور شکر کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ تم بھی اللہ کے فضل کا ذکر کیا کرو جو تمہارے باپ پر کی گئی ہے اور تم پر...... تم اپنے والد کے امورِ خلافت میں قوت کا ذریعہ بنو، خاص کر جن امور میں تم مجھ کو عاجز سمجھتے ہو (یعنی دعواتِ صالحہ کے ذریعہ تم میری اعانت و مدد کرتے رہو) اپنی جوانی و نفس، صحت وفراغ کی نگہداشت رکھنا۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمہ وقت اپنی زبان کو ذکرِ حق میں مشغول رکھنا کہ تحمید وتسبیح وتہلیل میں وقت صَرف ہو۔ اس لیے کہ جو چیز وصول الی اللہ کا ذریعہ ہوسکتی ہے اس میں سب سے اچھا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا ذکر ہے۔ یا یوں لکھا کہ کلام کی ابتدا حمد اور ذکرِ الٰہی سے ہو کہ اس سے اچھا کلام نہیں اور اپنے کلام کو جس چیز پر تم ختم کرو وہ بھی

حمد الٰہی ہو کہ اس کلام سے برا کوئی کلام نہیں، جس کی انتہاء حمدِ باری پر نہ ہو۔ اللہ جل جلالہ کی جو نعمتیں تم پر ہیں اس کے بارے میں تم فتنہ میں مبتلا نہ ہونا کہ تیرے باپ کو جس کا وہ مستحق نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ اس لیے بھی کہ وہ اپنے بھائیوں کے درمیان تھا اور اس پر دوسرے بھائی فضیلت رکھتے تھے اور چھوٹے والد سے قریب تھے۔ بہرحال، ہر حال میں مَیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ والد محترم کی جانب سے مجھ کو جو نسب وحسب ملا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ ساتھ ہی میں نے والد کو اپنے ساتھ بہترین احسان کرنے والا پایا ہوں۔ میں تم کو ان لڑکوں میں پاتا ہوں جو اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور تمہارا مجھ پر حق ہے اور تم بھی اپنے بھائیوں کے درمیان پلے ہو۔ میں نے تم لوگوں کو نہ اس مکان سے نکالا جس میں تم پہلے تھے۔

لہٰذا تم میں سے جو جنت کا متمنی و راغب اور جہنم سے نجات کی تلاش میں ہو تو اس کے لیے یہ بہت ہی مناسب موقع اور وقت ہے کہ ابھی قبولیتِ توبہ کا وقت باقی ہے۔ گناہ کی معافی کا وعدہ۔ مگر ہاں، زندگی و اجل کے ختم ہونے سے قبل قبل۔ اور عمل کا دروازہ بند ہونے سے پہلے پہل اور اس وقت سے پیشتر جبکہ حق جل مجدہ مخلوقات کا حساب وکتاب لینے کے لیے جلوہ افروز ہو۔ اور جن و انس اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے، اُس جگہ نہ تو فدیہ قبول ہوگا نہ ہی معذرت نفع بخش ہوگی۔ تمام مخفی اور پوشیدہ چیزیں خود بخود ظاہر ہو جائیں گی۔ سفارش و شفاعت نہ چلے گی۔ ہر انسان کو اس کے اعمال کی جزاء کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ مختلف گروہ و جماعت اپنے اپنے منازلِ عقبٰی میں داخل کردیے جائیں گے۔

اس دن وہ کامیاب ہوگا اور خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوگی۔ اور بدبختی اس شخص کا نصیب ہوگا جس نے معصیت و نافرمانی کی ہوگی۔

دیکھو جانِ پدر! اگر حق جل جلالہ تجھے مال و دولت کے ساتھ آزمائے تو میانہ روی اختیار کرنا اور نفس کو اللہ جل مجدہ کی رضاء کے لیے پست رکھنا یعنی تواضع اختیار کرنا۔ حق جل مجدہ کا جو حق بسلسلہ مال ہے اس کو خوب فراخی کے ساتھ کشادہ دلی سے ادا کرنا اور وہی بات کہنا جو مردِ صالح نے کہا تھا۔

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِيَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾۔

یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ (سورۂ نمل، آیت: ۴۸)

خبردار کہ تو اپنے کلام میں فخر و مباہات نہ کر اور عُجب و بڑاپن اختیار نہ کر اور بھول کر بھی تیرے دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ جو کچھ تم کو ملا ہے وہ تیری کسی بزرگی یا کرامت کے سبب ملا ہے بلکہ محض فضل رب ہے۔ کبھی بھی یہ نہ سوچنا کہ تم کو ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تیرے برابر نہیں دیا۔ اگر تو شکر سے غافل ہوا اپنے کو فقیر نہ جانا اور مالداری کے سبب سرکشی پر اُتر آیا تو سمجھ لے کہ تجھ کو آخرت کے بدلے دنیا ہی میں نعمت سے نواز کر آخرت سے محروم کیا گیا ہے۔ میں تم کو خاص طور پر مذکورہ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں گرچہ میں خود اپنے نفس پر اسراف کرنے والا ہوں۔ اور اپنے نفس پر محکم فیصلہ نہ کر سکا ہوں۔ حالانکہ دوسروں کو نصیحت اس وقت تک نہیں کرنی چاہیے جب تک اپنے نفس پر قابو نہ پالے اور عبادت رب العالمین میں، جس کی خاطر پیدا کیا گیا ہے، رسوخ پیدا نہ کرلے۔ جب لوگ نیکی کی راہ سے شکم سیری کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ختم ہوجائے، حرام کو حلال جانیں، واعظوں کی کثرت ہو، اور محض رضائے الٰہی کے لیے اصلاح کی کوششیں بند ہوجائیں، تو بس اللہ ہی نگہبان ہے۔

''فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ لَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ''۔ (سورۂ جاثیہ، آیت: ۳۶-۳۷)

سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا، پروردگار ہے تمام عالم کا، اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۲۷۶)

وصیت بنام عمال:

اما بعد– میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تقویٰ ہی اولیاء اللہ کو عذاب سے نجات اور ناراضگی رب سے بچاتی ہے۔ اور تقویٰ ہی کے سبب بندوں کو مقام ولایت نصیب ہوتا ہے۔ تقویٰ ہی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کی آخرت میں رفاقت میسر ہوگی۔ تقویٰ ہی کے سبب دیدار حق کی نعمت ملے گی۔ تقویٰ کے سبب اللہ جل مجدہ

بندوں پر نظرِ عنایت کرتے ہیں۔ تقویٰ دنیا میں فتنوں سے حفاظت کا وسیلہ ہے اور آخرت میں قیامت کی ہولناکی سے خلاصی کا سہارا۔

دیکھو! آنے والے اور کسی چیز سے حق جل مجدہ کو راضی نہیں کر سکتے مگر گزرے ہوئے لوگوں نے جن اعمال سے مقام رضاء حاصل کیا تھا، بس وہی فقط اور متقدّمین کی زندگی بطور نمونہ عبرت بھی ہے متاخرین کے لیے۔ حق جل مجدہ کی سنت و عادت دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ قبل اس سے کہ تم کو غصہ کی حالت میں پکڑے تو نفس کی اصلاح کر لے۔ اپنے دیدۂ باطن کو سدھار لے اس طرح جس طرح پہلے لوگوں نے منوّر کی تھی۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ کس طرح ان کی موت ہوئی۔ اور کس طرح وہ منتشر کر دیے گئے۔ تو نے موت کو نہیں دیکھا کہ توبہ کرنے والے یا لمبی اُمیدیں رکھنے والے یا حاکم و سلطان خواہ کوئی بھی ہو کس قدر جلد اس کے پاس آ جاتی ہے۔

موت بذاتِ خود ایک واعظ ہے جو دنیا سے نفرت کی دعوت دیتی ہے۔ آخرت کی طرف بدرجہ اتم مائل کرتی ہے۔ ہم موت کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور موت کے بعد والے شر سے بھی اور قبل الموت و بعد الموت کی خیر و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

خبردار! کہ تو قول وفعل سے دنیا کی ادنیٰ سی بھی چیز مت طلب کر، اس سے ڈرتے ہوئے کہ دنیا کہیں تیری آخرت کو نہ برباد کر دے۔ کہ تو بذاتِ خود اپنے کو دیندار سمجھ رہا ہو اور حق جل مجدہ تجھ سے ناراض ہو۔ اس بات کا یقین دل میں جما لو کہ تقدیر میں جو رزق تیرا لکھا ہوا ہوگا وہ ہر حال میں تجھ کو مل کر رہے گا اور تیری دنیا تجھ تک خواہ تو کتنی ہی کوشش کر لے بغیر اضافہ کے، جس میں نہ تیری طاقت کا دخل ہے نہ قوت ہے، پوری پوری ملے گی۔ اگر تو کوئی کوشش نہ کرے تو تیرے ضعف سے کم بھی نہیں ہوگی۔ اگر حق جل مجدہ فقر و تنگی کے ساتھ تجھے آزمائے تو دیکھ عفت و عفاف کا دامن نہ چھوڑنا۔ (یعنی سوال سے بچنا۔ اور برضاء رب سرِ تسلیم خم کر دینا (کہ یہی عبودیت ہے)۔ اور عظیم نعمت اسلام جو حق جل مجدہ نے دی ہے اس پر نگاہ رکھنا کہ دنیا کی ہر نعمت بمقابلہ اسلام ہیچ ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی جو نعمت تم سے لے کر اسلام سے نوازا گیا وہ سونا چاندی اور فانی دنیا کی ہر نعمت سے اعلیٰ ہے۔

ایک اصول یاد رکھو کہ وہ بندۂ مومن جو رضوانِ الٰہی، خلد بریں کا راہی ہو اس کو بلاء و مصیبت، فقر و فاقہ، تنگدستی ادنیٰ درجہ میں بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ اور جو شخص غضبِ الٰہی اور جہنم کے کاموں میں مشغول ہو، ساتھ اس کو دنیا کی خواہ کتنی ہی نعمت و رخاء اس کے پاس کیوں نہ ہو کچھ بھی سودمند نہیں ہوسکتی۔ اہلِ جنت دنیا میں کتنی تکلیف اُٹھا چکے ہوں مگر وہاں اس گزری ہوئی زندگی کے آلام کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ اہلِ جہنم دنیا میں جس قدر نعمت کا لطف لے چکے ہوں وہاں آتشِ جہنم میں بھول جائیں گے۔ غرض، دنیا کی نعمت والی زندگی ہو یا آلام و مصائب کی، وہاں سب ہی ذہن سے نکل جائے گی۔ (بایں معنی کہ اہلِ جنت کو بھول کر بھی دنیاوی تکلیف یاد نہ آئے گی اور اہلِ جہنم کو نہ ہی دنیاوی نعمت سے خوشی۔)

دیکھو! جلدی یا آرام کے ساتھ ہر شخص رواں دواں ہے اور زندگی کے لمحات بیت رہے ہیں، اجل ختم ہو رہی ہے۔ تم کو ویران زمین میں دفن کر دیں گے اور پھر وہاں تم کو بغیر آرام دہ بستر اور تکیہ کے لوگ چھوڑ آئیں گے۔ دوست بھی جدائی اختیار کرلیں گے۔ تمام رشتہ داریاں توڑ لی جائیں گی اور تیرا ٹھکانا وہی مٹی کا گھر ہوگا۔ ایک اِدھر سے جدائی، اُدھر تو حساب و کتاب کے لیے کھڑا ہوگا، اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا۔ تو بذاتِ خود فقیر ہوگا اور تیرے عیال جن کے لیے مال چھوڑ کر جا رہا ہے، غنی و مالدار ہوں گے کیونکہ جو اپنے لیے بھیجے ہوئے ہوگا تو آج مالدار ہوگا جبکہ تو نے اپنے لیے فقر کو ترجیح دی اور پیچھے والوں کو مالدار بنا دیا۔ لہٰذا موت کے آنے سے پہلے اللہ سے ڈر کر رہو۔ تقویٰ اختیار کرو۔

اور اللہ کی قسم! جو کچھ کہ میں نے تم کو کہا ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ گنہگار میں خود ہوں۔ تمہارے گناہوں سے زیادہ گناہ میرے خود کے ہیں۔ لہٰذا میں حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں۔ (الحلیہ، ج:۵، ص:۲۷۸)

اپنی اولاد کے متعلق وصیت:

مُسلمۃ بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز کے پاس ان کی مرض الوفات میں داخل ہوئے اور عرض کیا کہ: امیر المؤمنین! آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جا رہے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش! آپ اُن

کے متعلق مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو کچھ وصیت کرتے جاتے۔ یہ سن کر فرمایا: مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو۔ پھر فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا۔ تو اللہ کی قسم! میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا۔ البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں تم کو یا کسی اور اہلِ خاندان کو وصیت کرتا جاؤں۔ تو اس معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف حق جل مجدہ ہے جو صلحاء کا والی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو مال دے کر گناہ کرنے کے لیے قوی بناؤں گا۔

اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشمِ نم فرمایا: میری جان تم پر قربان جس کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ میرے بچو! تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس کا تم پر حق ہو۔ بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی: ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو۔ ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو اور وہ جنت میں جائے۔ اچھا اب جاؤ۔ اللہ تم کو حفظ و امان میں رکھے۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۳۳۳۔ سیرت عبدالعزیز، :۵۳۔ سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۳۷۶)

آخری وصیتیں اور وفات:

بعض لوگوں نے عرض کیا: آپ مدینہ منتقل ہو جایئے اور روضۂ نبوی میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ کے ساتھ دفن ہوں۔ یہ سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! آگ کے سوا اگر اللہ مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں اُنھیں بخوشی منظور کرلوں گا لیکن یہ گوارا نہیں کہ اللہ کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، ج:۵،ص:۲۸۳۔ الحلیہ، ج:۵،ص:۳۳۵)

اُس کے بعد ایک ذمی سے قبر کے لیے زمین خریدی۔ اس نے قیمت لینے میں عذر کیا اور کہا یہ میرے لیے خیر و برکت کا باعث ہے کہ آپ میری مملوکہ زمین میں دفن ہوں لیکن آپ نے اسے منظور نہ کیا اور باصرار قیمت حوالہ کی۔ (سیرت عبدالعزیز، ص:۲۳۶)

پھر کفن اور دفن کے متعلق ضروری وصیتیں کیں اور آنحضرت ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک منگا کر انھیں کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔ (ابن سعد، ج: ۵، ص: ۲۷۸)

حلیہ کی ایک روایت میں ہے کہ: آپ نے بٹھانے کو کہا تو آپ کو بٹھادیا گیا۔ آپ یوں کہہ رہے تھے: 'اَنَا الَّذِیُ اَمَرْتَنِیُ فَقَصَرْتُ'۔ میں ہی وہ ہوں جس کو حکم دیا گیا مگر اس میں کوتاہی کی۔ 'وَ نَهَیْتَنِیُ فَعَصَیْتُ'۔ تو نے منع کیا مگر میں باز نہ آیا۔ 'وَ لٰکِنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'۔ مگر اللہ تو صرف ایک اور اکیلا معبود برحق ہے۔

پھر آپ نظر اُٹھا کر دیکھنے لگے اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ تو عرض کیا گیا کہ آپ بغور کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جو نہ تو انسان ہیں نہ جنات۔ پھر آپ کی روح پرواز کرگئی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دم آخر آپ کے زبان پر آیت ذیل جاری تھی:

﴿ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَّ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾۔ (سورۂ قصص، آیت: ۸۳)

یہ عالم آخرت ہم اُنہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر انتالیس یا چالیس سال تھی۔ دیر سمعان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ رجب کا مہینہ، ۱۰۱ھ تھا۔

حضرت اعمش (سلیمان بن مہرام) کی وصیت

خلیفہ ہشام نے لکھا آپ عثمانؓ کے فضائل اور علیؓ کے نقائص لکھ بھیجئے۔ آپ نے یہ خط بکری کو کھلا دیا اور حاملِ رقعہ کے اصرار پر جواب لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد! اگر عثمانؓ کی ذات ساری دنیا کی خوبیوں کی مالک ہوتو بھی تیری ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور اگر علیؓ کی ذات میں دنیا بھر کی برائیاں مجتمع ہوں تو اس سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیے۔ (شذرات الذہب، ج:۱، ص:۲۲۱)

وفات کے وقت آپ نے وصیت کی: جب میں مر جاؤں تو کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے اور مجھ کو میرے رب کے پاس لے جا کر لحد میں پھینک دیا جائے۔ میں اس سے بھی فروتر اور حقیر ہوں کہ لوگ میرے جنازہ میں شریک ہوں۔

(طبقاتِ کبریٰ امام شعرانی، ج:۱،ص:۳۸ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۴۸)

امام عبدالرحمٰن یعنی ابوعمرو بن عمرو اوزاعیؒ

ابوعمرو الاوزاعی جلیل القدر تبع تابعی ہیں۔ آپ قلیل الکلام، حق گوئی میں مشہور تھے۔ کسی بھی ظالم و جابر کے سامنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باز نہیں آتے۔ آپ کا مشہور خواب یوسف بن موسیٰ القطان نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حق جل مجدہ کو منام میں دیکھا۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم ہی لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: بِفَضْلِکَ یَا رَبِّ۔ تیرے ہی فضل سے اے پروردگار۔ اے اللہ! اسلام پر خاتمہ کیجئے گا۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: وَ عَلَی السُّنَّةِ۔ اور ملت محمد ﷺ کے طریقہ پر۔

آپ نے ایک موقع پر وصیت فرمائی:

اپنے نفس کو سنتِ رسول کا عادی بناؤ۔ سلف و صالح کے طریقوں پر گامزن رہ جس سے تو وہی سعادتیں حاصل کرلے گا جو انھوں نے کیں۔ ایمان میں استقامت بغیر قول کے نہیں آتی (یعنی لا الہ الا اللہ) اور قول میں استقامت عمل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان، قول، عمل میں رسوخ و استحکام بغیر خلوص نیت جو موافق سنت ہو، نہیں ہو پاتی۔ دیکھو! تمہارے اسلاف و اکابر ایمان و اعمال میں تفریق نہیں کرتے تھے کہ اعمال دلیل ایمان ہے اور ایمان کا ظہور اعمال سے ہے۔ لفظ ایمان جامع ہے تمام تر باقیات و صالحات کا جس طرح کہ مذہب اسلام یا ملت محمد (ﷺ) جامع ہے تمام ادیان کا۔ جس کی تصدیق عمل ہی سے تو ہوتی ہے لہٰذا جو زبان سے اقرار، قلب سے معرفت، عمل سے تصدیق کرلے تو یہی لوگ ہیں جن کے متعلق آیا ہے ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۶)

تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہوسکتی)۔

اور جو زبان سے پڑھ لے، قلب میں معرفت نہیں، عمل سے تصدیق نہیں، اس سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں ایسے ہی لوگ خسارے میں ہوں گے۔

(الحلیہ، ج:٦،ص:١٤٣)

امام اوزاعی نے وقت کے جابر و ظالم خلیفہ منصور کو جو ناصحانہ خطوط لکھے ہیں ہم بعینہٖ سیر الصحابہ سے پیش کررہے ہیں جن سے آپ اندازہ لگائیں کہ ایک عالم حق گو کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ اس کو کس خوبی کے ساتھ ادا کررہے ہیں۔

امام اوزاعی کی وفات بڑے دردناک طریقے سے ہوئی۔ آپ بیروت کے قیام میں ایک روز حمام میں غسل کے لیے گئے۔ صاحبِ حمام لاعلمی میں باہر سے دروازہ بند کرکے کہیں چلا گیا۔ اندر آگ جل رہی تھی اور باہر سے ہوا جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس لیے اسی حالت میں وہ جاں بحق ہوگئے۔ جب صاحب حمام واپس آیا اور اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آپ کا داہنا ہاتھ سر کے نیچے ہے اور قبلہ رو فرش زمین پر مُردہ پڑے ہیں۔ یہ حادثۂ عظمیٰ صفر یا ربیع الاول ١٥٧ھ میں پیش آیا۔ آپ کو بیروت کے باہر مقام خنتوس میں سپردِ خاک کیا گیا۔

(سیر الصحابہ، ج:١٤،ص:٢٧٠)

منصور کو ناصحانہ خطوط

خلفائے عباسیہ میں منصور حد درجہ خود رائے، جابر اور متشدد واقع ہوا تھا۔ اسی نے عہدۂ قضا نہ قبول کرنے پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے اور قید کردیا۔ اسی نے طلاقِ مکرہ میں اس کی مرضی کے خلاف فتویٰ دینے پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سر بازار رسوا کیا اور ان کا ایک ہاتھ بازو سمیت اکھڑوالیا۔ اسی نے سفیان ثوریؒ جیسے برگزیدہ بزرگ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ یہ سب واقعات امام اوزاعیؒ کے سامنے تھے، مگر اس کے باوجود وہ حق گوئی و بیباکی سے باز نہیں رہے۔ منصور اپنی خودرائی اور جبر و استبداد کے باوجود غالبًا اپنی سیہ کاری کو چھپانے کے لیے اس بات کا خواہش مند رہتا تھا کہ امام اوزاعیؒ اس کے دربار میں آکر اسے نیک مشورے دیں، مگر امام اوزاعیؒ بغیر طلب کے نہ کبھی دربار میں آتے، اور نہ بغیر کسی شدید ملّی ضرورت کے کوئی تحریر لکھی۔ پہلی بار منصور جب شام آیا اور امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی تو

انھوں نے اس کو بہت سی نصیحتیں کیں، جب واپس ہونے لگے، تو انھوں نے منصور سے کہا کہ مجھے سیاہ لباس پہننے سے معاف رکھا جائے۔ اس نے اجازت دیدی۔ جب وہ دربار سے رخصت ہوگئے، تو اپنے ندیم خاص ربیع کو ان کے پاس بھیجا، اور کہا کہ میرا نام ظاہر نہ کرنا بلکہ اپنی طرف سے دریافت کرنا کہ سیاہ لباس وہ کیوں ناپسند کرتے ہیں۔ ربیع کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ سیاہ لباس نہ تو احرام میں استعمال کیا جاتا ہے، نہ تجہیز و تکفین میں اور نہ شادی کے موقع پر تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے۔

ایک بار منصور نے ان کو ایک خط لکھا اور یہ آرزو کی کہ کوئی خیر خواہانہ مشورہ دیجئے۔ اس کے جواب میں انھوں نے نہایت مختصر اور بلیغ خط لکھا۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اَمَّا بَعُدُ ! فَعَلَيُكَ يَـا اَمِيُرَ الُمُؤُمِنِيُنَ بِتَقُوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ تَوَاضُعٍ يَرُفَعُكَ اللّٰـهُ تَعَالٰى يَوُمَ الُقِيَامَةِ يَوُمَ يَضَعُ الُمُتَكَبِّرِيُنَ فِى الْاَرُضِ بِغَيُرِ الُحَقِّ وَ اعُلَمُ اَنَّ قَرَابَتَكَ مِنُ رَسُوُلِ اللّٰهِ ﷺ لَنُ تَزِيُدَ حَقُّ اللّٰهِ اِلَّا وُجُوُبًا۔

امیر المومنین! آپ اپنے اوپر اللہ کا تقویٰ لازم کرلیجیے اور تواضع اختیار کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دن بلند کرے گا جس دن ان متکبرین کو جو ناحق زمین پر بڑے بنتے ہیں، ذلیل کرائے گا اور اچھی طرح غور کرلیجیے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی قرابت اللہ کے یہاں حق سے زیادہ آپ کو کچھ نہ دلائے گی۔

اس خط میں امام اوزاعیؒ نے منصور کو اس کی تین کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جنھوں نے اس کو حد درجہ مستبد بنا دیا تھا، یعنی اللہ کے خوف کی کمی، حکومت کا غرور اور نسلی شرف۔ اگر کوئی اہم دینی یا ملّی ضرورت پیش آجاتی تھی تو بغیر طلب بھی اس کو خط لکھ کر اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

ابراہیم بن علی اور محمد بن حسن نے منصور کے خلاف جب علمِ بغاوت اُٹھایا تو منصور نے سرحدی مسلمانوں سے بھی مدد مانگی، انھوں نے مدد نہیں دی۔ چونکہ وہ رومی حکومت کے بالکل زد میں تھے (غالباً حکومت نے منصور کی خفگی سے فائدہ اُٹھا کر) انھوں نے بہت سے سرحدی مسلمانوں کو قید کرلیا، اور منصور کے پاس لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو فدیہ دے کر مسلمان قیدیوں کو

چھڑا سکتے ہیں، منصور چونکہ ان سے ناخوش تھا اس لیے اس نے انکار کر دیا۔ امام اوزاعیؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہزار مسلمان رومیوں کے ہاتھ قید و بند کی مصیبت جھیل رہے ہیں، اور منصور کو رہا کرنے کی کوئی فکر نہیں ہے، تو انھوں نے ایک لمبا سخت خط لکھا جس میں منصور کی ذمہ داری کا ذکر کر کے مسلمان قیدیوں کی رہائی کی طرف توجہ دلائی، اس خط کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کا ذمہ دار اور نگہبان اس لیے بنایا ہے کہ آپ اس میں انصاف قائم کریں، اور مسلمانوں کے ساتھ محبت اور شفقت میں نبی ﷺ کی سنت سے مشابہت پیدا کریں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں پر اس وقت جو مصیبت آئی ہے، اس میں وہ آپ کو اطمینان نصیب کرے اور ان پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس سال کی ابتدا میں (رومی) مشرکین کو جو غلبہ ہوا ہے، اس میں انھوں نے مسلمانوں کے گھروں کو روند ڈالا ہے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو، ان کے گھروں اور قلعوں سے نکال کر ذلیل کیا ہے، یہ سب بندوں کے گناہوں کا نتیجہ ہے، اگرچہ اللہ نے ان کے گناہوں کو بہت کچھ معاف کر دیا ہے (ورنہ اور بڑی مصیبت آتی) تو بندوں کے گناہوں ہی کا نتیجہ ہے کہ عورتیں اور بچے اپنے گھروں اور پناہ گاہوں سے اس طرح نکالے گئے کہ ان کا کوئی مددگار رہے، اور نہ ان کی طرف سے کوئی مدافعت کرنے والا ہے۔ عورتوں کی بے بسی کا حال یہ ہے کہ ان کے سر اور پیر ننگے ہیں، اور یہ سب ہمارے دیکھتے اور سنتے ہو رہا ہے، اور جس وقت اللہ تعالیٰ اپنی اور ان کی عزت کی تخلیق پر نگاہ ڈالے گا، تو امیر المومنین اس بارے میں آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور ان کا فدیہ دے کر اللہ کے غضب سے بچنے کا کوئی راستہ ڈھونڈنا چاہیے اور اس کی حجت سے کوئی مفر تلاش کرنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے کہا ہے کہ ''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں لڑتے نہیں اور کمزور مرد، عورتیں، بچے اس بستی سے نکلنے کی دعا کرتے ہیں''۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پہنچا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''اگر نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو''، ان احکام کی موجودگی میں امیر المومنین مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے، کہ وہ ان کو

تکلیف دیں اور ان کی بے حرمتی کریں۔ آپ اللہ کے راعی ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر راعی ہے۔ وہ آپ سے اس دن اس ذمہ داری کا پورا پورا حق چاہے گا، اس نے کہا کہ ”اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے)، سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

اہلِ تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط کا یہ اثر ہوا کہ اس نے فوراً فدیہ دے کر مسلمانوں کو رہا کر لینے کا حکم دیا۔ ”فَلَمَّا وَصَلَ كِتَابَهُ اَمَرَ بِالْفِدَاءِ“۔ جس وقت یہ خط پہنچا اسی وقت اس نے فدیہ دے کر مسلمانوں کو چھڑا لینے کا حکم دیا۔

اس خط کی اہمیت کا پورا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب منصور کی مستبدانہ روش کو بھی نگاہ میں رکھا جائے۔

غیر مسلم رعایا کے ساتھ عدل کی تاکید

ان کا یہ طرزِ عمل صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ غیر مسلموں پر بھی وہ اسی طرح شفیق و رحیم رہتے تھے، اس سلسلے میں امیر شکیب ارسلاں کا بیان ملاحظہ ہو۔

امام اوزاعیؒ ضروری سمجھتے تھے کہ اسلام نے انسان کو جو بنیادی حقوق دیے ہیں، وہ ان کو دین و مذہب کی تفریق کے بغیر دیے جائیں۔ چنانچہ امیر صالح بن علی نے جب جبل لبنان کے نصاریٰ پر ظلم کیا تو انھوں نے سخت نکیر کی اور اس کو خط لکھا، وہ اس آیت قرآنی پر عامل تھے :

﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَئَانُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا﴾ (سورۂ مائدہ، آیت : ۸)

اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو۔

اسی طرح جب اہلِ قبرص کا معاملہ پیش ہوا تو اس میں بھی مداخلت کی، غرض یہ کہ ان کی روش سے صاف طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اسلام عدل و انصاف اور انسانی حقوق کی حفاظت کرنے والا دین ہے اور ظلم و تعدی سے اس کو نفرت ہے۔

ایک بار منصور نے ان کو بلا بھیجا۔ دور سے آنا تھا، اس لیے دیر ہوگئی۔ دربار میں پہنچے، تو منصور نے کہا میں دیر سے منتظر تھا۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ پوچھا کہ آپ

نے کس لیے یاد کیا ہے۔ بولا کچھ اخذ و استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا: میں تیار ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ میں جو کچھ کہوں اسے آپ بھول نہ جائیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے ارشادات کو بھلا دوں، جبکہ میں نے خود ہی اس کے لیے آپ کو تکلیف دی ہے۔

فرمایا: ہاں! اس کو آپ سن لیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ ان کا یہ اندازِ گفتگو منصور کے حاجب ربیع کو برا معلوم ہوا۔ اور ان کو تنبیہ کرنی چاہی، مگر منصور نے اس گستاخی سے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ تم کو معلوم نہیں ہے، کہ یہ درس و افادہ کی مجلس ہے، شاہی دربار نہیں۔ جب امام اوزاعیؒ کو پورا اندازہ ہو گیا کہ منصور میں اس وقت جذبۂ نصیحت پذیری موجود ہے، اور ان کی باتوں کو بڑی توجہ سے سن رہا ہے، تو اس کے سامنے چند احادیث نبوی بیان کیں۔ پہلی حدیث مکحول کے واسطے سے یہ بیان کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کے دین کی کوئی بات معلوم ہوتی ہے اور وہ اس کو قبول کر کے اس کی قدر کرتا ہے تو اس کے لیے وہ اللہ کی ایک نعمت ہوتی ہے جو خاص طور پر اس کے لیے بھیجی گئی ہے، اور اگر وہ اُٹھ کر اس کی ناقدری کرتا ہے تو اس کے اوپر وہ ایک حجت ہوتی ہے، اور اس ناقدری کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں میں بھی اضافہ کر لیتا ہے اور حق جل مجدہ کا غضب بھی بڑھ جاتا ہے۔

یہ حدیث سنانے کا مقصد یہ تھا کہ جو باتیں میں کہوں اس کی قدر دانی تمہارے لیے مفید ہوگی اور اگر ناقدری کرو گے تو دنیا و آخرت دونوں جگہ تم نقصان اُٹھاؤ گے۔

پھر دوسری حدیث یہ سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو حاکم رعیّت پر ظلم و زیادتی کر کے چین کی نیند سوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر جنت حرام کر دے گا۔

یہ حدیث سنانے کے بعد آپ نے ایک لمبی تقریر کی جس کا ایک ایک جملہ حرز جان بنانے کے قابل ہے، عام فائدہ کے لیے ہم یہاں چند جملے نقل کرتے ہیں؛

''امیر المومنین! جس نے حق بات کو ناپسند کیا اس نے اللہ کو ناپسند کیا۔ اس لیے کہ اللہ سراسر حق ہے۔ ھو الحق المبین۔ امیر المومنین! جس چیز نے لوگوں کے دلوں کو آپ کی طرف مائل کیا اور انھوں نے آپ کو اپنا حاکم بنایا وہ رسول اللہ ﷺ کی قرابتِ نسبی تھی، اور رسول

اللہ ﷺ اُمت کے لیے نہایت ہی مہربان، رحیم، ہمدرد اور غم خوار تھے، آپ کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ لوگوں پر حق (اللہ کا حق ہو یا بندوں کا) نافذ کریں۔ ان کے درمیان انصاف کریں۔ ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں (اس بات پر اس ماحول کو سامنے رکھ کر غور کرنا چاہیے، جس میں ادنیٰ سی غلطی پر گردن زدنی کا حکم ہوجایا کرتا تھا) ان کے اوپر اپنا دروازہ کھلا رکھیں، یہ نہ ہو کہ آپ کے دروازہ پر پہرہ دار بیٹھے رہیں اور لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں۔ آپ کو عوام کی خوشحالی سے مسرت ہو، اور ان کی بدحالی سے رنج، آپ کے زیر حکومت عرب وعجم، مسلم وکافر سبھی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا یہ حق ہے کہ آپ ان کے ساتھ انصاف کریں، پھر سوچیے کہ یہاں گروہ در گروہ ایسے لوگ ہیں جنھیں آپ سے کوئی نہ کوئی شکایت ہے اور ان پر کوئی نہ کوئی ظلم آپ کی طرف سے ہوا ہے۔

امیر المومنین! مکحول سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی رہا کرتی تھی، جس پر آپ ٹیک لگا کر چلا کرتے تھے اور ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے منافقین پر ایک رعب بھی طاری رہتا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ ''اے محمد! کیا یہی چھڑی ہے جس سے آپ اپنی امت کا سر کچلتے اور خوف زدہ کرتے ہیں؟'' ......آپ سوچئے کہ اس شخص کا اللہ کے یہاں کیا حال ہوگا جس نے لوگوں کے چہرے خون آلود کیے، ان کا خون بہایا، ان کی بستیاں اُجاڑ دیں، ان کو جلا وطن کیا، اور ان پر رعب جمایا۔

امیر المومنین! اپنے نفس کو اپنے فائدہ ہی کے لیے راضی کرلیجیے اور اس کے لیے اپنے رب سے امان حاصل کیجیے۔

امیر المومنین! اگر حکومت وسلطنت آپ سے پہلے گذرنے والوں کے ساتھ رہنے والی ہوتی، تو وہ آپ تک نہ پہنچتی۔ اور یہ آپ کے پاس بھی باقی نہیں رہے گی، جس طرح دوسروں کے پاس باقی نہیں رہی۔ آپ نے اس آیت ﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّ لَا كَبِيرَةً﴾ (نہ کوئی چھوٹا گیا چھوٹا نہ بڑا گناہ۔ سورۂ کہف، آیت:۴۹) کی تفسیر اپنے نانا ﷺ کی زبانی سنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صغیرہ سے مراد تبسم اور کبیرہ سے مراد ضحک یعنی کھل کر ہنسنا ہے، تو پھر کیا وہ مظالم اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھے ہوئے نہ ہوں گے، اور ان کا بدلہ نہ ملے گا، جو آپ کے ہاتھوں اور زبان

کے ذریعے ہوئے ہیں۔

امیر المومنین! حضرت عمرؓ کو کتنا احساسِ ذمہ داری تھا، اس بارے میں یہ روایت مجھے ملی ہے، فرمایا: ''لَوْ مَاتَتْ سَخْلَةٌ عَلٰى شَاطِئِ الْفُرَاتِ لَخَشِيْتُ اَنْ اُسْئَلَ عَنْهَا''۔ اگر ایک بکری کا بچہ (بغیر میری دیکھ بھال کے) فرات کے کنارے مَر جائے، تو مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔

تو پھر اس کے بارے میں آپ سے کتنی زبردست باز پرس ہوگی، جو آپ کے سامنے آپ کے عدل سے محروم رہا، امیر المؤمنین! اس آیت ﴿ يٰـا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰاکَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى ﴾ (اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا۔ سورۂ ص، آیت: ۲۶) کی تفسیر آپ کے دادا (آنحضرتؐ) نے کیا فرمائی، یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے داؤد! اگر تمہارے سامنے دو آدمی فیصلہ کرانے کے لیے آئیں اور ایک کی طرف تمہارا میلان ہو اور اس سے تمھیں محبت ہو تو تمہارے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ کاش اسی کے موافق فیصلہ ہو اور وہ اپنے فریق کے مقابلے میں کامیاب ہو۔ اگر ایسا کروگے، تو میں نبوت کی ذمہ داری تم سے واپس لے لوں گا، ظاہر ہے کہ اس کے بعد نہ تمہاری خلیفۃ الارض کی حیثیت باقی رہے گی اور نہ کوئی دوسرا اشرف (کیونکہ یہ سب نبوت کے طفیل میں ہے) اے داؤد! میں نے جن بندوں کو لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، ان کو ان کا اسی طرح گلہ بان ہونا چاہیے، جس طرح اونٹ کے گلہ بان ان کی گلہ بانی کرتے ہیں، ان کے علم کا تعلق دیکھ بھال اور نگرانی سے ہے۔ اور ان کی نرمی کا تعلق حکمرانی سے ہے، تاکہ شکستہ دلوں کے زخم پر پھایا رکھیں اور مجبوروں اور ناتوانوں کی ضروریات پوری کریں۔

امیر المومنین! آپ پر ایک ایسی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، کہ اگر وہ آسمان و زمین اور پہاڑوں پر ڈالی جاتی تو وہ اس کو اٹھانے سے انکار کردیتے، مجھ سے یزید بن یزید فقیہِ شام نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیا، کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ وہ گھر پر موجود ہے، آپ نے پوچھا کہ کیا چیز مانع ہوئی، کہ تم وصولی پر گئے نہیں، تم کو معلوم

نہیں کہ تم کو اس کام کا اجر جہاد کے برابر ملے گا، اس نے کہا ایسا نہیں ہے، آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ حدیثِ نبویؐ پہنچی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر والی اور حاکم بلایا جائے گا۔ اور اس کو آگ کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اس کے جسم کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، اس کے بعد پھر وہ واپس لایا جائے گا۔ اور اس سے حساب کتاب ہوگا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دی ہے تو بچ جائے گا ورنہ پھر وہ پل اس کو جہنم میں پہنچا دے گا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ روایت کس نے بیان کی ہے، اس نے کہا، ابوذر اور سلمان نے، آپ نے ان دونوں صاحبوں سے اس روایت کے بارے میں دریافت کرایا، انھوں نے کہا کہ ہم نے یہ روایت آنحضرت ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ روایت سن کر ایک سرد آہ کھینچی، اور فرمایا کہ افسوس عمر کو بھی اس سے گذرنا ہوگا۔

امام اوزاعیؒ کی اس تقریر کا منصور پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ منہ پر رومال ڈال کر زور زور سے رونے لگا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے گریۂ بے اختیار نے مجھے بھی رُلا دیا۔ جب اس کے آنسو کچھ تھمے تو امام اوزاعیؒ نے پھر اپنی تقریر شروع کی، فرمایا۔

امیر المومنین! آپ کے دادا حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے مکہ اور طائف کی امارت کی خواہش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے چچا! امارت جس کا حق ادا نہ کیا جائے اس سے الگ تھلگ رہنا زیادہ بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان سے جو محبت اور تعلق خاطر تھا اسی کی بناء پر انھوں نے ان کو امارت سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ اس لیے کہ آپ اللہ کے یہاں اس کے وبال سے ان کو بچا نہیں سکتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ، اپنی پھوپھی، اپنی صاحبزادی حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اِنِّیْ لَسْتُ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا، اَلَا لِیْ عَمَلِیْ وَ لَکُمْ عَمَلُکُمْ۔ میں اللہ کے یہاں تم کو بچا نہ سکوں گا، ہوشیار کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔ (بخاری شریف)

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے معاملات کی ذمہ داری وہی شخص اُٹھا سکتا ہے، جو

اچھی رائے اور پختہ عقل رکھتا ہو، لوگوں کی دیکھ بھال کرتا ہو، اس سے برائی نہ پیدا ہوتی ہو، وہ بے دینی پر لپکتا نہ ہو۔ اور اللہ کے معاملے میں ملامت گر کی ملامت سے ڈرتا نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: حاکم کئی طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک تو وہ مضبوط، قوی ارادہ حاکم جو اپنے کو بھی قابو میں رکھے اور اپنے کارندوں کو بھی تو یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے، جس پر اللہ کی رحمت سایہ افگن رہتی ہے۔ دوسرے وہ کمزور حاکم جو اپنے کو تو قابو رکھتا ہے مگر اس کے عمّال اور کارندے اس کی کمزوری کی وجہ سے نفس پروری میں منہمک ہوجائیں، تو یہ ہلاک و تباہی کے کنارے کھڑا ہوا ہے، بس اللہ ہی اس کو بچا سکتا ہے، تیسرے وہ حاکم جو عمّال پر تو کڑی نگاہ رکھتا ہے، مگر خود نفس کا بندہ ہے، تو یہ اس ظالم چرواہے کی طرح ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "شَرُّ الرُّعَاءِ اَلْحَطَمَةُ" بدترین چرواہا وہ ہے جو جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔

مجھے حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی معلوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ اگر دو فریق میرے پاس آئیں اور میں ان میں سے اس شخص کی طرف مائل ہوجاؤں جو حق سے دور ہو، خواہ میرا رشتہ دار ہو یا اجنبی تو مجھے ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دے۔

امیر المومنین! سب سے سخت چیز قیام حق اور اللہ کے یہاں سب سے معزز چیز تقویٰ ہے جو شخص اللہ کی اطاعت کے ذریعہ عزت چاہتا ہے، اللہ اس کو بلندی و عزت دیتا ہے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور عزت کا خواہاں ہوتا ہے، حق جل مجدہ اسے پست اور ذلیل کردیتا ہے۔ والسلام علیک۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ یہ تقریر کرنے کے بعد میں مجلس سے اُٹھ گیا، منصور نے پوچھا کہ: یہاں سے کہاں جانے کا قصد ہے؟ بولے: وطن! اگر آپ اجازت دیں۔ منصور نے کہا: آپ کو اجازت ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایسی قیمتی نصیحتیں کیں، میں ان کو انتہائی خوشی سے قبول کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ان پر عمل کی توفیق دے اور میری مدد کرے۔ ﴿وَ هُوَ حَسْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح اپنی زیارت سے سرفراز کرتے رہیں گے۔ امام اوزاعیؒ یہ کہہ کر رُخصت ہوئے کہ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ منصور نے حکم دیا کہ آپ کو سفر خرچ دیا جائے، چنانچہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا مگر آپ نے

اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا: ”مَا کُنتُ لِاَبِیعَ نَصِیحَتِیْ بِعِرضٍ عَنِ الدُّنیَا وَ لَا بِکُلِّهَا“ میں اپنی نصیحت کو دنیا کی ایک حقیر متاع کیا پوری دنیا کے بدلہ بھی نہیں بیچ سکتا۔

راوی کا بیان ہے کہ منصور کو چونکہ ان کے طرزِ عمل سے واقفیت تھی، اس لیے ان کے رد کر دینے سے کبیدہ خاطر نہیں ہوا۔

اس نصیحت نامہ کے ایک ایک لفظ سے امام کے خلوص، للّٰہیت اور حق گوئی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی للّٰہیت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ منصور جس کے استبداد و جبر کا ایک زمانہ شکار ہو چکا تھا، وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اس میں منصور کی کوئی ایسی کمزوری نہیں ہے جس کا ذکر نہ کیا گیا ہو، مگر جو کسی شخص کی معمولی بات سننا گوارا نہ کرتا ہو، وہ اپنی کمزوریاں اس شخص کی زبان سے سنتا، اور ان کو دور کرنے کا وعدہ کرتا ہے، جس کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ عبّاسیوں کی حکومت کو پسند نہیں کرتا۔

انھوں نے حکومت کے بعض ایسے معاملات میں دخل اندازی کی ہے، جس کی توقع اس زمانہ میں نہیں کی جاسکتی تھی، اوپر فدیہ دے کر مسلمانوں کو رہا کرانے اور لبنان کے عیسائیوں پر ظلم سے باز رکھنے کا ذکر آچکا ہے، وہ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ واپس لانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہوش و حواس کی حالت میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو دیکھا ہے۔

حضرت طاؤس بن کیسان کی وصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کو لکھ کر بھیجا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے تمام کام اچھے ہوں تو اچھے لوگوں کو عہدیدار بنائیے۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میری بھلائی کے لیے آپ کی نصیحت کافی ہے۔ (ابن سعد، بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۲۲۸)

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کی وصیت

آپ نوجوانوں کو ترغیب علم کی وصیت فرماتے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے۔ تم بھی گو آج کمسن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا

جب بڑے ہوگے، اسلئے علم حاصل کر کے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔

(سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۲۸۷)

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؒ کی وصیت

مرض الوفات میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا۔ اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ قاسم نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بدقسمت ہیں۔ کفن کے متعلق وصیت کی کہ: میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں اسی میں کفنایا جاؤں۔ اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا: آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: ابوبکرؓ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ مُردوں کے مقابلے میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ ان وصایا کے بعد قدید میں انتقال کیا اور اس سے تین میل کے فاصلے پر مقام مشلل میں سپردِ خاک کیے گئے۔ انتقال کے وقت ستر یا بہتر سال کی عمر تھی۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص: ۴۰۸)

حضرت مغیرہ بن حبیبؒ

مغیرہ بن حبیبؒ میدانِ جہاد کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے فرماتے جا رہے تھے: میں دنیا سے نا اُمید ہی تھا کہ اللہ کی قسم اس دنیا کو قرار و ثبات کہاں۔ الٰہی! تیری ذات کی قسم! مجھے تو بس اس لیے دنیا سے محبت تھی کہ رات کی تاریکی میں خاک کے دسترخوان پر اپنی جبین کو رکھ دوں اور تجھ سے مناجات و سرگوشی کروں اور دیدۂ باطن کے ساتھ میرے مولا تیرے سامنے سر تسلیم خم کروں۔ تمام اعضاء و جوارح کو مناسب انداز کے ساتھ ملا کر اندھیری راتوں میں ثواب و راحت کی امید لے کر نیاز مندر ہوں۔ تاکہ تیری رضاء و تسلیم کا کوئی حصہ مل جائے۔ اے اللہ! ہمیشہ فراقِ دنیا اور اہلِ دنیا سے مایوس رہا۔ ان کلمات کے ساتھ ہی تلوار کی میان توڑ دی اور میدانِ جہاد میں کود گئے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

آپ کے جسم کو لوگ اُٹھا کر لا رہے تھے۔ زخم گہرا تھا، راستے میں ہی جاں بحق ہو گئے۔

آپ کی قبر سے دفن کے بعد مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

اُسی رات خواب میں ایک دوست نے دیکھا۔ پوچھا: ابو فراس (کنیت) آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے جواب دیا: خیر بھلائی کا معاملہ کیا گیا۔ پھر پوچھا: آپ کو کہاں لے جایا گیا؟ فرمایا: جنت میں۔ کیوں، کس عمل کے بدلے؟ فرمایا: حسنِ یقین اور تہجد کی طویل رکعات اور گرمی کے دنوں میں روزہ کی وجہ سے پیاس کی شدت کی وجہ سے۔ اے ابوفراس! یہ آپ کی قبر سے جو مشک کی خوشبو آ رہی ہے، یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ شدتِ پیاس اور تلاوتِ قرآن کی خوشبو ہے۔ اے ابوفراس! کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: دیکھو! رات و دن کی کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے جس میں تو اپنے نفس کے لیے بھلائی کا کام نہ کر رہا ہو۔ غرض کوئی بھی دقیقہ غفلت و سہو میں نہ گزرے۔ بیکار و لغو نہ ہونے پائے، اس لیے کہ میں نے ابرار، نیک لوگوں کے خاص گروہ، کو دیکھا ہے کہ نیکی پر نیکی کرتے ہیں کہ 'بِرٌّ عَلَی الْبِرّ' ابرار بنا دیتی ہے۔

(الحلیہ، ج:٦،ص: ٦٤٨)

عبداللہ بن مبارکؒ کے زرّین اقوال

اہلِ دنیا! دنیا کی سب سے لذیذ و مرغوب چیز سے لطف اندوز ہوئے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ: سب سے لذیذ چیز کیا ہے؟ فرمایا: معرفتِ الٰہی۔

اگر آدمی سو باتوں میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی اختیار کرتا ہے اور ایک بات میں نہیں تو وہ متقی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سو چیزوں میں پرہیز گاری اختیار کرتا ہے اور ایک چیز میں اسے ترک کر دیتا ہے تو اس کو متورع یعنی پرہیز گار نہیں کہا جا سکتا ہے۔ میں ایک درہم مشتبہ کے استعمال نہ کرنے کو سو درہم صدقہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ میں کسی چیز کے تلاش کرنے میں تھکا نہیں بجز ایسے دوست کی تلاش میں جو صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہو۔

گمنامی کو پسند کرو اور شہرت سے دور رہو مگر یہ ظاہر نہ کرو کہ تم گمنامی کو پسند کرتے ہو اس لیے کہ اس سے بھی نفس میں بلندی اور غرور پیدا ہو گا۔

صاحبِ زہد و تقویٰ دنیا میں بھی ایک بادشاہِ وقت سے زیادہ معزز ہوتا ہے۔ کیونکہ

بادشاہ اگر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا چاہے تو اسے جبر واکراہ کرنا پڑتا ہے۔ بخلاف خدا رسیدہ آدمی کے، وہ لوگوں سے بھاگتا ہے مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ شخص عالم نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں خوفِ الٰہی اور دنیا سے بے رغبتی نہ ہو۔ مالدار واغنیا کے مقابلے میں خوددار رہنا تواضع ہے۔ شریف وہ ہے جسے اطاعتِ الٰہی کی توفیق ہوئی اور رذیل وہ ہے جس نے بے مقصد زندگی گزار دی۔ ترک الغضب، غصہ نہ کرنا، حسنِ خلق ہے۔

اگر کسی کے اندر محاسن زیادہ ہیں تو اس کے معائب کو سامنے نہ لانا چاہیے۔ اور اگر کسی میں معائب زیادہ ہیں تو محاسن کا کوئی شمار نہیں۔

بہت سے چھوٹے اعمال ہیں جو حسنِ نیت کی وجہ سے بڑے ہو جاتے ہیں اور بہت سے عظیم اعمال ہیں جو سوءِ نیت کی وجہ سے چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ علم کے لیے سب سے پہلے نیت وارادہ، پھر فہم، پھر عمل، پھر حفظ اور اس کے بعد اس کی اشاعت وترویج کی ضرورت ہے۔

اُمتِ محمدیہؐ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے:

(الف) علماء - انبیاء کے وارث ہیں مگر جب دنیا کی حرص وطمع میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدا بنایا جائے۔

(ب) تجّار - اللہ کے امین ہیں۔ جب یہ خیانت پر اُتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے۔

(ج) مجاہدین - یہ اللہ کے مہمان ہیں۔ جب یہ مالِ غنیمت کی چوری شروع کریں تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعہ حاصل کی جائے۔

(د) زہاد - زمین کے اصل بادشاہ ہیں۔ جب یہ لوگ برے ہو جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے۔

(ھ) حکام - یہ مخلوق کے نگران ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہو جائے تو گلہ کو کس کے ذریعہ بچایا جائے۔

لوگوں کو حقیر سمجھنا اور عیب نکالنا غرور ہے۔ آدمی یہ سمجھے کہ جو اس کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہیں ہے، یہ عُجب اور خود پسندی ہے۔

اپنے نفس کو حق پر جمائے رکھنا، یہاں تک کہ وہ خود اس پر جم جائے سب سے بڑا جہاد ہے۔

"اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ" - مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے لڑے۔

آپ شام کے علاقے میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں علیل ہو گئے۔ اپنے شاگرد حسن بن ربیع سے کہا کہ جب دیکھو کہ میری زبان سے کلمہ شہادت نکلے تو تم بلند آواز سے دہرانا کہ میں سن لوں۔ جب تم ایسا کرو گے تو یہ کلمہ خود بخود میری زبان پر جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی حالت میں اپنے خالق سے جا ملے۔ یہ حادثۂ عظمیٰ ۱۸۱ھ میں مقام مہیت میں پیش آیا۔ وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص: ۳۲۹ تا ۳۳۳)

حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

۱- میں پسند کرتا ہوں کہ محزون و غمگین آواز سنوں اس لیے کہ اس سے موت اور آخرت کا تصور سامنے آتا ہے (بخلاف قہقہے اور چہچہے کے سننے سے آدمی کے اندر اللہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے)

۲- آدمی کے نفس کا جو بھی تقاضا ہوتا ہے اس کے اوپر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اَلْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ۔ گناہ وہ ہے جو آدمی کے دل میں کھٹکے۔

آپ کی زبان پر فکرِ آخرت کے اشعار ہوتے تھے، جن کا ترجمہ ہے: زمانہ اس قدر بگڑ گیا ہے کہ اس کی شیرینی بھی تلخ ہو گئی ہے۔ لوگوں سے کوئی اُمید نہ رکھو تو زندگی آزادی سے گزرے گی۔ وہ لذتیں اور آسائشیں جو حرام ذرائع سے کسی کو حاصل ہوں اور جس کے پیچھے گناہ اور ذلت بھی ہو، ان کے نتائج انجام کار برے ہی ہوتے ہیں اور اس لذت و آسائش میں کوئی خوبی اور بھلائی نہیں جس کا نتیجہ دوزخ کی آگ ہو۔

باختلافِ روایت ۱۵۲ یا ۱۵۵ھ میں کوفہ میں وفات ہوئی۔ مرض الموت میں حضرت سفیان ثوریؒ جو خود صاحبِ زہد و تقویٰ تھے، ملنے گئے تو دیکھا کہ مسعر پر گھبراہٹ اور رقت طاری ہے۔ بولے: آپ کے اوپر موت کی گھبراہٹ طاری ہے، حالانکہ میں تو ہر وقت موت کے لیے تیار رہتا ہوں اور اس وقت بھی تیار ہوں۔ مسعر نے حاضرین سے کہا کہ ان کو بٹھاؤ۔ حضرت سفیان بیٹھ گئے اور پھر وہی بات دہرائی۔ مسعر بولے کہ: آپ کو اپنے اعمال پر اعتماد ہے اس لیے آپ مطمئن ہیں۔ مگر میری کیفیت تو یہ ہے کہ میں اپنے کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر سمجھتا

ہوں اور نہیں جانتا کہ یہاں سے کس طرح اور کہاں گرایا جاؤں گا۔ یہ پُر درد الفاظ سن کر سفیان کی آنکھیں بھی پُرنم ہوگئیں اور فرمایا کہ آپ مجھ سے بھی زیادہ حق جل مجدہ سے ڈرنے والے ہیں۔ (صفوۃ الصفوۃ، ج:۳،ص:۳۲۷ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۲۵۳)

حضرت ابوکدام مسعر کی اپنے بیٹے کو نصیحت

اِنِّیۡ مَنَحۡتُكَ یَا كُدَامُ نَصِیۡحَتِیۡ فَاسۡمَعۡ لِقَوۡلِ اَبٍ عَلَیۡكَ شَفِیۡقٍ

کدام میری نصیحت تیرے سامنے ہے۔ باپ کی بات پر کان دھر جو تجھ پر مہربان ہے۔

اَمَّا الۡمَزَاحَةُ وَ الۡمُرَاءُ فَدَعۡهُمَا خُلُقَانِ لَا اَرۡضَاهُمَا لِصَدِیۡقٍ

تمسخر اور بحث سے باز رہ۔ یہ خصلتیں میں کسی دوست کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔

اِنِّیۡ بَلَوۡتُهُمَا فَلَمۡ اَحۡمَدۡهُمَا لِمُجَاوِرٍ جَارٍ اَوۡ لَا لِرَفِیۡقٍ

دونوں کو خوب آزما چکا ہوں نہ ہمسائے کے لیے پسندیدہ ہیں نہ ساتھی کے لیے۔

(العلم والعلماء)

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اہلِ علم کو نصیحت کرتے کہ: جب آدمی اپنے سے زیادہ صاحب فضل وکمال سے ملے تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ اگر اپنے برابر سے ملے تو اس سے استفادہ اور مذاکرہ کی کوشش کرے اور اگر اپنے سے کمتر سے ملے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور اس کو اپنے علم وفضل سے فائدہ پہنچائے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۳۹۷۔صفوۃ الصفوۃ، ج:۴،ص:۳۰)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

۱- فرماتے تھے کہ: ہماری صحبت میں اُس نے کچھ نہیں پایا جس نے نماز اور روزہ کی کثرت سیکھی بلکہ اس کیلئے طبیعت کی سخاوت، قلب کی سلامتی اور اُمت کی خیرخواہی کی ضرورت ہے۔

۲- جس نے انسانوں کو پہچان لیا وہ راحت پا گیا (مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت جس نے پالی کہ کوئی انسان کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتا تو پھر ان سے بالکل بے پرواہ ہوجائے گا اور اپنی ساری توجہ

حق جل مجدہ کی طرف مبذول کرے گا۔)

۳- جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو میں اپنے گدھے، اپنے خادم اور اپنی بیوی میں اس کا اثر محسوس کرتا ہوں۔ یعنی یہ سب میرے نافرمان ہو جاتے ہیں۔

۴- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو رنج و غم زیادہ دیتا ہے اور جب کسی سے ناخوش ہوتا ہے تو اس پر دنیا کو وسیع کر دیتا ہے۔

۵- اگر دنیا ساری آسائشوں اور زینت کے ساتھ مجھے دی جائے اور اس کے استعمال میں محاسبہ کا بھی کوئی خوف نہ ہو تب بھی میں اس سے اسی طرح بچوں گا جس طرح تم لوگ مُردار کھانے سے بچتے ہو۔

۶- اگر مجھے قبولیتِ دعا کی سعادت ملتی تو میں صرف امام وقت کے لیے دعا کرتا کیونکہ امامِ وقت کی صلاح پر رعیت کی صلاح کا مدار ہے۔ جب یہ صالح ہو جائے گا تو ملک اور اہلِ ملک دونوں امن وسلامتی پا جائیں گے۔

۷- دوسروں کے دکھاوے کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے اور دوسروں کی وجہ سے کوئی عمل چھوڑ دینا ریا ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے محفوظ رکھے۔

۸- جب تم رات کو اُٹھ کر نفل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو سمجھ لو کہ محروم ہو اور تم کو تمہارے گناہوں نے گھیر لیا ہے۔

۹- کوئی صاحبِ فضل وکمال اسی وقت صاحبِ فضل وکمال ہے جب تک وہ خود اپنے کو صاحبِ فضل وکمال نہ سمجھے۔

۱۰- اخیر زمانہ میں قوموں اور قبیلوں کے سردار منافق قسم کے لوگ ہو جائیں گے تو اس وقت ان سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسا مرض ہے کہ ان کی کوئی دوا نہیں ہے۔ لوگوں سے دور بھاگو مگر جماعت ترک نہ ہونے پائے۔ یہ زمانہ خوشی کا نہیں بلکہ رنج وغم کا ہے۔

۱۱- ہر چیز کا ایک دیباچہ ہوتا ہے۔ علماء کا دیباچہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غیبت ترک کر دیں۔

۱۲- حاملِ قرآن کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنی کوئی ضرورت اُمراء اور اہلِ دولت کے پاس لے جائیں بلکہ ان کا منصب یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق اپنی حاجتیں ان کے پاس لے جائے۔

۱۳- رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جن میں خشوع اور تواضع ہوتی ہے اور دنیا کے بندے وہ ہیں جن میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے اور عام لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

۱۴- جو شخص قرآن پڑھتا ہے، اس سے اس طرح سوال کیا جائے گا جس طرح انبیاء سے تبلیغ و رسالت کے بارے میں سوال ہوگا۔ قرآن پڑھنے والا انبیاء کا وارث ہے۔

۱۵- آخرت پسند عالم کا علم پوشیدہ رہتا ہے اور دنیا پسند عالم کے علم کی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ عالم آخرت کی پیروی کرو اور عالم دنیا کی صحبت سے بچو۔ کیونکہ یہ اپنی فریب دہی اور دنیاوی زیب و زینت کے پھندے میں تمہیں ڈال دے گا۔ اس کی دعوت بغیر عمل کے ہوتی ہے اور اس کے عمل میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔

زہد کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اُمراء اور اس کے ہم نشینوں کے یہاں ان کے جہل کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوں۔

۱۶- جو شخص یہ جان لے کہ اس کے پیٹ میں کیا جا رہا ہے وہ اللہ کے یہاں صدیق شمار کیا جائے گا تو چاہیے کہ تم یہ دیکھو کہ تمہارا رزق کہاں سے اور کس ذریعہ سے آ رہا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ، ج:۱، ص:۵۹)

یہ تھی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے روحانی فرزندوں کے نام وصیت جو سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص: ۴۳۷ تا ۴۴۰ سے ماخوذ ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی چند دیگر نصیحتیں:

عبدالصمد بن یزید نے فرمایا کہ: فضیل بن عیاض سے ایک شخص نے وصیت کو کہا تو فرمایا کہ: دیکھو! تم کسی کو اپنا وصی نہ بناؤ اور کیونکر تم اس کو ملامت کر سکتے ہو جبکہ وہ تیری وصیت کو ضائع کر دے کہ تم نے خود حق جل مجدہ کی وصیت کو پامال کیا ہے ساری زندگی میں اور پھر تم وحشت کے گھر، ظلمت و کیڑے مکوڑے کے گھر کی طرف جا رہے ہو۔ وہاں تجھ سے منکر و نکیر ملاقات کریں گے۔ وہی تیری زیارت کو آئیں گے۔ اور تیری قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ پھر آپ روئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو نارِ جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۸۷)

ایک موقع پر آپ نے عبدالصمد بن یزید کو وصیت کی:

بدعتی (دین اسلام میں ایجاد وتحریف کرنے والے) کی مدد ونصرت قولاً فعلاً نہ کرنا کہ دین اسلام کو منہدم کرنے والے کی اعانت ہے۔ مومن جب مومن کو دیکھتا ہے تو قلب میں جلاء ونور پیدا ہوتی ہے اور بدعتی کو دیکھنے سے قلب میں اندھاپن، ظلمت وتاریکی آتی ہے۔

فرمایا: یہودی ونصرانی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا میں پسند کرتا ہوں مگر بدعتی کے ساتھ نہیں کیونکہ یہودی ونصرانی کے ساتھی کی اقتدا لوگ نہیں کریں گے اور جب بدعتی کے ساتھ کھاؤں گا تو لوگ میری اقتدا میں اتباع کریں گے اور دین اسلام کو مسخ کرلیں گے اور پھر بھی اسلام کے دعوے دار ہوں گے۔

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے درمیان اور صاحبِ بدعت کے درمیان آہنی دیوار ہوتی تاکہ ہم نہ اس کو دیکھ سکتے اور اُس کے بدعات کے اثرات سے محفوظ رہتے۔

وہ عمل جو موافق سنت ہو خواہ ذرہ بھر کیوں نہ ہو بدعت کے زیادہ اعمال سے کہیں زیادہ مجھ کو پسند ہے۔

جو بدعتی کے ساتھ اُٹھا بیٹھا، صحبت اختیار کی اس کو حکمت (دین کی فہم وفراست) نہیں مل سکتی۔ جو بدعتی کا ہم نشین ہو خواہ وہ خود بدعتی نہ ہو تو اس کی صحبت سے بھی بچو۔ بدعتی سے تم اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتے نہ ہی اس سے مشورہ لو۔ بدعتی اور ہم نشین بدعتی دونوں سے بچو کہ قلب کی فراست کھو جاتی ہے۔ ظلمت کا حجاب آجاتا ہے۔

جب حق جل مجدہ اس بات کو جان لیں گے کہ فلاں شخص بدعتی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو اُمیدِ مغفرت کی جاسکتی ہے، گرچہ اس کے پاس عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ میرے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں صاحبِ بدعت کو مبغوض رکھتا ہوں اور اسی عمل سے مغفرت کی اُمید وابستہ ہے۔ اس لیے بھی کہ صاحبِ سنت، عاملِ سنت کو ہر خیر وبھلائی کی توفیق ملتی ہے اور برکتِ سنت سے عمل بھی قبول ہوتا ہے۔ صاحبِ بدعت کا کوئی عمل ملاء اعلیٰ تک جاتا ہی نہیں۔ خواہ اعمال بظاہر کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ ایک بات اور یاد رکھو! ذکر واذکار کے حلقے میں ملائکۃ اللہ شرکت فرماتے ہیں۔ ملکوتی رحمتوں سے گھیر لیتے ہیں۔ لہٰذا ذکر کے حلقہ میں تو بنظر

غائر اس کی تحقیق کرلے کہ کوئی صاحبِ بدعت تیرا ہم جلیس و ہم نشین نہ ہو کہ اس بدعتی کی وجہ سے اللہ کے فرشتے بھی نہ اُتریں گے۔ نہ ہی حق جل مجدہ نظر رحمت ڈالے گا نہ ہی التفات فرمائے گا۔ منافق کی علامت بدعتی کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے۔ نیز یہ بھی کہ اخیار کی مجلس کو چھوڑ دے گا اور بدعتی کی صحبت اختیار کرے گا۔ تمام ہی اخیار و ابرار عاملِ سنت کو تو دیکھے گا کہ وہ لوگوں کو صاحبِ بدعت سے اجتناب کی ہدایت کرتے ہیں۔

روئے زمین پر اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن سے حق جل مجدہ دوسرے مردہ دلوں کو زندہ فرماتا ہے۔ زمین پر خیر و برکت ان کے اعمالِ صالحہ سے نازل ہوتی ہیں۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟ هُمْ اَصْحَابُ السُّنَّةِ۔ وہ پابندِ سنت ہیں، جو ان کے ساتھ مل جائے وہی لوگ حزب اللہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سب کو عمل بالسنۃ کی راہ لگاتے ہیں۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۱۰۳)

فضیل بن عیاض، ہارون کے پاس تشریف لے گئے۔ معلوم کیا کہ ہارون کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: آپ ہی ہیں اے خوبصورت شکل والے ہارون۔ آپ پر بڑی عظیم ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ مَیں نے آپ سے زیادہ حسین و جمیل صورت نہیں دیکھی۔ اگر تم سے ہو سکے تو نارِ جہنم کی لپیٹ سے چہرہ کو سیاہ ہونے سے بچاؤ۔

ہارون نے عرض کیا: کچھ نصیحت وصیت کریں۔

فضیل نے کہا: میں تم کو کیا نصیحت کروں۔ یہ کتاب اللہ ہے جو دو دفتی کے درمیان ہے۔ اس میں دیکھو کہ جو قرآن پر عمل کریں گے ان کو کیا ملے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ نارِ جہنم میں پوری قوت کے ساتھ غوطہ لگا رہے ہیں اور طلبِ جہنم میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دیکھو! اللہ کی قسم جس شدت و طلب کے ساتھ لوگ جہنم طلب کر رہے ہیں اسی جستجو کے ساتھ جنت طلب کریں یا اس سے کم بھی تو، واللہ، جنت ان کو مل جائے۔ اے ہارون! اگر تیرا فرستادہ میرے پاس نہ آیا ہوتا تو میں ہرگز نہ آتا۔ تو نے مجھ سے سنا ہے اس کو تو اپنے لیے نفع بخش جان اور یاد رکھ۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۰۵)

ایک موقع پر آپ نے ہارون رشید کے مطالبہ پر یہ نصیحت کی:

تمہارے والد حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے اور جب انھوں نے حضور ﷺ سے استدعاء کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمراں بنا دیجیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمھیں تمہارے نفس کا حکمراں بناتا ہوں کیونکہ دنیاوی حکومت تو روزِ محشر، وجہ ندامت بن جائے گی۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انھوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بارگراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارہ کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ آپ ہر سن رسیدہ مومن کو باپ کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں بیٹی اور بہن سمجھیں اور انہی رشتوں کے مطابق ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ ہارون رشید نے پھر عرض کیا کہ اور کچھ نصیحت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: پوری مملکتِ اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو، بزرگوں پر مہربانی کرو، چھوٹوں سے بھائیوں اور اولاد کی طرح پیش آو۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین و جمیل صورت نارِ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیونکہ محشر میں بہت سی حسین و جمیل صورتوں کا نارِ جہنم میں جا کر حلیہ ہی تبدیل ہوجائے گا۔ اور بہت سے امیر اسیر ہوجائیں گے۔ اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لیے ہمیشہ چوکس رہو کیونکہ وہاں تم سے ایک ایک مسلمان کی بازپرس ہوگی۔ اور اگر تمہاری سلطنت میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سو گئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑ لے گی۔

ہارون رشید پر یہ نصیحت سنتے ہی غشی طاری ہوگئی۔ فضل برمکی نے حضرت فضیلؒ سے کہا کہ: جناب! بس کیجیے۔ آپ نے تو امیر المومنین کو نیم مردہ ہی کردیا۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا: اے ہامان، خاموش ہوجا، میں نے نہیں بلکہ تو نے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ درگور کردیا ہے۔ یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہوگئی اور برمکی سے کہا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کے سبب تجھے ہامان کہا گیا۔ پھر ہارون نے پوچھا: آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کا قرض دار ہوں اور اسکی ادائیگی صرف اطاعت سے ہوسکتی ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیونکہ محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہوگا۔ ہارون نے عرض کیا: میرا مقصد دنیاوی قرض سے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ

نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۵۷)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو آپ نے وصیت کی کہ: خادم بنو، مخدوم نہ بنو کیونکہ خادم بننا ہی وجہِ سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا طالبِ دنیا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ (بحوالہ سابق)

حضرت سفیان بن سعید بن مسروق ثوریؒ کو ماں کی وصیت

آپ کو بچپن میں ہی ماں نے نصیحت کی تھی: **یا بُنیّ ! اُطْلُبِ الْعِلْمَ وَ اَنَا اَکْفِیْکَ بِمَغْزِلِیْ** ۔اے نورِ نظر! تم حصول علم میں لگے رہو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

ماں نے ایک موقع پر بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحت کی: بیٹے! جب تم دس حرف لکھ چکو تو دیکھو کہ تمہاری چال ڈھال اور حلم و وقار میں کوئی اضافہ ہوا یا نہیں۔ اگر اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ علم نے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے شاگرد عباد بن عباد کو یہ وصایا لکھیں:

تم جس زمانہ میں ہو یہ وہ زمانہ ہے جس سے نبی ﷺ کے صحابہ پناہ مانگتے کہ وہ یہ زمانہ نہ پائیں اور قدامت کی وجہ سے انہیں وہ کچھ حاصل تھا جو ہمیں حاصل نہیں ہے۔ پھر امور خیر میں قلتِ علم، قلتِ صبر، قلتِ اعوان، لوگوں کی فساد انگیزی اور دنیا کی گندگی و ناپاکی کے باوجود ہم نے جس زمانہ کو پایا ہے، اس سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ پس تم پر واجب ہے کہ گمنامی کی زندگی بسر کرو، کہ یہ زمانہ گمنامی ہی کے لیے موزوں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرو۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھو۔ پہلے زمانہ میں لوگ ملتے تھے تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔ بس راہِ نجات یہی ہے کہ ترک تعلق کے اصول پر عمل کیا جائے اور ہاں خبردار! اُمراء کا قرب نہ اختیار کرنا، نہ ان سے کسی معاملے میں اختلاط روا رکھنا۔ خبردار! مبتلائے فریب نہ ہونا۔ تم سے کہا جائے گا کہ اس شخص کی سفارش کر دیجیے۔ مظلوم کی دستگیری کیجیے، ظلم کے مٹانے کی سعی کیجیے۔ یاد رکھو یہ سب باتیں ابلیس کی فریب کاریاں ہیں۔ وقت کے تاجروں نے اپنی سربلندی کے لیے ان باتوں کو سیڑھی

بنالیا ہے (یعنی ظلم کے مٹانے اور خدمتِ خلق کے نام پر اقتدار پرست لوگ تمھیں آلۂ کار نہ بنالیں) اور ہاں خبردار! تم اس آدمی کی طرح نہ ہونا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے۔ اس کی باتوں کی اشاعت کی جائے اور اس کا کلام سنا جائے۔ خبردار! حکومت اور ریاست کی محبت سے بچنا کیونکہ لوگ اقتدار کو سونے اور چاندی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

(الحلیہ، ج:۶،ص:۳۷۷، سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۴۵۱)

سفیان ثوریؒ کی وصایا جو جریر بن شعیب کو لکھوائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ کی ذات ہی اس کا مبدأ و مَنہا ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ کفر کی بات کہتا ہے۔

ایمان، قول و عمل اور نیت کے مجموعے کا نام ہے اور اس میں کمی و زیادتی بھی ہوتی ہے اور دیکھو! شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مقدم رکھنا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شعیب! جو کچھ میں نے لکھایا ہے وہ تمھیں اسی وقت فائدہ پہنچائے گا جب تم ان باتوں کو بھی صحیح سمجھو۔ وہ باتیں یہ ہیں: (۱) چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنے کے مقابلہ میں آہستہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (۳) تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (۴) ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لینا۔ (۵) جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ (۶) حکومت کے جھنڈے کے نیچے رہنا خواہ حکومت ظالم ہو یا عادل۔ شعیب نے یہاں سوال کیا کہ تمام نمازیں ہم ان کے پیچھے پڑھ لیا کریں۔ فرمایا: نہیں! صرف جمعہ و عیدین جن کے پیچھے بھی مل جائے پڑھ لو۔ مگر دوسری نمازوں میں تمھیں اختیار ہے کہ جس پر پورا اعتماد ہو اور اس کے بارے میں تم کو علم ہو کہ یہ اہلِ سلف و صالحین میں سے ہیں، اسی کے پیچھے پڑھو۔ جب تم قیامت میں اللہ کے روبرو حاضر ہونا اور تم سے سوال ہو تو عرض کر دینا کہ مجھے یہ باتیں سفیان نے بتائی ہیں اور تم میرا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا۔ (تذکرۃ الحفاظ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۴۷۰)

حضرت سفیان ثوریؒ کا علی بن الحسین السلیمی الکوفی کے نام وصایا

سفیان بن سعید کی جانب سے اپنے مخلص بھائی کو مواعظ و شرائع دین و ادب پر مشتمل

وصایا: اللہ جل جلالہ مجھ کو تم کو نارِ جہنم سے محض رحمت کی بنیاد پر عافیت بخشے۔ میں اپنے نفس کو اور تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو! دانائی و بصیرت کے بعد جہالت و ہلاکت میں اپنے آپ کو نہ ڈالنا۔ راہِ حق کے ظاہر ہونے کے بعد خبردار راہ گم نہ کرنا۔ اہلِ دنیا کی طلبِ دنیا سے تم دھوکہ نہ کھانا نہ ہی دنیا کی حرص آنے دینا۔ اس لیے کہ قیامت کی ہولنا کی شدید، خطرۂ عظیم کے ساتھ فیصلہ بہت ہی جلد کردے گی۔ یوں سمجھو کہ وہ گھڑی بس آنے ہی والی ہے۔ لہٰذا تو خود کو اور اپنے قلب کو پورے طور پر فارغ کرلے اور کوشش وسعی کو انتہاء تک پہنچادے۔ قدم تیز کر، قدم تیز کر، قدم تیز کر۔ جلد بھاگ، بہت جلد بھاگ۔ آخرت کی طرف کوچ کر ......تو خود ہی آخرت کی طرف چل دے قبل اس کے کہ تم کو لایا جائے۔ فرشتۂ اجل کا استقبال کر۔ رغباتِ دنیا سے ہاتھ کھینچ لے اور آخرت کی طرف کمربستہ ہوکر اپنے فیصلہ سے پہلے پہنچ جا۔ اس گھڑی کے آنے سے قبل کہ تیری ذات اور تیرے ارادے کے درمیان موت حائل ہوجائے۔ میں نے تم کو نصیحتیں کی ہیں جو میں خود اپنی ذات کو مخاطب کرکے کرتا ہوں اور حق جل مجدہ سے توفیق کی اُمید رکھتا ہوں۔

دیکھو عزیز من! توفیق وسعادت کی چابی دعاء وتضرّعِ الٰہی اور حق جل مجدہ پر اکمل ترین بھروسہ رکھنا اور ماضی کے اوقاتِ غفلت پر ندامت وشرمندگی کا اظہار ہے، رات دن میں جو تم پر حقوق ہیں ان کو خبردار ضائع نہ ہونے دینا ہے۔ اللہ جل مجدہ کی ذات جس نے اپنی معرفت کے ساتھ احسانِ عظیم کا معاملہ فرمایا، ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اور تم کو نفس کے حوالے نہ کرے اور ہماری تمہاری مکمل نگہبانی فرمائے جس طرح کہ اپنے اولیاء و احباء کی حفاظت فرماتا ہے۔

میں ایک بار پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دیکھو جو بھی اعمال کرو ان کو فساد سے بچاؤ۔ اعمال کا فساد ریا ہے یا پھر عُجب وخودرائی کہ شریر نفس تم کو دھیرے دھیرے اس بات پر آمادہ کرے کہ تم اب اپنے عام بھائیوں سے افضل ہوگئے ہو، اس طرح تم عمل تو خوب کرو اور اس میں اجر وثواب کے اعتبار سے تیرا کوئی نصیب وحصہ نہ ہو کیونکہ ممکن ہے جس سے تم اپنے کو اچھا جانتے ہو وہ تم سے زیادہ محرماتِ الٰہی سے بچنے والا ہو۔ یا عمل کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ عمل

کرنے والا ہو۔ دیکھو! تمہارے اندر بسا اوقات عُجب تو نہیں ہوگا۔ مگر نفس اس بات کا خواہاں ہوگا کہ لوگ تیرے اعمالِ صالحہ کا تذکرہ کرکے تیری تعریف کریں، الغرض، نفس اپنی تعریف ہی کا متمنی ہوگا۔ بسا اوقات شریر نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ تیرے اعمال کی وجہ سے تیرا اعزاز ہو تو مکرم تصور کیا جائے۔ تجھے مقام شرافت دیا جائے۔ مجلس میں صدر نشین تو ہی ہو۔ بسا اوقات تیرے اعمال کے واسطے سے اپنی حاجت وطلب پوری کرنا چاہے گا۔ الحاصل، نفس کے فتنوں کے حربے بے شمار ہیں جن کے ذریعہ تیرے اعمال فاسد ہوجائیں گے ......تو اپنی جگہ اس گمان میں ہوگا کہ میں یوں یوں ہوں اور تو تو وہی ہوگا جو تھا ...... آخرت کا طالب رہ۔ غیر کی طرف ادنیٰ بھی التفات نہ کر۔ موت کو کثرت سے یاد کر، تو زہد فی الدنیا کو پالے گا۔ تیری طبیعت آخرت کی طرف مائل ہوجائے گی۔ اس لیے کہ قلتِ خوفِ الٰہی سے دنیاوی اُمیدیں زیادہ ہوتی ہیں اور انسان معاصی و جرائم کا عادی بنتا ہے۔ قیامت میں حسرت و ندامت اس شخص کو زیادہ ہوگی جو جانتا تو تھا مگر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسی وصیت کے ساتھ میں تم کو حق جل مجدہ کے سپرد کرتا ہوں۔ والسلام (الحلیہ، ج:۶، ص:۳۹)

ایک موقعہ پر سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن السلیمی کوفی کو ذیل کی وصایا لکھ کر بھیجی:

اے میرے بھائی! علم عمل کی نیت وغرض سے سیکھو نہ کہ علماء کے درمیان فخر ومباہات اور بیوقوفوں کو بحث میں زیر کرنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے۔ اور نہ علم کے ذریعہ اغنیاء سے مال کمانے کی غرض سے نہ اس لیے کہ فقراء سے خدمت لو ...... اس لیے کہ علم درحقیقت وہی ہے جس پر تم عمل کررہے ہو۔ خبردار! جو علم بغیر عمل کے تم سے ضائع ہورہا ہے اس کی نگہداشت رکھو۔ اسلاف واکابر سے مجھ کو جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ جو حصولِ خیر کی طلب میں رہتا ہے وہ زمانہ میں غریب و اجنبی بن کر رہتا ہے۔ لوگ اس کو پہچانتے بھی نہیں، قلتِ اختلاط کی وجہ سے۔ میری اس وصیت ونصیحت سے تم متوحش مت ہوجاؤ اور سبیل حق کی طرف استقامت کے ساتھ چل پڑو۔ اس لیے کہ تو نے اگر میری اس وصیت پر عمل کرلیا تو تمام امور دنیا وآخرت کا والیٔ کامل حق جل مجدہ اور جبرئیل اور صالحین مؤمنین ہوں گے۔ دیکھو! ہمیشہ اپنے نفس کے عیوب پر نگاہ رکھو اور غیروں کے عیوب کے تذکرہ کے بجائے اپنے عیوب کا

تذکرہ کرو۔ طلبِ آخرت کے سلسلے میں جو بھی تیری زندگی کے ایام نہ گزر سکے اس پر حزن و ندامت کا اظہار کرو۔ کثرت کے ساتھ آہ و بکا و گریہ و زاری میں وقت صرف کرو تاکہ تجھے سیئات کے بوجھ سے خلاصی کی اُمید ہو۔ خیر و بھلائی کے کاموں سے کبھی بھی نہ تھکو۔ اہلِ خیر یعنی صاحبِ خیر صالحین و اتقیاء سے قرب رکھو۔ صلحاء کی محبت ذریعۂ سعادت ہے۔ ان سے کبھی دوری اختیار نہ کرو کہ تمہارے لیے یہ ذریعۂ بھلائی ہیں بہ نسبت دوسروں کے۔ جہلاء اور اباطیل جہلاء سے نفرت رکھو اور ان کی مجالس سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا ہم نشین ہلاکت سے نجات نہیں پا سکتا مگر حق جل مجدہ اپنے لطف و عنایت سے بچالے تو اور بات ہے۔

اگر تو صالحین کے ساتھ شمار ہونا چاہتا ہے تو صالحین جیسے اعمال کیا کر اور جس قدر دنیا مل جائے اسی پر قناعت کر۔ تو اس (اللہ عز و جل) کو کبھی بھی نہ بھولنا تو اللہ تم کو ہرگز نہ بھولے گا نہ بھلائے گا۔ اعمال میں غفلت نہ کر کہ تیرے آثارِ اعمال بھی شمار کیے جارہے ہیں اعمالِ صالحہ کے ساتھ۔ حق جل مجدہ تیرے ظاہر و باطن کے اعمال و افکار کو خوب جانتا ہے تجھ پر وہ رقیب و نگران خود ہے۔ لہٰذا تو اُس (اللہ عز و جل) سے شرم و حیا کر جو ہمہ وقت تیرے ساتھ ہے۔ وہ تیری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو خود کو جتنا جانتا پہچانتا ہے اس سے زیادہ حق جل مجدہ تم کو پہچانتا ہے۔ تو حق جل مجدہ کی ذات کا محتاج ہے کہ تو حقیر بھی ہے فقیر بھی۔ تو گریہ و زاری کے ذریعہ اپنے نفس پر رحم کر کہ اگر تو خود ہی اپنے نفس پر رحم نہ کرے گا تو حق تعالیٰ کس طرح تم پر رحم کا معاملہ فرمائیں گے۔ تو اپنے نفس کو دھوکہ نہ دے ہلاکت میں نہ ڈال اور جس قدر ہو سکے آمادۂ اطاعت کر، کہ تیرے بس میں یہی ہے، اس لیے آج کا دن تیرا ہے اور کل کا بھروسہ نہیں۔ یوں سمجھ کہ تم پر موت آ گئی ہو۔ غافلین و جاہلین کی طرح غفلت و سستی میں نہ رہ ...... پھر کہتا ہوں کہ زیادہ رویا کرو۔ عقلمندوں کا کام ہنسنا نہیں ہے۔ دیکھو حق جل مجدہ نے ایک قوم کو ترکِ بکاء اور کثرتِ ضحک پر عار دِلایا ہے، ان کی غیرت کو جگایا ہے تاکہ فکرِ آخرت پیدا ہو۔ ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾ سو کیا ایسے (خوف کی) باتیں سن کر بھی تم لوگ اس کلامِ الٰہی سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوفِ عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو۔ (سورۂ والنجم، آخری آیات)

اور ساتھ ہی حق جل مجدہ نے ایک قوم کی خوفِ الٰہی سے رونے پر تعریف کی ہے:

﴿یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۰۱)

اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔

آنحضور ﷺ کی ایک حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی شخص کو دوست بناتے ہیں تو اس کو مصیبت و بلاء میں ڈالتے ہیں اگر بندہ بھی رضائے الٰہی سے راضی ہے تو اللہ عزوجل کی رضا پالیتا ہے۔ اگر ناراض ہے تو پھر اس کی قسمت میں ناراضی ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۱۱)

ایک اور موقع پر آپ نے ذیل کی وصایا لکھیں:

اے میرے بھائی! لذات و شہوت پرستوں کے احوال پر رشک نہ کرنا نہ ہی نعمتوں کے الٹ پلٹ میں ان کی زندگی پر نگاہ ڈالنا۔ اس لیے کہ ان کے سامنے ایک ایسا دن آنے والا ہے جس دن قدم لرز جائیں گے، جسم کانپ اُٹھیں گے، رنگ و روپ بدل جائیں گے۔ اوقات دراز ہو جائیں گے۔ حساب شدید ہو جائیں گے۔ قلوب گھبرا کر منہ کو آنے لگیں گے۔ بس افسوس و صد حسرت ان انسانوں پر جن کو شہوات و لذات کی پاداش میں ندامت و شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ تو بس اتنا ہی کمانے کی کوشش کر جو تیرے لیے کافی ہو ذریعہ حلال اور کسبِ حلال کی شرائط کے ساتھ نہ کہ تیرے کمائے ہوئے اموال قیامت میں تجھ پر حجت ہوں۔ دیکھ جو مال تو نے پیشگی آخرت کے لیے بھیج دیا ہے بس یہی تیرا مال ہے یا جو مال تو نے حقوقِ الٰہی کی ادائیگی کے لیے حق جل مجدہ کی راہ میں دے دیا، یہ افضل ترین تیرا مال اور وہ اموال جو تو نے اپنے پیچھے چھوڑ دیے ہیں یا جن کا تو نے حق ادا نہیں کیا وہ تمام اموال بروز قیامت تیرے حق میں وبال جان بن جائیں گے۔

میرے عزیز بھائی! حلال کماؤ۔ انہی لوگوں کے ساتھ بیٹھو جو حلال کماتے ہوں۔ ہر حال میں حلال ہی کھانے کی کوشش کرو۔ زندگی میں مشیر و اہلِ مشورہ بھی انہی لوگوں کو بناؤ۔ جو حلال کھاتے ہوں اور انہی سے مشورہ لیا کرو۔ اس لیے کہ ورع (پرہیزگاری) دین کا اہم ترین جزو پرہیزگاری اور تقویٰ ہے (یعنی حرام مال سے بچنا جزوِ دین ہے) اور آخرت کے امور کی تکمیل کی مکمل ضمانت اسی میں ہے۔ عزیز بھائی! یقین جانو کہ حرام مال کے کھانے سے وہی بچتا ہے

جس کو اپنے جسم کے خون اور گوشت پوست سے بیحد محبت ہو کہ تیرے تمام دینی اعمال کا ذریعہ یہی اجسام ہیں (یعنی جن سے اعمال کی ادائیگی کی شکل بنتی ہے۔) بس یوں سمجھ کہ خون وجسم ہی دین ہے۔لہٰذا حرام سے بطور خاص علیحدہ رہ۔ اجتناب کر۔اور ان لوگوں کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ بیٹھ جو حرام کماتے ہوں۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ کچھ بھی کھا جو حرام کھاتے ہوں۔حرام کی طرف نہ کسی کو بھیج کہ ذریعہ حرام کا سبب تو بن جائے نہ ہی مال حرام کی اشارہ کنایہ نشاندہی کر دوسروں کے حصول کے لیے۔

الغرض، ہر نیک و بد کو نصیحت کر کہ وہ حرام نہ کھائیں نہ لیں نہ معین و مددگار بنیں۔ اگر تو ایسا کرے گا تو دیکھ تو اس کا معین و مددگار ہو جائے گا اور نیک و بد کا معین برابر کا شریک ہوتا ہے۔ خبردار کسی مخلوق پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ نہ ہی ظالم کی مدد کرنا، نہ ظالم کی صحبت اختیار کرنا۔نہ ظالم کو کچھ کھلانا پلانا۔خبردار! ظالم تم کو حالت تبسم میں نہ دیکھے۔ نہ ہی تیری مسرت و فرحت سے فائدہ اُٹھائے۔اس صورت میں تم ظالم کے معین و نصیر ہو گے جو گناہ کے اعتبار سے برابری کا درجہ ہے۔

خبردار! اتقیاء وصلحاء کی مخالفت نہ کرنا۔اور ساتھ میں اس کا خیال رکھنا کہ فساق و فجار تم کو دھوکے میں نہ ڈال دیں۔ جو اعلانیہ معاصی کا ارتکاب کریں اس کے ساتھ کبھی نہ بیٹھنا۔تمام محارم (حرام چیزوں) سے اجتناب کرنا۔ ساتھ ہی جو لوگ محارم کا ارتکاب کریں اس سے ڈر کر رہنا، بچنا۔

خبردار! خواہشاتِ نفس کی اتباع سے بچنا کہ خواہشات کی ابتداء اور انجام کے اعتبار سے انتہا دونوں ہی ہلاکت کا باعث ہے اور شرعاً باطل ہے۔

ہر گناہ سے توبہ کی جاسکتی ہے اور یہی اس کے ازالہ کا ذریعہ وسبب ہے۔مگر ایک بات یاد رکھو کہ گناہ سے توبہ کرنے سے افضل یہ ہے کہ گناہ ہی نہ کرے۔ پھر بھی حق جل مجدہ غفور و رحیم ہے گنہگاروں کے لیے۔ رحیم ہے توبہ کرنے والوں پر، حلیم اور ودود بھی۔

خبردار! دیکھو تیرے حلم و بردباری کی بیجا زیادتی کہیں فساق و فجار کو معصیت پر جری نہ بنادے، اس لیے کہ حق جل مجدہ اپنے نبی کے لیے بھی معصیت و گناہ روانہیں رکھتا۔ چہ جائیکہ ظلم و حرام مال تو بعید از قیاس ہے۔حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا

مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ (سورۂ مومنون، آیت:۵۱)

اے پیغمبرو! تم (اورتمہاری اُمتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (یعنی عبادت) کرو اور میں تم سب کے کیے ہوئے کارناموں کو خوب جانتا ہوں۔

پھر حق جل مجدہ نے مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۶۷)

اے ایمان والو! (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے۔

پھر حق جل مجدہ نے اجمالاً تمام نوع انسان کو بلا امتیاز ملک، ملت و مذہب حکمِ عام نازل فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۶۸)

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں کو کھاؤ (برتو) اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اے میرے بھائی! یقین جانو کہ حق جل مجدہ نہ تو جماعتِ انبیاء علیہم السلام نہ ہی مومنین اور نہ ہی مشرکین کے لیے روا رکھا کہ حرام کھائیں۔ اتنی قبیح چیز ہے۔

چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا نہ سمجھو اور حقیر جان کر کبھی تساہلی کا معاملہ نہ برتو، یہ دیکھو کہ گناہ و معصیت کس کی کر رہے ہو۔ نافرمانی کس کی ہو رہی ہے۔ تو ربِ عظیم کی بغاوت کر رہا ہے جو چھوٹی غلطی کو بھی پکڑ سکتا ہے۔ اور معاف کرنا چاہے تو بڑے گناہ کو بھی دامنِ عفو میں جگہ دے سکتا ہے۔

دیکھو! سب سے ذی ہوش، ذی شعور، عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے گناہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے کہ گناہ و معصیت کو گناہ جانتا تھا اور پوری کوشش کر کے اس سے بچنے کی سعی میں لگا رہا۔ توبہ و استغفار میں مشغول رہا یہاں تک کہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اور اس کی نگاہ ہمیشہ اپنے گناہ پر ہی تھی۔ برخلاف اس کے سب سے بڑا بے وقوف و احمق وہ انسان ہے جو اپنی نیکی و حسنات کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے کہ اس کی نگاہ اپنی نیکی پر ہو اور گناہ کو بھول گیا ہو۔ نیکی کا تذکرہ کرتا ہو ثواب کی اُمید رکھتا ہو اور معصیت و گناہ سے بچنے میں سستی و تساہلی کا

معاملہ برتتا ہو۔ اور اسی حال میں دنیا چھوڑ جائے اور جہنم میں داخل کر دیا جائے۔

لہٰذا اے عزیز بھائی! تو عقلمندوں کی اس جماعت میں بن جو اپنی زلات، خطا و ذنب پر خواہ ماضی کی ہوں یا آئندہ ہونے والی ہوں، ان پر توبہ و استغفار کے ساتھ بچنے کی کوشش کر رہا ہے کہ تو اس بات کو نہیں جانتا کہ پروردگار عالم تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ تیری عمر بھی کتنی ہے جس کا علم تجھ کو نہیں ہے۔ تیرا کیا انجام ہوگا اس کا بھی علم نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں پھر بھی اپنے نفس سے خائف تھے، اس لیے فرمایا: ﴿وَ جۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ﴾ اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے۔ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۳۵)

حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ﴿تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجیے۔ (سورۂ یوسف، آیت: ۱۰۱)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾۔ (سورۂ القصص، آیت: ۱۷)

(موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعام فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔

(کیونکہ مجرم کی مدد بذات خود جرم ہے)

اور شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَ مَا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّعُوۡدَ فِیۡہَاۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّنَا﴾ اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر میں کیا ہو۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۸۹)

الغرض، ان آیات سے اتنی بات درجۂ یقین میں ثابت ہوتی ہے کہ تمام ہی انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت اپنے مطہر و مزکّی و مجلّی نفوس کے باوجود خوف کرتی تھی۔ فالامان و الحفیظ، والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۶۴)

ایک اور موقع پر حضرت سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن کو ذیل کی وصایا کیں:

عزیز بھائی ! سنت دو قسم کی ہیں، ایک قسم سنت کی وہ ہے جس پر عمل کرنا ہدایت اور اس کا چھوڑنا ضلالت و گمراہی، دوسری قسم سنت کی وہ ہے جس پر عمل کرنا ہدایت اور چھوڑنا گمراہی نہیں۔حق جل مجدہ نوافل اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ فرائض کی ادائیگی کامل ومکمل نہ ہو۔ساتھ ہی حق جل مجدہ کے بندوں کے ذمے کچھ حقوق ایسے ہیں جن کا تعلق رات کے حصوں سے ہے۔ان کو رات ہی میں قبول فرمائے گا دن میں نہیں۔اور کچھ حقوق کا تعلق دن سے ہے، ان کو رات میں قبول نہیں کرے گا، سوائے دن کے حصے کے۔مقصد یہ ہے کہ ہر فریضے کو اس کے اوقات ہی میں ادا کرنا کہ اس کی قبولیت کا وقت بھی وہی ہے۔

حق جل مجدہ قیامت کے دن سب سے پہلے فرائض کا حساب لے گا۔اگر فرائض الٰہی تام ومکمل نکلیں تو قبول کی جائیں گی اور نوافل بھی فرائض کے ساتھ قبول ہوں گی۔اور اگر فرائض میں کوتاہی ہوئی تو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔الغرض، فرائض کو تام ہی قبول کیا جائے گا، ناقص نہیں۔اس طرح اگر حق جل مجدہ چاہے گا تو بخش دے گا اور چاہے گا تو عذاب دے گا۔

فرائضِ الٰہی میں سب سے پہلا فریضہ؛ محارم و مظالم سے بچنا ہے کہ حق تعالیٰ خود اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا﴾

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔(سورۂ نساء، آیت: ۵۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾

اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے۔(سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

عزیزم ! میرے نزدیک تقویٰ سے مراد تمام قسموں کے مظالم و محارم سے بچنا ہے۔اسی طرح کبھی بھی ایسا نہ کرو کہ حرام مال کمایا ہوا نیکی کی راہ میں صرف کرنے لگو۔اس لیے اے بھائی پھر تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور سچی زبان خلوص نیت اور تمام اعمال کو صالح بنانے کی ایسے اعمال جن میں فریب و دھوکہ نہ ہوں کہ حق جل مجدہ تم کو دیکھ رہا ہے گرچہ تم نہیں دیکھ سکتے ہو۔

وہ تیرے ساتھ ہے خواہ تو جہاں ہو، جس حال میں ہو، تو اس کی نگاہ سے چھپ کر کچھ

نہیں کرسکتا، نہ ہی کسی عمل کو چھپا سکتا ہے۔ اگر تو اللہ کو دھوکہ دے گا تو قیامت میں اللہ تم کو رسوا کرے گا۔ اور ربّ العالمین کے ساتھ جو فریب کا معاملہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو رسوا ہی نہیں بلکہ اس سے ایمان چھین لیتے ہیں اور اس کو اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ خبردار! کسی مسلمان کو دھوکہ نہ دینا کہ انجام کے اعتبار سے یہ تیرا فریب و دھوکہ تجھ کو ہی رسوا کرے گا۔ نہ کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی اور سرکشی کے ساتھ پیش آنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت قرآن مجید میں کی ہے: ﴿یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ﴾۔ (سورۂ یونس، آیت: ۲۳)

اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لیے وبال ہونے والی ہے۔

خیانت بھی نہ کرنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ﴿مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا﴾۔ دیکھو! کسی مومن کو خدع اور دھوکہ دینا خود کے منافق ہونے کی دلیل ہے جو اس کے قلب میں پوشیدہ ہے۔ نہ حسد کرنا، نہ غیبت کہ تیری تمام نیکیاں وہ لوگ لے جائیں گے جن کی تو حسد و غیبت کرتا تھا۔ بعض فقہاء کا مسلک ہے کہ غیبت سے وضوء کرنا چاہیے جس طرح حدثِ اصغر سے وضو کیا جاتا ہے۔ تو اپنے باطن کو سنوارنے کی کوشش میں رہا کر اللہ جل جلالہ تیرے ظاہر کی اصلاح کردیں گے۔ احکامِ الٰہی پر عمل کر کے تو اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست رکھ، اللہ جل جلالہ لوگوں کے درمیان تیرے معاملہ کو درست فرمائیں گے۔ تو اپنے تمام اعمال خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کیا کر، اللہ تعالیٰ تیری دنیاوی کفالت کرے گا۔ دنیا کو آخرت کے عوض میں بیچ دے، دونوں جہان کا نفع تجھ کو ملے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تو آخرت کو ہی دنیا کے عوض میں بیچ دے، پھر دونوں جہان میں خسارہ و نقصان اُٹھائے گا۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۵، ص:۳۴)

ایک موقع پر علی بن الحسن السلیمی کو یہ وصایا فرمائیں:

خبردار! تو اپنے دین کو یا عمل کو یا قلب کو نہ بگاڑ۔ دیکھو! قلب کا بگاڑ و فساد، دنیادار، حریص اور اخوان الشیاطین کی مجلس وصحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا مال اطاعتِ الٰہی میں نہ صرف کر کے معصیت و سرکشی میں بہا رہا ہو۔

خبردار! اپنے دین کو ہر قسم کے فساد سے بچا۔ دیکھ! دین میں فساد ان لوگوں کی ہم نشینی سے پیدا ہوتی ہے جو کثیر الکلام اور کثیر اللسان ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی صحبت سے کلّی طور پر

اجتناب کر۔

خبردار! اپنی معیشت کو بھی فساد سے بچا کہ حریص اور شہوت پرست کی صحبت معیشت کی تباہی کا ذریعہ ہے۔

خبردار! اہلِ جفاء وسرکشی کے ساتھ کبھی نہ بیٹھ۔ اپنا ساتھی مؤمن ہی کو بنا۔ اپنا کھانا نیک ومتقی کے علاوہ کسی اور کو نہ کھلا۔ الغرض، فاجر کو نہ ساتھی بنا نہ تو خود ان کا ساتھی بن، نہ ان کے ساتھ بیٹھ، نہ اپنے ساتھ بٹھا۔

جو فاسق و فاجر کے ساتھ بیٹھے تو ان کی مجلس سے بھی دور رہ۔ نہ فاجر کو کھلا نہ خود ان کا کھانا کھا۔ اور اُس شخص کو بھی نہ کھلا جو فاجر کے ساتھ بیٹھ کر کھائے۔ نہ اس سے محبت رکھ جو ان فاجر سے محبت رکھے۔ نہ ہی ان کو اپنا راز و بھید بتلا۔ نہ ان کو دیکھ کر خوش اخلاقی کے ساتھ تبسم ظاہر کر۔ نہ ہی اپنی مجلس میں اُن فجار کے لیے جگہ چھوڑ۔ اگر میری ان وصیتوں میں سے تو نے کسی کے خلاف کیا تو جان لے تو نے اسلام کا لباس اُتار پھینکا۔

خبردار! سلطان و حاکم کے دروازہ پر نہ جانا نہ ہی ان لوگوں کے پاس جو سلطان و حاکم کے پاس جاتے ہیں۔ نہ ان لوگوں کے پاس جو اس کی تمنا رکھے کہ کاش میں سلطان کے پاس جاتا یا ان کے پاس جانے والوں کا اتہ پتہ دیتا۔ تو ان سب لوگوں سے بچنا، اس لیے کہ ان حضرات کا فتنہ فتنۂ دجال سے کم نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی تیرے پاس خود ہی آجائے تو ان کو عبرت وحسرت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرنا۔ خیال و خاطر میں ہی نہ لانا۔ اس لیے کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو وہ یہ سمجھے گا کہ میں حق پر ہوں اور اس طرح تو بھی ظالم کا ساتھی بن جائے گا۔ اہلِ باطل کا مددگار ثابت ہوگا۔

عزیزم! میں نے یہ شدت اس لیے اختیار کی ہے کہ جب بھی یہ لوگ کسی کے قریب ہوئے تو اس کو اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں چھوڑا اور اپنی آلودگی میں شریک کرلیا۔ تو ترنج کے پھل کے مانند رہ کہ اس کی خوشبو بھی اچھی، ذائقہ بھی میٹھا۔

خبردار! دنیاداروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔ اس سے تو لوگوں کا محبوب بن جائے گا۔

خبردار! گناہ ومعصیت کا ارتکاب نہ کرنا کہ اس سے تو عذابِ الٰہی کا مستحق ہوجائے گا۔ حق جل مجدہ کی ناراضگی کا ٹھکانہ تو بن جائے گا۔ العیاذ باللہ

ایک بات یاد رکھ کہ حق جل مجدہ کی نگاہ میں آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم ومعزز کون ہوسکتا ہے کہ اپنے دستِ قدرت سے ان کا خمیر تیار کیا۔ کمال قدرت سے مبدأ اول میں روح ڈالی۔ فرشتوں سے سجدہ کراکر، تمام ملاء اعلیٰ میں اظہارِ شرافت وکرامت کا اعلان کیا۔ جنت، خلدِ بریں میں سکونت عطا کی۔ بے شمار فضائل ومناقب کے ہوتے ہوئے صرف ایک ذنب وگناہ پر جنت سے نکال دیا۔ یہ ہے اس کی وحدانیت اور قدرتِ کاملہ ہر دوشان کی عکاسی ہے۔ وہ قادر ہے۔ مخلوق میں قدرت کہاں۔ آدم نکالے گئے۔ ذات حق نکالنے والی تھی۔ اس سے مخلوق کی بے بسی، عجز، احتیاج کا علم ہوا۔ اور قدرت کے کمال کی اعلیٰ مثال بنی۔ یہ بات بھی ذہن نشین کرلو کہ حق جل مجدہ کسی بھی شخص کو معصیت کی بناء پر جنت میں داخل نہیں کرے گا یا معصیت کے ہوتے ہوئے دخولِ جنت نہ ہوسکے گا۔

دیکھو! داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ ایک ادنیٰ درجہ کی غلطی ہوئی جس کو ہم اپنے معاشرہ میں شاید جرم بھی نہ کہیں، مگر حق جل مجدہ کا عتاب آیا۔

لہٰذا میرے بھائی! تقویٰ اختیار کرو۔ معصیت وگناہ سے بچو اور اسی طرح گنہگاروں کی جماعت سے بچو اس لیے کہ اہلِ معاصی، گنہگاروں کی جماعت نے اپنے اوپر عذابِ الٰہی واجب کرلیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

دیکھو! ہمیشہ اپنے اموال اور نفوس کو مومن بھائیوں کے لیے مفتوح رکھو۔ اور ظاہر و باطن کے ذریعے کبھی بھی دھوکہ وفریب نہ دو۔ جاہلوں کی مجالس اور جہال کی جماعت سے الگ تھلگ رہو۔ یہی حکم فجار کا بھی ہے، اس لیے کہ جو اُن کے ساتھ رہے گا وہ یقیناً ہلاک ہوگا مگر یہ کہ حق جل مجدہ محض رحمتِ خاص سے بچالیں۔

دیکھو! جب عوام کے ساتھ رہو تو حالتِ تبسم میں رہو، بشاشت کی کیفیت ہو۔ اور خلوت وتنہائی میں کثرتِ بکاء یعنی زیادہ سے زیادہ رونے کی کوشش کرو اور حزن وغم کو اپنا ساتھی بناؤ۔

اس لیے کہ جو بات مجھ کو پہنچی ہے اس کی صحت کا علم اللہ کو ہے، وہ یہ کہ قیامت کے دن

بندے کے اعمال نامہ میں جو چیز یا عمل سب سے زیادہ وزنی ہوگی وہ تنہائی میں فکرِ آخرت کے حزن وغم کا ہوگا۔ مگر ہاں! خشوعِ نفاق سے بچنا کہ چہرہ پر تو حزن وغم ہو اور قلب فکرِ آخرت سے خالی ہو۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۴۷)

ایک اور موقع پر حضرت سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن کو ذیل کی وصایا کیں:

اے میرے بھائی! طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک تمام اوقات کو نگاہ میں رکھو اور جو زندگی کے لمحات بیت گئے ہیں ان پر استغفار و ندامت اور یہ بھی دیکھو کہ جو طاعات و قربات میں گزرے اس پر استقامت رکھو اور جو گناہ و ذنب میں گزرے ہیں ان سے اپنے کو آئندہ باز رکھنے کی کوشش کرو۔ کبھی یہ تصور قائم نہ کرو کہ میں پورا کامل دن اطاعت میں گزارا ہوں۔ اور اب دن و رات میرے احاطہ اعمال میں آگئے ہیں۔ اس لیے کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرا دن مکمل گزرا ہے کہ نہیں کیونکہ میزان کسوٹی تیرے پاس نہیں ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دیکھو! ترکِ گناہ آسان ہے طلبِ توبہ سے۔ توبۂ نصوح ...... یہ ہے کہ انسان جس گناہ سے توبہ کرے اس کو پھر کبھی بھی نہ کرے۔ تو جہاں کہیں بھی رہ حق جل مجدہ سے ڈر کر رہ۔ اگر تنہائی میں گناہ ہوا ہو تو اس کی توبہ بھی تنہائی میں کر۔ اگر اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اس کی توبہ بھی اعلانیہ کر۔ گناہ پر گناہ نہ کر کہ ایک گناہ کیا ابھی توبہ و استغفار نہیں کیا تھا کہ دوسرا گناہ کر لے۔ کثرت سے گریہ و زاری کیا کر جتنی قدرت ہو۔ کبھی بھی منہ کھول کر نہ ہنس۔ تو بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ صلہ رحمی کیا کر اپنے رشتہ داروں پر، پڑوسیوں پر، بھائیوں پر، پھر اس کے بعد مسکین، یتیم، ضعیف پر رحم کر۔ جب بھی نیکی کا خیال آئے یا صدقہ خیرات دینے کا جذبہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اس پر عمل کر لے۔ کہیں تیرے ارادے کے درمیان شیطان حائل نہ ہو جائے۔ تمام اعمال اخلاص نیت کے ساتھ کر۔ حتی کہ کھانا پینا بھی تیرا بغیر نیت کے نہ ہو۔ تن تنہا کبھی نہ کھا۔ نہ ہی تنہا اکیلا سو۔ اس لیے کہ شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب دو ہو جائیں تو بھاگ جاتا ہے۔

اندھیرے اور تاریکی میں کھانا نہ کھا کہ شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ خبردار! عُجب و دکھاوے سے بچ کہ اس سے دین میں فساد آتا ہے۔ کسی پر تعدی و زیادتی نہ کر کہ اس سے نتیجہ

تیرے خلاف نکلے گا اور دوست دشمن بن جائیں گے۔ آپس میں کینہ کپٹ، بغض وعداوت نہ رکھ کہ اس شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی جس کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ ہو۔ اور خاص کر عداوت تو انسان کے مذہب کو تباہ کر دیتی ہے۔ ہر کس و ناکس طبقۂ انسان کو سلام کیا کر۔ اس سے تیرے قلب کا غل وغش دور ہو جائے گا۔

لوگوں سے مصافحہ کیا کر۔ لوگوں کی نگاہ میں محبوب ہو جائے گا۔ ہمیشہ باوضو رہا کر۔ تیرے محافظ فرشتے تجھ کو دوست رکھیں گے۔ اگر تو اسی حالت میں مَر گیا تو شہادت کا مقام حاصل کرلے گا۔ یتیموں کو اپنے سے قریب رکھو۔ ان کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرو۔ تیرے عمر میں اضافہ ہوگا۔ تو نبیؐ کا جنت میں ساتھی ہوگا۔ چھوٹوں پر رحم کرو۔ بڑوں کا احترام کرو، صالحین سے مل جاؤ گے۔ اپنا کھانا صالحین کو کھلاؤ اگر چہ وہ غنی و مالدار ہوں، اللہ جل جلالہ تجھ سے محبت کریں گے اور تیری محبت لوگوں کے دل میں ڈال دیں گے۔ جب نیا کپڑا پہنو تو پرانا ننگوں کو دیدو، اللہ تعالیٰ تیرا نام بخیلوں سے مٹا دیں گے۔ تیری نیکی میں اضافہ فرمادیں گے۔ گناہ کم کر دیں گے۔ تو اللہ ہی کیلئے کسی سے محبت کر اور بغض بھی اللہ ہی کیلئے رکھ۔

اگر تو میری ان وصایا پر عمل نہ کرسکا تو پھر تو منافقین کے خاص گروہ میں شامل ہے۔ والسلام! (الحلیہ، ج:۷، ص:۶۱)

ایک اور موقع پر ذیل کی وصایا لکھیں:

اے بھائی! تجھ پر اپنے ہاتھ سے کمانا اور حلال وطیب کا لحاظ رکھنا منجملہ فرائض میں سے ہے۔ خبردار تیری نگاہ اوساخ الناس (لوگوں کے تبرعات وصدقات) پر نہ ہو کہ تو اس سے کھائے یا پہنے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کا ایک بالاخانہ ہو جس پر وہ کھڑا ہے مگر نیچے اُترنے کے لیے کوئی زینہ نہیں۔ وہ ہر وقت خائف وترساں ہے کہ کہیں نیچے نہ گر جائے یا اس کا بالاخانہ ہی نہ گر پڑے۔ نیز تبرعات وصدقات پر پلنے والے لوگوں کی خوشنودی کی باتیں کرتے ہیں، خواہشاتِ نفس کے غلام ہیں اس لیے کہ ان کو خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو لوگ مجھے دینا بند کر دیں گے۔ اور میں تنگدست ہو جاؤں گا۔

عزیز بھائی! اگر تو لوگوں سے کچھ حاصل کرلے گا تو وہ تیری زبان کو حق گوئی سے روک

دیں گے اور حق گوئی سے تیری زبان کٹ جائے گی۔ تو بعض لوگوں کا جو مستحق نہ ہوں گے اکرام کرے گا اور جو اکرام کے مستحق ہوں گے ان کی توہین جبکہ یہی تیرے لیے قیامت میں وبال بن جائے گا۔

دیکھو! اگر تم کو کوئی شخص کچھ دیتا ہے تو یہ وسخ گندگی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ سے پاکی حاصل کرنے کے لیے، تجھ کو یا کسی بھی شخص کو دے رہا ہے۔ لہٰذا تو دوسروں کی گندگی کو قبول نہ کر۔ پھر اس کا غلط نتیجہ بسا اوقات یہ نکلتا ہے کہ جس شخص نے تم کو کچھ دیا ہے وہ کبھی تم کو کسی غلط بات یا باطل پرستی، یا چشم پوشی یا ارتکابِ منکر پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے گا اور تو چونکہ اس کا مرہونِ منت ہے، انکار نہ کر سکے گا۔ اس طرح حق تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کہ جو لوگ اوساخ الناس لوگوں کے تبرعات پر پلتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چند آدمی کسی کام میں شریک ہوں لہٰذا اس کے نتائج میں بھی شریک ہوں گے اور اس طرح تو قیامت میں ان کے ساتھ ماخوذ ہوگا۔

اے میرے بھائی! بھوکا رہنا اور تھوڑی عبادت کرنا اس سے بہتر ہے کہ تو پیٹ بھر کر لوگوں کے تبرعات سے کھائے اور زیادہ عبادت کرے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پہنچی ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک شخص رسّی لے کر جنگلات سے لکڑیاں اکٹھی کر کے پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس سے اس کی کمر جھک جائے یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے یا امید لگائے۔ یعنی ہاتھ کی کمائی خواہ کتنا ہی تعب کیوں نہ ہو بہتر ہے سوال یا تبرعات پر تکیہ لگانے سے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور جو کام نہیں کرتا اور کھانے کی فکر میں رہتا ہے اس کو ہم معیوب جانتے ہیں۔ اور اس کو متہم گردانتے ہیں۔ آپ نے قرّاء - قرآن کریم کے جاننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے جماعتِ قرّاء! سر بلند کر کے چلو نہ کہ سر جھکا کر کہ لوگ یہ جانیں کہ اس کے دل میں خشوع ہے۔ اور حصولِ رزق میں سبقت کرو۔ سعی و کوشش جاری رکھو، عیال الناس لوگوں کے تبرعات پر پلنے کی کوشش نہ کرو۔ اس لیے کہ راستہ اور طریق حق واضح ہو چکا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کے تبرعات پر جیتے ہیں ان کی

مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنا درخت دوسروں کی زمین میں لگائے۔

لہٰذا اے بھائی! تقویٰ تمام ہی امور میں حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ تبرعات کو اپنے لیے جمع کرنے والا لوگوں کی نگاہ میں حقیر و ذلیل ہو کر رہتا ہے۔ اور مومنین کی جماعت اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین میں گواہ ہے۔ خبر دار تو خبیث مال کما کر حق جل مجدہ کی راہ میں صَرف نہ کر۔ خبیث مال سے بچنا منجملہ فرائضِ الٰہی سے ہے۔ اللہ جل مجدہ پاک و طیب ہے پاک و طیب کو قبول کرتا ہے۔

تو اس کو ایک مثال سے سمجھ کہ اگر کسی کے کپڑے میں پیشاب لگ جائے تو کیا اس کو پیشاب سے پاک کیا جاتا ہے؟ اور کیا پیشاب پیشاب کو پاک کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! گندگی اور پلیدگی کو پاک ہی چیز پاک کر سکتی ہے۔ اسی طرح گناہ کو حسنات ہی مٹا سکتی ہیں سیئات نہیں۔ اور اللہ پاک ہے پاک کو قبول کرتا ہے۔ حرام کی آمیزش والا کوئی عمل بھی قابلِ قبول نہیں۔ کیا ایسا کبھی ہوا ہے کہ گنہگار نے گناہ کو گناہ سے مٹایا ہو۔ تو میری وصیت کو یاد رکھ، آخرت کے سنورنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷،ص:۷۱)

حضرت سفیان ثوریؒ کی آخری وصایا علی بن الحسن کے نام

بیٹے! یہ آخری وصایا ہیں، تم قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ نجات کی امید کی جا سکتی ہے۔

ہمیشہ سچ بولو خواہ جس حال میں رہو۔ خبر دار! جھوٹے ہرگز نہ بنو۔ خیانت نہ کرو، نہ ہی لوگوں میں سے کسی کے ساتھ نشست و برخاست رکھو۔ اس لیے کہ یہ تمام ہی چیزیں گناہ ہیں۔

خبر دار میرے بھائی! قول و عمل میں ریا نہ آنے پائے کہ یہ شرک عین ہے۔ ساتھ ہی جو اعمال بھی کرو اس میں عُجب نہ پیدا ہو کہ جس حال میں عُجب ہو گا وہ آسمان تک نہ اُٹھایا جائے گا۔ دین مذہب کی باتیں اسی شخص سے سیکھو جو خود ہی اپنے دین پر زیادہ سے زیادہ مشفق و مہربان ہو اور اس پر عمل پیرا ہو کہ ایسا شخص جو اپنے دین پر پابند نہ ہو اس کی مثال اس طبیب کی ہے جو خود ہی مریض ہو کہ اپنے مرض کے علاج پر قادر نہ ہو تو دوسرے کا علاج کیا کر سکتا ہے۔ (لہٰذا جو شخص خود معصیت کی آلودگی میں غرق ہو وہ دوسرے کو کہاں تک گناہ سے بچا سکتا ہے۔)

پس وہ شخص جو اپنے دین کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ تم کو دین کے راستہ پر کب لگا سکتا

ہے۔ دیکھ! تیرے اعمال کا دینی حیثیت سے مقام ظہور خون ولحم ہے۔ اس معنی میں دین تیرا جسم ہے، گناہوں پر کثرت سے گریہ وزاری کیا کرو۔ رو رو کر اپنے جان ونفس پر رحم کر کیونکہ جو خود اپنے اوپر رحم نہیں کھاتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جلیس و ہم نشین وہ لوگ ہوں جو زہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ ہوں۔

خبردار! دنیادار لوگوں کے ساتھ جو ہر وقت دنیاوی باتوں میں ہی مشغول ومنہمک رہتے ہیں نہ بیٹھا کر۔ کہ ان کی مجلس تیرے دین وقلب دونوں کو بگاڑ دے گی۔ کثرت سے موت کا تذکرہ کیا کر۔ اپنے گزرے ہوئے ایام پر استغفار کر کہ غفلت کا تدارک یہی ہے۔ اور بقیہ زندگی کے ایام میں حق جل مجدہ سے سلامتی و عافیت کا طالب رہ۔

پھر اے بھائی! اچھے اخلاق و آداب کی عادت ڈال۔ جماعت اہل سنت کی مخالفت ہرگز نہ کر کہ خیر و بھلائی کی ضمانت ہے۔ مگر وہ فرد جو عقیدۂ اہل سنت و الجماعت کے باوجود دنیاپرست ہو اس کی مخالفت و جدائیگی روا ہی نہیں واجب ہے۔ کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک گھر کی تعمیر کرتا ہے اور دوسرے کو منہدم کہ یہ دنیا کو آباد کر رہا ہے اور آخرت کو برباد۔ جب کوئی مسلمان تجھ سے نصیحت کرنے کو کہے تو دریغ و بخالت نہ کر۔ نہ ہی دینی امور میں جب مشورہ طلب کیا جائے تو اپنے ناصحانہ کلمات سے باز رہ کہ اس سے رضائے الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ مؤمن کے ساتھ خیانت نہ کر کہ جس نے مومن کے ساتھ خیانت کی اس نے اللہ و رسول کے ساتھ خیانت کیا۔ العیاذ باللہ۔

جب کسی مومن بھائی سے اللہ کے لیے محبت کر تو اس پر اپنا جان و مال قربان کر دے اور خبردار جنگ و جدال اور تکبر وغرور میں مبتلا نہ ہو کہ یہ صفات انسان کو ظلم وخیانت اور گناہ پر آمادہ کرتی ہیں۔

ہمیشہ ہر حال میں صبر کا اپنے کو خوگر بنا کہ صبر نیکی پر لگا دیتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ خبردار! مزاج میں شدت وغضب پیدا نہ کر۔ اس لیے کہ غضب فجور کی راہ ڈال دیتا ہے۔ اور بالآخر وہ راہِ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ علماء سے جنگ و جدال نہ کرنا کہ تو اہل اللہ کی نگاہوں سے گر جائے گا۔ علماء کا آپس میں اختلاف رحمت ہے۔ ان سے قطع تعلق اللہ جل جلالہ کی

ناراضگی کا سبب ہے۔ علماء انبیاء کے علوم کے خزانے ہیں اور اصحاب محمد ﷺ کے وارثین ہیں۔

تو زہد فی الدنیا کو اختیار کر اللہ تعالیٰ تیری نگاہ میں دنیا کے عیوب منکشف کردے گا۔ حقیقت کھل جائے گی۔ ورع کو اپنانا، اللہ آخرت کا حساب آسان کردے گا۔ جس چیز میں شک وشبہ ہوتو اس کو چھوڑ دے اور وہ اختیار کر جس میں شک نہ ہو، تو محفوظ ہوجائے گا۔ شک کو یقین کے ذریعہ دفع کر اس سے دین محفوظ ہوجائے گا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا رہ تو حبیب اللہ (اللہ کا محبوب و دوست) بن جائے گا۔ جماعتِ فاسقین سے بغض و عداوت رکھ شیطان تجھ سے دور رہے گا۔

دنیا ملنے پر خوش کم ہوا کرو اس سے عند اللہ تیرا قوت و رابطہ مستحکم ہوگا۔ تمام اعمال آخرت کی نیت سے کیا کرو، دنیا کی کفایت اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔ باطن کو سدھارو، ظاہر کو اللہ تعالیٰ سدھار دے گا۔ گناہوں پر رویا کرو ملاء اعلیٰ کے رفیق و دوست بن جاؤ گے۔ غفلت کی زندگی گزارنے سے بچو۔ دیکھو تم اوقات کو اگر غفلت کے ساتھ گزاردو گے تو اوقات تیرے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

حق جل مجدہ کے بے شمار حقوق و شروط تمہارے ذمے ہیں جن کی ادائیگی میں منہمک ہوجاؤ۔ حقوقِ الٰہی میں غفلت نہ برتو کہ تجھ سے اس کا شدید محاسبہ ہوگا خواہ تو غفلت سے اس کو گزارے۔ اصول یاد رکھو کہ جب دنیاوی امور و حاجت پیش آئے تو پہلے سوچو، اس کو پرکھو کہ آخرت کے لحاظ سے سودمند ہے یانہیں۔ اگر ہوتو کر گزرو۔ ورنہ پھر چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ جب امورِ آخرت پیش آئے تو جھوم کر اس کو جلد سے جلد کر گزرو۔ قبل اس کے کہ تیرے ارادے کے درمیان شیطان لعین حائل ہوجائے۔ بغیر کام کیے ہوئے بیٹھ کر کھانے کی فکر میں نہ رہا کرو کہ یہ عیب کی بات، ناپسند سمجھی گئی ہے۔ بغیر نیت ثواب اور بلا حاجت وطلبِ شدید کے کھانا نہ کھاؤ۔ زیادہ کھاؤ گے تو مردار کی طرح پڑے رہ جاؤ گے ذکر الٰہی نہ کرسکو گے (یعنی زیادہ کھا کر انسان پر غفلت وسستی طاری ہوجاتی ہے اور مردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور ذکر بھی نہیں کرسکتا ہے۔) لہٰذا زیادہ کھانے سے بچو۔ زیادہ سے زیادہ فکر آخرت میں لرزاں وترساں رہا کرو کہ قیامت کے دن مومن کے حسنات میں اس کا وزن سب سے بڑھ کر

ہوگا۔ لوگوں کو ناز ونعم، عیش وعشرت میں دیکھ کر لالچ نہ کرو۔ اس لیے کہ طمع ولالچ دین کو ہلاک کردیتی ہے۔ ان کی طرف طبیعت کا میلان بھی نہ ہو۔ کہ اس سے قلب میں صلابت وسختی پیدا ہوتی ہے۔ خبردار! دنیا پر حریص نہ بنو کہ حرص علی الدنیا ہی کی وجہ سے لوگ بروز قیامت رسوا و ذلیل ہوں گے۔

تو قلب وجسم کو گناہ کی گندگی سے پاک صاف رکھنے والا بن اور ہاتھ کو مظالم سے نیز غل وغش، مکر وخیانت سے قلب کو سلیم ومحفوظ رکھ۔

پیٹ کو حرام سے خالی رکھ اس لیے کہ جنت میں وہ جسم کبھی بھی داخل نہ ہوگا جو مالِ حرام سے پرورش پایا ہو۔ نگاہوں کو لوگوں کے عیوب سے بچا۔ بلا ضرورتِ شدید کہیں نہ جا۔ بلا حاجتِ شرعی کلام نہ کر۔ ان چیزوں کو ہاتھ نہ لگا جن کی اجازت من جانب اللہ نہیں۔ ہمیشہ خائف ولرزاں زندگی کے بقیہ ایام میں رہ کہ تو نہیں جانتا کہ کس وقت تجھ پر دینی آفت آتی ہے اور کب توفیق عبادات و اطاعات لے لی جاتی ہے۔ دل میں کبھی یہ خیال نہ رکھ کہ میں امانتِ الٰہی کو کامل ومکمل ادا کررہا ہوں اور کیونکر یہ گمان ہوسکتا ہے جبکہ حق جل مجدہ نے خود ہی واضح کردیا اور تیرا نام رکھ دیا "ظَلُوْمًا جَھُوْلًا" ...... ظالم وجاہل۔ تیرے باپ آدم اس امانت کو باقی نہ رکھ سکے اور نہ ہی امانت کو پورا کرسکے اور بالآخر خطا کا ارتکاب ہوگیا۔ دنیاوی خواہشات کم کر اور امورِ آخرت میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کو معذرت کے ساتھ لے کر حق جل مجدہ کی طرف متوجہ ہوجا۔ گناہ کی معافی طلب کر، اُمید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ان لوگوں میں شمار کرلے جن کو خیر کی امید ہے اور ان کے خود کے شر سے اللہ تعالیٰ ان کو بچالے گا۔ جو ہمہ وقت اطاعتِ الٰہی میں منہمک ہیں ان سے کبھی بغض نہ رکھ نہ ان پر ناراض ہو۔ ہر عام وخاص پر مہربان رہ۔ قطع رحمی سے بچ۔ جو قطع رحمی کرے تو اس سے صلہ رحمی کر۔ جو قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لیے تواضع کے ساتھ ملا کر۔ جو تجھ پر ظلم کرے اس کے ساتھ درگزر کر۔ ان صفات پر عمل کرنے سے تو انبیاء وشہداء کا رفیق و دوست بروز قیامت بن جائے گا۔ بازار میں کم جایا کر کہ وہاں بھیڑیے ہیں جو لباس میں پوشیدہ ہیں۔ دین کا حلیہ بگاڑتے ہیں۔ وہاں مردود شیطان الانس والجن کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ اگر بازار میں جانا ناگزیر ہی ہو تو امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سہارالیا کر۔ کیونکہ بازار میں تو منکرات کے سوا حسنات نہیں پائے گا۔لہٰذا جب منکرات دیکھو تو ذیل کے کلمات پڑھا کرو: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ. يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ اس وقت بازار میں جتنے بھی انسان خواہ عجمی ہوں یا عربی، تمام انسان کے بقدر اس پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں دس دس نیکی لکھی جاتی ہیں۔ بازار میں کبھی بھی نہ بیٹھ۔ کھڑے کھڑے اپنی حاجت وضرورت پوری کر اور چل دے۔اس طرح تیرا دین محفوظ رہ سکے گا۔ ہمیشہ کچھ نقد (درہم و دینار، روپیہ پیسہ) اپنے پاس رکھنا کہ دانشمندی کی دلیل ہے اور کمال عقل کی علامت۔ میٹھی چیزیں کھانے میں اور خاص کر حلوہ کا استعمال رکھنا کہ حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے۔ گوشت بھی ایک دو روزہ کے ناغہ سے استعمال کرنا مگر روزانہ نہیں۔ اور چالیس دن سے زیادہ ناغے بھی نہیں کرنا۔ کہ اس کے ترک سے بھی اور کثرت استعمال سے بھی بداخلاقی سوء خلقی پیدا ہوتی ہے۔

طبیب کو دروازہ سے واپس نہ کرنا کہ دماغ میں اضافہ ہوگا۔ مسور کا استعمال رکھنا کہ آنکھ میں آنسو اور قلب میں رقت ونرمی پیدا کرتی ہے۔ موٹا سوتی لباس استعمال کرنا کہ اس سے تو حلاوۃ الایمان ذائقہ ایمانی، مٹھاس محسوس کرے گا۔ کھانا کم کھانا کہ شب بیداری آسان ہوتی ہے۔ روزہ کو لازم کرلو کہ فسق و فجور کا دروازہ بند کرتی ہے۔ عبادت و اطاعت کا دروازہ کھولتی ہے۔ قلّتِ کلام، کم گوئی کی عادت ڈالو کہ اس سے قلب میں نرمی آتی ہے۔ خاموشی اور سننے کی عادت ڈالو۔ ورع، پرہیزگاری آسان ہوجائے گی۔ دنیا کی حرص نہ رکھو۔ لوگوں کو نعمت میں دیکھ کر حسد نہ کرو حاسد نہ بنو۔ سرعتِ فہم کی دولت نصیب ہوگی۔ لوگوں پر لعن وطعن نہ کیا کرو عوام کے فتنوں سے نجات پاؤ گے۔ لوگوں پر مہربان رہو مقبولِ خاص و عام بن جاؤ گے۔ حق جل مجدہ نے جو رزق تم کو دیا ہے اسی پر راضی رہو، غنی بن جاؤ گے۔ اللہ کی ذات پر توکل و بھروسہ رکھو قوی بن جاؤ گے۔ دنیاداروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کوشش نہ کرو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ تواضع اختیار کرو تمام اعمالِ خیر مکمل ہوجائیں گے۔

اچھے عافیت والے اعمال کرو عافیت نصیب ہوگی جو آسمان سے آئے گی۔لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ رکھو تیری حاجتیں غیب سے پوری ہوں گی۔ ہر مخلوق پر رحم کھاؤ مخلوقات تجھ پر ترس کھائیں گی۔عزیز بھائی ! ایام ولیالی اور ان کی ساعات گھڑیاں خبردار یونہی باطل و بیکار نہ گزر جائیں کہ تو کچھ نہ کر سکے۔اپنے نفس کے اعمال کو خود نفس ہی کی حفاظت کے لیے۔ پیاس کے دن کی شدت کی خاطر اعمالِ خیر کو بھیجو کہ ربّ العالمین اس دن کسی کو سیراب نہ کرے گا مگر یہ کہ خود رحمٰن جس سے راضی ہو اور تو اس کی رضا کو بغیر اس کی عبادت و اطاعت کے نہیں پاسکتا ہے۔کثرت سے نوافل کا اہتمام رکھو حق جل مجدہ سے قربت ہو جائے گی۔لوگوں پر کثرت سے خرچ کیا کرو کہ قیامت کے دن تیرے عیوب پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ اور حساب میں تخفیف و آسانی کردی جائے گی۔ اور اس دن کی ہولناکی کم ہوجائے گی۔ کثرت سے امر بالمعروف اور معروف وحسنات کو اپنا لو کہ قبر میں اللہ تعالیٰ اُنس و اُلفت عطا فرمائے گا۔ وحشت بیگانگی ختم ہوگی۔ تمام محارم سے کلّی اجتناب برتو ایمانی ذائقہ و مٹھاس محسوس کروگے۔متقی و پرہیزگار کی مجلس میں بیٹھا کرو اللہ تعالیٰ تیرے دین کی اصلاح فرمادے گا۔مشورہ انہی لوگوں سے لیا کرو جو حق تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

خیر و بھلائی کے کاموں میں جلد بازی کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تیرے درمیان اور معصیت کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ اللہ اللہ زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ زہد فی الدنیا کی صفت عطا کرے گا۔ ذکر اللہ کثرت سے کیا کرو۔موت کی یاد ہمیشہ تازہ کرو۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی امور آسان کردیں گے۔قلب سے جنت کا اشتیاق رکھو۔ اللہ تعالیٰ اطاعت کی توفیق بخش دیں گے۔ نارجہنم سے ڈرتے رہو تمام دنیاوی مصائب جھیلنا آسان ہو جائے گا۔ اہل جنت سے سچی پکی دوستی رکھو انہی کے ساتھ قیامت میں رہوگے۔ گنہگاروں سے بغض رکھو اللہ کے دوست بن جاؤگے۔ کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین میں گواہ ہیں۔کسی مومن کو گالی مت دینا نہ بھلائی کے کاموں کو حقیر و کمتر جاننا۔ دنیاداروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کبھی بھی کوشش نہ کرنا۔

اور اے بھائی! سب سے پہلی بات یہ کہ ہر معاملہ میں تقویٰ کا خیال رکھنا ظاہراً و باطناً اور حق جل مجدہ سے اس شخص کی طرح ڈرو جیسا کہ مُردہ ہو کر پھر اُٹھا کر اللہ کی عدالت میں

کھڑے کر دیے گئے ہو۔ اور سامنے احکم الحاکمین جبار و قہار کی عدالت ہو۔

جو تیرے اعمال کا حساب و کتاب، ذرہ ذرہ کے اعتبار کے ساتھ لے گی۔ پھر تم کو دو ٹھکانوں میں سے کسی ایک جانب بھیج دے گی۔ وہ جنت نعمتِ خلود ہوگی یا پھر نار جہنم جہاں انواعِ عذاب میں خلود بلا موت کے ہوگی۔ الغرض وقوف کے وقت دو حالت ہوگی اُمیدِ عفو و کرم یا عقاب و عذاب۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تمھیں توفیق بخشے۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج: ۷، ص: ۲۸۲ تا ۲۵۵ کا خلاصہ)

حضرت سفیان ثوریؒ کی وصیت حاتم اصمؒ کو

میں تمھیں چار چیزوں سے آگاہ کرتا ہوں جن کو عوام نے بر بنائے غفلت فراموش کر دیا ہے۔ اول یہ کہ لوگوں پر اتہام لگا کر ان کو برا بھلا کہنا، احکامِ ربانی سے غافل بنا دیتا ہے۔ دوم کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا، ناشکری کا پیش خیمہ ہے۔ سوم ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے، چہارم اللہ تعالیٰ کی وعید پر خوفزدہ نہ ہونے اور اس کے وعدوں پر اظہارِ مایوسی کرنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے اور یہ سب چیزیں نہایت بری ہیں۔

(تذکرۃ الاولیا، ص: ۱۲۰)

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں

حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے فرزند ارجمند کو چند باتوں کی وصیت فرمائی جو کہ تمام طالبانِ حق کے لیے معرفت کا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

اے فرزند! تقویٰ کو اپنی خصلت بناؤ۔ وظائف اور عبادت پر مضبوطی سے مداومت کرو اور اپنے حالات کا محاسبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق ادا کرو۔ اور ماں باپ کے بھی۔ ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے رضائے حق تعالیٰ سے مشرف ہو جاؤ گے۔ حق تعالیٰ کے احکام کو نگاہ میں رکھو کہ وہ تمھارا محافظ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، خواہ دیکھ کر یا زبانی۔ بلند آواز سے یا آہستہ۔ علم کی طلب سے ذرا بھی دور مت رہو۔ علم فقہ و علم حدیث سیکھو۔ اور جاہل صوفیوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ اور عوام الناس

سے دور رہو کیونکہ وہ راہِ دین کے چور ہیں۔

مذہب اہلسنّت و جماعت کے پابند رہو۔ ائمہ سلف کے مذہب پر قائم رہو کیونکہ نئی نئی باتیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں، وہ گمراہی سے خالی نہیں۔ نوجوان عورتوں، مالداروں اور اہلِ بدعت کی صحبت سے دور رہو کیونکہ یہ تمھارے دین کو برباد کردیں گے۔ دو روٹی مل جائیں تو ان پر قناعت کرو۔ فقراء کی صحبت اختیار کرو اور ہمیشہ خلوت پسندی اختیار کرو۔

روزی حلال کھاؤ کیونکہ حلال روزی خیر و بہتری کی کنجی ہے اور حرام سے پرہیز کرو ورنہ حق تعالیٰ سے دوری ہوجائے گی۔ دین پر قائم رہو تاکہ کل کے روز قیامت میں دوزخ کی آگ تم کو نہ جلائے۔ حلال کمائی کا کپڑا پہنو تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ رات اور دن میں بہت عبادت کیا کرو۔ نماز باجماعت ادا کرو اگرچہ تم مؤذّن و امام نہیں۔ ضمانتوں میں اپنا نام مت لکھاؤ، عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو۔ مخلوق سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ گمنامی اختیار کرو کہ تمھارا مذہب برباد نہ ہو، سفر اختیار کرو کہ تمھارا نفس ذلیل ہو۔ کسی کے مذمت کرنے سے غمگین مت ہو اور کسی کی تعریف پر مغرور مت ہو۔ مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے معاملہ کرو چاہے نیک ہو یا بد۔ ہر حال میں باادب رہو۔ تمام مخلوقات پر رحم کھاؤ۔

قہقہہ مار کر مت ہنسو، قہقہہ کی ہنسی دل کو بند کرتی اور دل کو مردہ کردیتی ہے۔ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت روؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بے خوف مت رہو اور رحمتِ الٰہی سے نا اُمید نہ ہو اور خوف و رجا کی حالت میں زندگی گزارو کہ سالکوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ خوف میں رہتے ہیں اور کبھی اُمید میں۔ موت کو بہت یاد کرو۔ طالب ریاست مت بنو۔ جو شخص طالب ریاست ہوا اس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جاسکتا۔ اکثر روزہ دار رہو کیونکہ روزہ نفس کو توڑتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو۔ سبک بار اور دیانتدار اور راہِ الٰہی میں تقویٰ، فقر اور علم کے ذریعے ثابت قدم رہو۔ جان و مال سے فقراء کی خدمت کیا کرو اور ان کا دل راضی رکھو اور ان کی پیروی کرو اور ان کے راستے کو یاد رکھو۔ اور ان میں سے کسی کا انکار مت کرو سوائے ان چیزوں

کے جو خلافِ شرع ہوں۔ اگر فقراء کا انکار کرو گے ہرگز نجات نہ پاؤ گے۔

لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور اپنے لیے کوئی چیز محفوظ مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے انسان میں ہر روز تم کو روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو رنج مت دے۔'' مقامِ توکل میں قدم رکھو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (سورۂ طلاق، آیت: ۳) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاحِ مہمات) کے لیے کافی ہے۔ پس یقین رکھو کہ رزق تقسیم کیا ہوا ہے۔ جواں مرد بنو، جو کچھ حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس کو تم اللہ کی مخلوق پر خرچ کرو۔ بخل اور حسد سے دور رہو کیونکہ بخیل اور حاسد کل بروز قیامت دوزخ میں جائیں گے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو کہ ظاہر کی آرائش باطن کی ویرانی ہے۔ حق تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ مت کرو اور تمام خلائق سے نا اُمید ہو جاؤ اور ان سے صحبت مت رکھو۔

حق بات کہو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ اپنے نفس کی حفاظت کرو کہ اس کو اصلاح پر لاسکو۔ اپنے نفس کی عزت مت کرو۔ اور ان چیزوں کی طلب سے جن کے بغیر کام چل سکے زبان بند کرو۔ مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کیا کرو۔ کھانا اور پینا کم کرو۔ ہرگز بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز مت کھاؤ۔ بلاضرورت باتیں نہ کرو۔ جب تک نیند غلبہ نہ کرے مت سوؤ اور پھر جلدی اُٹھو۔ مجالسِ سماع میں مت بیٹھو کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ سماع کا انکار بھی مت کرو کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اسے سنا ہے۔ نماز روزہ میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ چاہیے کہ تمھارا دل ہمیشہ غمگین رہے اور تمھارا بدن نماز میں مصروف رہے اور تمھارے عمل میں خلوص ہو۔ تمھاری دعا مجاہدہ ہو اور تمھاڑا کپڑا پرانا اور تمھارے دوست درویش ہوں۔ تمھارا گھر مسجد ہو۔ تمھارا مال فقہ کی کتابیں ہوں۔ تمھاری آرائش زہد ہو اور تمھارا مونس اللہ تعالیٰ۔ کسی شخص سے اس وقت تک بھائی بندی مت کرو جب تک یہ عادتیں اس میں نہ دیکھ لو، اوّل یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے۔ دوسرے یہ کہ علم کو دنیا کے سب کاموں سے اچھا سمجھے۔ تیسرے یہ کہ راہِ الٰہی کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے۔ چوتھے یہ کہ علم باطنی اور ظاہری سے آراستہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرنے کے لیے تیار ہو۔

اے فرزند! کہیں دنیا تجھ کو دھوکہ نہ دے دے کیونکہ ایک نہ ایک دن، دن ہو یا رات دنیا سے سفر کرنا پڑے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ خلوت میں تنہا اور خوفِ اللہ تعالیٰ سے شکستہ دل رہو تا کہ کرامت میں مستغرق رہ سکو۔ دنیا میں زندگی مسافرانہ گزارو اور دنیا سے ایسے جاؤ کہ تم نہ جانو کہ قیامت میں تم کس جماعت میں محشور ہوگے۔

اے فرزند! ان نصیحتوں کو خوب یاد کرلو اور عمل کرلو جس طرح کہ میں نے اپنے پیر و مرشد سے یاد کی ہیں اور عمل کیا۔ اگر تم یاد کروگے اور عمل کروگے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمھاری دنیا و آخرت میں نگہبانی فرمائے گا۔ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک راہِ الٰہی میں پیدا ہوجائیں تو اس کی بزرگی مسلّم ہوجائے گی اور جو شخص اس کی پیروی کرے اپنے مقصود و مطلوب کو پہنچ جائے گا۔ یہ بزرگی کا مرتبہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔

خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہ جو حضرت خواجہ کے فرزند ارجمند اور اکابر خلفاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مجھ کو یہ وصیتیں فرمارہے تھے تو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کی وصیت بنام اپنے فرزند خواجہ اولیاء کبیر

جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا؛ جو فقر کو امیری پر، علم کو دنیا کے کاموں پر، ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چوتھے علم ظاہر و باطن کا بینا ہو۔ پانچویں موت کے لیے مستعد ہو۔

اے فرزند! دنیا پر مغرور نہ ہونا۔ صبح یا شام کو کوچ ہوجائے گا۔ چاہیے کہ خلوت میں تنہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے شکستہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی بخشش میں غرق ہوجائے۔ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو گویا مسافر ہے۔ دنیا سے اس طرح مجرد جانا کہ قیامت کے دن یہ معلوم نہ ہو کہ تو کس گروہ سے ہے۔

اے فرزند! جس طرح میں نے اپنے پیر سے یہ وصیت سن کر یاد کی تھی اور عمل کیا تھا اسی طرح تو بھی ان سب کو یاد رکھ اور ان پر عمل کر۔

اللہ تعالیٰ تیرا دین و دنیا میں محافظ ہوگا۔

اور جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کو پیر ہونا مسلّم ہے اور جو شخص اس کی اقتدا

کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ منزلِ مقصود پر پہنچے گا۔ سبحان اللہ و بحمدہ!

عالم کی عقوبت:

جس وقت مرد عالم طلبِ آخرت سے ہٹ کر طلبِ دنیا میں مشغول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے یہ عقوبت دیتا ہے کہ حلاوت و لذتِ عبادت و طاعت اس سے لے لیتا ہے۔ اور کاہل و سست ہو کر نیکیوں سے رہ جاتا ہے۔ اس وقت اس کو عقوبتِ آخرت میں مبتلا کرتا ہے۔

نماز کا خشوع

نمازی کو اس قدر خوفِ الٰہی غالب ہو کہ اگر اس کو تیر بھی ماریں تو خبر نہ ہو۔

تسلیم یہ ہے کہ روزِ الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾۔ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۱)

تسلیمِ نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو حق سبحانہ و تعالیٰ کا مملوک سمجھے اور اپنے تئیں وکیل خرچ حق جل مجدہ کو سمجھے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگانِ حق تعالیٰ کے ساتھ بے منّت نیکی کرے۔ اور مالِ دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے تئیں حکم و قضائے حق تعالیٰ کو تسلیم کرے۔

فراغتِ دل یہ ہے کہ محبتِ دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو، حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ، وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (سورۂ انشراح، آیت: ۷-۸) یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔

جو لوگ کہ خرید و فروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائی ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۷) اگر ان لوگوں میں ہو جائے تو سبحان اللہ!

اہلِ طریقت مشائخ نقشبند کے لیے اصولِ ہشت گانہ

۱۔ ہوش در دم۔ یعنی ہوشیار ہونا سالک کا کہ ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل۔

۲۔ نظر بر قدم۔ یعنی سالک کو چاہیے کہ راہ چلنے میں نظر اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر وقت نشستِ نظر کو روبرو رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے کہ موجبِ فسادِ عظیم اور مانعِ حصولِ مقصود ہے۔

۳۔ سفر در وطن۔ انتقال کرنا سالک کا صفاتِ بشریہ خبیثہ سے بجانب صفاتِ ملکیہ کے۔

۴۔ خلوت در انجمن۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جمیع اوقاتِ خلوت وجلوت، کھانے پینے چلنے پھرنے، بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔ یاد کرو اس سے مراد ذکر اللہ تعالیٰ ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔

۵۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ چند بار ذکر کرکے بکمالِ تضرّع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

۶۔ نگہداشت سے مراد خطرات اور حدیثِ نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

۷۔ یادداشت سے مراد توجہ سالک کی طرف ذات بیچوں وبیچگون حق سبحانہ وتعالیٰ بغیر الفاظ وخیال کے۔

۸۔ وقوفِ عددی۔ ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عددِ طاق کا لحاظ رکھنا۔ وقوفِ قلبی سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے جو واقع بجانب زیرِ پستانِ چپ ہے۔

(خزینہ معرفت، ص:۶۷-۶۸)

۱۲/ربیع الاوّل ۵۷۵ھ میں وصال ہوا۔ زبان پر سورۂ فجر کی آیت ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً﴾ تھی اور وصالِ حق ہوگیا۔

حضرت داؤد بن نصیر الطائی کی وصایا

دنیا سے روزہ رکھو (یعنی تمام زیب و زینت سے تو اپنے کو باز رکھ) اور آخرت (ہی میں جا کر دنیا) سے افطار کر۔ اپنے کلام کو خود ہی لکھ لیا کرو (یعنی کراماً کاتبین تمہاری تمام ہی گفتگو لکھتے ہیں۔ اس لیے بولنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرو۔) کہ تیرے خلاف نہ ہو۔ والدین کے ساتھ احسان و صلہ رحمی برتو۔ عوام الناس سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ مگر جماعت اہلسنّت والجماعت سے جدائیگی اور خروج نہ ہو۔

ایک موقع پر ایک شخص نے کہا: اے ابوسلیمان! مجھ کو وصیت کیجیے۔ آپ رونے لگے، پھر فرمایا: اے بھائی! رات و دن گزرے جا رہے ہیں اور ہر شخص کو اپنے ٹھکانے پر پہنچا رہے ہیں (دنیا دار غرق دنیا اور متقی موجِ رحمت میں ہے۔) یہاں تک کہ سفرِ راہ ختم ہو جائے گا اور ہر شخص اپنی منزل پر بالآخر پہنچ جائے گا۔ لہٰذا اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ ہر روز کچھ تھوڑا سا زادِ آخرت بھیج سکو تو بھیجتے رہو کہ سفر دنیا عنقریب منقطع ہونے والا ہے اور معاملہ بہت ہی جلد سامنے آنے والا ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ زادِ سفر تیار کر کے ساتھ لے لو اور خود ہی اپنا فیصلہ کر لو کہ وہ توشہ کیا تیرے لیے کافی و وافی ہے۔ دیکھو! اس معاملہ میں سب سے زیادہ میں خود ہی محتاجِ عمل ہوں۔

متقی لوگوں کی صحبت رکھو کہ دنیاوی اُلجھنیں تم پر کم ہو جائیں گی اور وہ تم پر دنیا کا بوجھ ڈالنے کے بجائے امورِ آخرت میں زیادہ سے زیادہ معین و مددگار ثابت ہوں گے۔

(الحلیہ، ج:۷، ص:۳۴۶ تا ۳۴۷)

ایک شخص کو وصیت کی: بدگوئی سے احتراز کرو، مخلوق سے کنارہ کش رہو، دین کو دنیا پر ترجیح دو، اگر ممکن ہو سکے تو مخلوق کا خیال ہی دل سے نکال دو، مردے تمہارے انتظار میں ہیں یعنی تمھیں بھی مَرنا ہے اس لیے وہاں کا سامان کرلو، ترک دنیا سے بندہ اللہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۳۷)

حضرت فضیل بن عیاض کو وصیت فرمائی کہ لوگوں سے تعلق منقطع کرلو۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۳۸)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی وصایا عبدالملک کے نام

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کے حالاتِ زندگی پر بے شمار لوگوں نے تفصیلاً کلام کیا ہے۔ یہاں وہ وصیت جو آپ نے حاکم وقت عبدالملک کو کی تھی اس کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے:

اما بعد- میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ تمہارا خط ملا...... میں دعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ملائے...... جس میں تم نے ہمارے آپسی تعلقات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہم دونوں کے آپسی معاملات کا۔

تو ذہن نشین کرلو کہ جس بندہ نے حقوقِ الٰہی، فرائضِ الٰہی کی نگہبانی کی اور لوگوں کی دل آزاری سے بچا بیشک وہ بہت ہی نصیب والا صاحب فہم و فراست ہے۔ اور جس نے اپنے نصیب کو بالائے طاق رکھ کر حقوقِ الٰہی کو پامال کیا، لوگوں کے حقوق کو چھینا اور صاحبِ حق کو ذلیل و رسوا کیا، اس کا معاملہ رب العزّت کی عدالت میں پیش ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔ ہمارے اندر کوئی طاقتِ اطاعت نہیں نہ ہی اجتنابِ سیئات کی قوت ہے مگر حق جل مجدہ کی توفیق کے ساتھ۔

پھر ایک بات ہے کہ عوام بھی تو تیرے ہی جیسی ایک قوم اور مخلوق ہے۔ جو کبھی ناراض اور کبھی راضی ہوتی ہے۔ اور تم بھی کبھی ان سے خوش و ناخوش رہتے ہو۔ جن کو دوگے وہ تمہاری طرف نظر التفات سے دیکھتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو دوگے وہ بھی انہی کے کسی بھائی سے لیا مال دوگے، الغرض لینا و دینا سب انہی کا ہے لہٰذا عوام کی برائیاں نہ بیان کرو بلکہ ان کی ثناء و تعریف سے ان کو خوش رکھو۔ اور عوام میں جو صلحاء ہیں ان کی اتباع و اقتداء کرو۔ یہاں تک کہ تم خود بھی ایک دن صالح، متقی، زاہد و عابد ہوجاؤ گے۔ اور تمہارے اندر یہ بات پیدا ہوجائے گی کہ تم تمنا کرنے لگو گے کہ میں بھی عوام الناس کا ایک فرد ہوتا۔ حق جل مجدہ کا ہم دونوں پر بیحد احسان و کرم ہے اور ہم پناہ چاہتے ہیں (دونوں کے لیے) کہ ہمارے اندر ایسی شرافت ہو جو عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے۔ (اکثر اونچے طبقے کے لوگ عبادت و اطاعت میں عار محسوس کرتے

ہیں یا جماعت میں شرکت عزت نفس کے خلاف جانتے ہیں، اس کی طرف اشارہ ہے۔) دیکھو! اعتبار اعمال میں خاتمہ کا ہے کہ خاتمہ بالخیر، باقیات صالحات پر ہوا یا اعمال شر پر۔ اس لیے کہ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ کبھی بھی اپنی مرضیات پر عمل نہیں کرسکتا۔ وہ بات نہیں کرسکتا جو جی چاہے کیونکہ دیندار آدمی کی علامت یہ ہے کہ وہی کہے گا جو اس کا عمل ہوگا یعنی قول سے پہلے عمل اور وہ فعل کو جس طرح فساد سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح قول کو بھی فساد و بگاڑ سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔

اگر تجھ سے ہو سکے تو اس شخص کی صحبت و رفاقت حاصل کر جو حق جل مجدہ سے لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ اور اللہ جل مجدہ سے غضب و رضا دونوں حالت میں ڈر کہ وہ ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔ ظاہر و باطن پر آگاہ ہے۔ مغفرت وعقاب دونوں پر قادر ہے۔ اس کی ذات سے مفر نہیں مگر اسی کی پناہ میں۔

اگر تجھ سے ہو سکے تو لایعنی بیکار باتوں سے حتی المقدور بچ۔ ہر حال میں اپنے نفس کی حفاظت کر۔ جس قدر ہو سکے اپنے لیے اعمال کر کہ کوئی دوسرا تیرے لیے کچھ عمل نہیں کرے گا نہ مدد کر سکے گا۔ عوام الناس طلب دنیا میں منہمک ہیں، خواہ حق جل مجدہ ان سے راضی ہو یا غضبناک ہو۔ مگر پھر بھی ان کی دنیاوی حاجتیں پوری نہ ہوسکیں۔ اور دنیا اس حال میں چھوڑ گئے کہ دل طلبِ دنیا سے بھرا ہوا تھا کہ نہ اس کو عافیت نصیب ہوئی نہ ہی دنیاداروں کو ان سے چین ملا۔ (کیونکہ دونوں ہی مردار جانور کو کھانے میں کتے کی طرح لڑ رہے تھے۔) اور جو شخص آخرت کا راہی ہوتا ہے کم از کم دنیادار لوگ اس سے راحت میں رہتے ہیں۔ نہ وہ دنیاداروں کو طلب دنیا کی راہ میں دھوکا دیتے ہیں نہ مزید ذلیل کرتے ہیں اور خود بھی ذلیل نہیں ہو سکتے اور نہ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ نہ ہی اہل دنیا سے ان کی دنیا چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ خود ہی اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہیں۔ عوام ان سے مامون و راحت میں ہیں۔ تو تو بس تقویٰ اختیار کر۔ دنیا کی آلائش سے دامن جھاڑ۔ دروازہ بند کر۔ دیکھ حق جل مجدہ کی عدالت میں اعمال کے ساتھ پیش ہوگا۔ وہاں شرف و کرامت نہ چلے گی۔ میزان عدل میں تمام ہی دنیاوی رکھ رکھاؤ خاک کے دام بھی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری جس مقصد کے

لیے تخلیق کی ہے اس میں مدد فرمائے۔ عمر کی بقیہ ماندہ حصہ میں برکت ڈال دے۔

پھر ایک بار سنو! قصرِ شاہی تیرے لیے باعث شقاوت نہ بنے۔ اُمورِ شاہی کو اپنی جان و نفس پر وبال نہ بناؤ۔ اگر عافیت نصیب ہوجائے تو اللہ جل جلالہ کی حمد بجا لاؤ (یعنی امور شاہی کے معاملے میں عافیت کی بات پیش آئے تو الحمدللہ) اگر بلا و آفت کا مسئلہ ہوتو سلامتی پر بلا کو ترجیح نہ دینا۔ اور سلامتی کی راہ اختیار کرنا۔ اس لیے کہ جس نے اوامر کو چھوڑ دیا وہ زیادہ مستحق ہے کہ جزع فزع کرے۔

ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق کو نہیں چھین سکتے کہ حق تعالیٰ ہر صاحبِ حق کے حق کو خود دینے والا ہے۔ البتہ لوگوں کی کوششوں کے ساتھ اس کو مربوط رکھا گیا ہے۔ اور کل روزِ جزاء ہے لہٰذا تم اس بات کی کوشش کرو کہ حق جل مجدہ کی عدالت میں، لوگوں پر کیے گئے مظالم کے ساتھ نہ لائے جاؤ۔ اور اگر تم نے کسی پر ظلم و تعدی نہیں کیا ہے تو دل سے خوف و خطر بالکل ہی نکال دو کہ اللہ جل جلالہ کو فیصلہ کے صادر فرمانے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

تمام وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے یہ یقین کرلیا کہ معاملہ کی حقیقت وہی ہے جو بیان ہوئی ہے وہ خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ میں کیا ہوں اور مجھ پر کیا فیصلہ صادر کیا جائے گا کہ کل کا دن بہت ہی خطرناک، شدید و ہولناک ہوگا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

وہ جو میرے پڑوسی ابھی تیرے پڑوسی ہیں ان کو میرا سلام عرض کردو۔ یہ وصایا طویل ہوگئیں۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۱۴)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی وصایا حضرت شقیق بلخیؒ کے نام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شقیق بن ابراہیم کی بصرہ کے بازار میں ابراہیم بن ادھم سے ملاقات ہوگئی، فرمایا اے ابراہیم بن ادھم! حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (مجھ کو پکارو میں تمھاری درخواست قبول کروں گا۔ مومن، ۶۰)

اور ہم لوگ ایک زمانے سے دعائیں مانگتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم نے اہلِ بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارے قلوب دس باتوں کی وجہ سے مُردہ ہوگئے ہیں۔

(۱) تم عظمتِ الٰہی کو جانتے ہوئے بھی حقوق ادا نہیں کرتے۔
(۲) کتاب اللہ کو پڑھتے ہو مگر عمل نہیں کرتے۔
(۳) محبت رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ کرتے ہو مگر سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈالتے ہو۔
(۴) شیطانِ لعین سے عداوت کا دعویٰ کر کے لعنت بھیجتے ہو مگر کام خود شیطان جیسا کرتے ہوئے اسی کی موافقت کرتے ہو۔
(۵) کہتے ہو کہ جنت کی خواہش و محبت ہے اور کام جنت کے نہیں کرتے ہو۔
(۶) کہتے ہو کہ جہنم سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنمی کاموں کے ذریعہ اپنی جان کو رہن رکھتے ہو۔
(۷) کہتے ہو کہ موت کا آنا حق ہے اور تیاری نہیں کر رہے ہو۔
(۸) لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑے ہو اور تمہارے عیوب تم پر پوشیدہ ہیں۔
(۹) ربّ العالمین کی نعمتوں کو کھاتے ہو اور شکر ادا نہیں کرتے۔
(۱۰) دن رات اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہو اور اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۷)

حضرت ابراھیم بن ادھم کی بعض بھائیوں کے نام وصایا

اما بعد ...... میں تم کو اللہ عزوجل سے ایسے تقوے کی وصیت کرتا ہوں جس کے بعد معصیت کا صدور نہ ہو۔ اور تقویٰ کے بغیر رحمت کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ پھر کہتا ہوں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ باعزت اور قوی القلب ہوجاتا ہے۔ ظاہر و باطن میں آسودگی آجاتی ہے۔ اس کی عقل دنیاوی امور سے آزادی کے ساتھ نجات پاکر آخرت کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ جسم و بدن اس کا دنیا میں ہوتا ہے مگر قلب کا میلان آخرت کی طرف۔ نگاہِ باطن سے یا دیدۂ باطن سے ان تمام چیزوں کو مٹا دیتا ہے جو دنیادار دیکھتا ہے یا جس چیز کی محبت رکھتا ہے۔

حرام و شہوات کی گندگی و پلیدگی تو مسلّم ہی ہے، حلال و صافی، طیب و پاکیزہ کو بھی یہ حضرات مضرت سے خالی نہیں جانتے مگر جو بقاء زیست کے لیے ضروری ہو۔ گرچہ وہ خشک موٹا

جھوٹا ہی کیوں نہ ہو...... ان کو کسی مخلوق سے نہ اُمید ہوتی ہے نہ ہی وہ خالق کے سوا کسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ اشیاء دنیا پر ادنیٰ التفات نہیں کرتے بس صرف خالق الاشیاء پر نظر جما کر بھروسہ کرتے ہیں۔

اپنی تمام تر کوشش و جدوجہد اور غایت انہماک کے ساتھ بدن کو اطاعتِ الٰہی میں لگادیتے ہیں یہاں تک کہ گریہ و زاری، خوف و بکاء سے نگاہیں چلی جاتی ہیں۔جسم کے جوڑ جواب دیدیتے ہیں۔اس کے عوض حق جل مجدہ عقل وفہم میں بصیرت عطا کرتے ہیں۔قلب کی قوت میں اضافہ فرماتے ہیں۔اور دنیا میں جو کچھ بھی عطا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ عالم آخرت میں ان کے لیے تیار ہے۔

اے بھائیو! دنیا کو چھوڑو۔ ہاتھ سے پھینک دو۔ لات ماردو، اس لیے کہ دنیا کی محبت انسان کو آخرت سے اندھا گونگا بہرا کردیتی ہے۔شرافت وکرامت کی گردن کو ذلیل و رسوا کردیتی ہے۔ یہ نہ کہو کہ کل اور پرسوں کیونکہ کل کبھی نہ آئے گا اور ہر کل کل پر ملتوی رہے گا کیونکہ جو آخرت کو محض اُمیدوں پر ملتوی رکھتا ہے اس پر اچانک موت آجاتی ہے اور وہ غفلت کے عالم میں گرفتار کرلیا جاتا ہے (لوگ بھی عجیب ہیں آخرت کو امید پر بساتے ہیں اور دنیا کو عمل پر حالانکہ قرآن کی تعلیمات بالعکس ہے، دنیا بقدر تقدیر، آخرت بقدر کوشش۔) اور قبر کی تاریک وتنگ کوٹھری میں منتقل کردیا جاتا ہے۔اہل و اولاد اس سے چھن جاتے ہیں۔لہٰذا تم دنیا سے منقطع ہوکر قلب منیب اورعزمِ صمیم کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۹)

ابراہیم بن ادھمؒ کی وصیت حاتم الاصمؒ کو

آپ نے فرمایا کہ خالق کو محبوب رکھتے ہوئے مخلوق سے کنارہ کش ہوجاؤ، اور بند کو کھول دو اور کھلے ہوئے کو بند کرلو۔ جب ان سے اس جملے کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا کہ سیم وزر کی محبت چھوڑ کر تھیلی کا منہ کشادہ کردو اور لغویات سے احتراز کرو۔

ایک مرتبہ آپ نے حالتِ طواف میں ایک شخص کو فرمایا: جب تک تم اپنے اوپر عظمت و عزت اور خواب و امارت کا دروازہ بند کرکے فقر و ذلت اور بیداری کا دروازہ کشادہ نہ کروگے

اس وقت تک تمھیں صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔

آپ نے ایک شخص کے مطالبہ پر فرمایا کہ چھ عادتیں اختیار کرلو؛ اوّل جب تم ارتکابِ معصیت کرتے ہوتو اللہ کا رزق مت استعمال کرو، دوم اگر معصیت کا قصد ہوتو اللہ کی مملکت سے نکل جاؤ۔ سوم ایسی جگہ جاکر گناہ کرو جہاں وہ نہ دیکھ سکے۔ اس پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتا جبکہ وہ اسرارِقلوب تک سے واقف ہے تو فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ اسی کا رزق استعمال کرو اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو۔ چہارم فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو، پنجم منکر نکیر کوقبر میں مت آنے دو۔ ششم جب جہنم میں جانے کا حکم ملے تو انکار کردو۔ یہ باتیں سن کر سائل نے عرض کیا کہ یہ تمام چیزیں تو محالات میں سے ہیں اور کوئی بھی ان کی تکمیل نہیں کرسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ: جب یہ تمام چیزیں ممکن العمل نہیں تو پھر گناہ نہ کرو۔ یہ سن کر وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہوکر اسی وقت آپ کے سامنے فوت ہوگیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۶۹-۷۰)

حضرت شقیق ابن ابراہیم بلخیؒ کی وصایا حاتم الاصمؒ کو

حضرت شقیق بلخیؒ مشہور زاہد و عابد، متبع سنت، پابندِ شریعت صوفی گزرے ہیں۔ آپ نے ایک موقع پر حضرت حاتم الاصمؒ کو وصیت فرمائی:

اے حاتم! اگر ایک شخص دوسو سال تک اہتمام کے ساتھ عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہو لیکن چار چیزوں کی اس کو معرفت نہ ہوتو وہ کبھی بھی نارِ جہنم سے نجات نہیں پاسکتا؛ (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت۔ (۲) اپنے نفس کی معرفت۔ (۳) اوامر و نواہی کی معرفت۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے دشمن اور خود اپنے نفس کے دشمن کی معرفت۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا راسخ یقین ہو کہ غیر اللہ تم کو کچھ نہیں دے سکتا (اللہ کا غیر خواہ وہ اس کی مخلوق کا کوئی بھی ہو تم کو فائدہ حقیقی نہیں پہنچا سکتا ہے۔) جب تک حق جل مجدہ نہ چاہیں اور جب وہ دینا چاہے گا تو اس کی مخلوق روک نہیں سکتی اور حکم الٰہی کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ ”لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَ لَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ“

ثابت شدہ اصولِ توحید ہے۔ نہ تو خود کسی کو دینے پر قادر ہے اور نہ کسی کی نعمت کو سلب کرنے پر۔ نہ ہی تو کسی کے ادنیٰ نقصان یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲) نفس کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا یقین کامل ہو کہ تیرا نفس کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں نہ تو کسی کو کسی قسم کی منفعت و مضرت پہنچا سکتا ہے نہ ہی نفس کے خلاف تو کوئی قدم اُٹھا سکتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو خود نفس ہی تم سے تضرع و التجا کرنے لگے گا۔

(بندہ محمد ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ نفس کی مخالفت نہیں کرنی ہے بلکہ نفس ہی کو آمادۂ اطاعت و عبادت کرنا ہے جس کو صوفیاء امالۂ نفس سے تعبیر کرتے ہیں، غالبًا اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''وَ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ''۔ جب نفس کو ہی راضی کر کے عبادت و ریاضت پر لگا دیا جائے گا تو اس کی بغاوت اطاعت میں بدل جائے گی اور نفس امارہ لوامۃ میں بدل کر پھر مطمئنہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم)

(۳) اوامر و نواہی کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ دیکھو! حق جل مجدہ کے احکامات کی فرمانبرداری تم پر فرض ہے کہ ہر حال و مقام میں تم کو اس کی بجا آوری کرنی ہے۔ الغرض تم پر اوامر و نواہی کا امتثال فرض ہے۔ اور تمہارے رزق کی ذمہ داری حق جل مجدہ نے اپنے ذمے لی ہے تا کہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں خلل واقع نہ ہو۔ اور تم کو تشویش بھی نہ ہو بلکہ وثوق و اعتماد کے ساتھ کامل بھروسہ اور اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ یقین رکھو کہ رزق ربّ العزّت کے ذمہ ہے اور اخلاص کے ساتھ عمل کرتے رہو۔ اخلاص کی دلیل و علامت یہ ہے کہ: دل میں کسی قسم کی طمع و لالچ نہ ہو نہ ہی جزع و فزع ہو۔

(بندہ محمد ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ عبادت کو محض حکم رب العٰلمین جان کر کرنا نہ کہ عبادت سے مقصود جنت ہو اور نہ ہی جزع ہو نارِ جہنم سے بلکہ محض اخلاص کے ساتھ حکم کو حکم جاننا اور یہی امتثال حکم، اخلاص ہے۔ طمع جنت یا فزع نار، اخلاص میں خلل کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم)

(۴) عدوّ اللہ... دشمنِ الٰہی، و عدوّ نفسہٖ... دشمنِ جان کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ تم راسخ یقین رکھو کہ تمہارا ایک دشمن ہے اور وہی دشمنِ حق تعالیٰ بھی ہے۔ اب حق جل مجدہ تم سے کوئی بھی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تم دشمنِ حق تعالیٰ سے جنگ و عداوت

نہ رکھو، اب شیطان مثلاً دشمن ہے۔ اس کی مخالفت تم کو اعمال سے بھی کرنی ہے اور قلب سے بھی۔ اعمال سے سربسجود ہونا ہے اخلاص کے ساتھ اور قلب سے ہر وقت مجاہدہ کرنا ہے یہاں تک کہ عدو اللہ تھک جائے اور تو نکل جائے۔ قلب سے ذکر کر۔ وہاں دشمن اثر نہ ڈال سکے گا۔ ان چار باتوں کو ذہن نشین کر کے مشغول عبادت رہو، والسلام۔ (الحلیہ، ج: ۸، ص: ۶۰)

حاتم الاصم کو شقیق بلخی کی دوسری وصایا

دیکھو! جو تین خصال کے ساتھ اعمال کو بجالاتے ہیں وہ جنت میں انشاء اللہ جائیں گے:

۱- سب سے پہلی خصلت تمام اعضاء جسم، قلب، سمع و بصر اور لسان سبھی کو اللہ کی معرفت حاصل ہو۔

۲- خزانۂ غیبی اور دستِ قدرت میں جو کچھ بھی ہے اس پر اپنے ہاتھ کی چیزوں سے زیادہ بھروسہ ہو۔

۳- حق جل مجدہ نے جو اس کو عطا کر دیا ہے اس پر ہی راضی ہو اور ساتھ یہ یقین ہو کہ جو کچھ موجود ہے اس کا ذرہ ذرہ ربّ العالمین پر واضح ہے، مخفی نہیں۔

حق جل مجدہ کو اس کے تمام حالات پر اطلاع ہے۔ اعضاء جسم کا کوئی حصہ بغیر علم الٰہی کے حرکت نہیں کرسکتا۔ ہر ہر حرکات وسکنات کی حجت عند اللہ موجود ہے۔ دراصل اسی کو معرفت کہتے ہیں اور معرفت کی حقیقت یہی ہے۔

میں نے بھروسہ کو خصلتِ ثانی بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ طمع و لالچ سے کسی چیز کے حصول کی کوشش نہ کرو نہ ہی لالچ کی بنیاد پر کلام و گفتگو کرو۔ نہ ہی غیر اللہ مخلوق سے ذرہ برابر اُمید وابستہ کرو نہ توقع رکھو نہ ہی غیر اللہ سے ڈرو، خوف کھاؤ۔ نہ ہی کسی چیز (مثلاً زہر، شیر بھیڑیے) سے ڈرو۔ نہ ہی اعضائے جسم کو کسی مخلوق کے لیے حرکت دو نہ جھکاؤ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ محض اطاعت رب العالمین ہو اور اسی کی معصیت سے بچو۔

رضائے رب کی تفسیر، چار باتوں سے ہوسکتی ہے؛ (۱) فقر سے نہ ڈرو۔ (۲) اسباب و اغراض میں قلت کو دوست رکھو۔ (۳) خوف الضمان، جو مال تم کو ملا ہے وہ تیری ضمانت میں ہے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ کہاں سے لیا اور کہاں صرف کیا۔ (۴) توکل علی اللہ۔

شقیق بلخیؒ نے توکل کی چار صورتیں بتلائی ہیں ؛ (۱) توکل علی المال، مال پر بھروسہ رکھنا۔ (۲) توکل علی النفس، نفس پر بھروسہ رکھنا۔ (۳) توکل علی الناس ،لوگوں پر بھروسہ رکھنا۔ (۵)توکل علی اللہ، اللہ پر مکمل بھروسہ کرنا۔

توکل علی المال: مال پر بھروسہ رکھنا یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ جب تک میرے پاس مال ہے میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔

توکل علی النفس: یہ ہے کہ یہ سمجھ بیٹھا ہو کہ میں بہت ہی ولی ہوں، زاہد و عابد ہوں۔ بڑا قوی وتندرست ہوں۔

توکل علی الناس: لوگوں پر بھروسہ یہ ہے کہ اپنے قبیلے اور خاندان پر بھروسہ کرلے کہ مجھ کو دوسروں کی حاجت نہیں۔ جو ایسا ہو وہ اول درجہ کا بیوقوف ہے، جاہل ہے،خواہ وہ کوئی ہو۔

توکل علی اللہ: یہ ہے کہ یہ یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا اور اسی نے رزق کی ضمانت و کفالت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ رزق کے معاملے میں کسی کا محتاج نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَ عَلَى اللّٰهِ تَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ بیشک اللہ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتا وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ والسلام

(الحلیہ ، ج:۸،ص:۶۱)

ہارون رشید کو حضرت شقیق بلخی کی نصائح ووصایا

آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم خلفائے راشدین کے نائب ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے علم و حیا اور صدق و عدل کی باز پرس کرے گا اور اللہ نے تمھیں شمشیر و تازیانہ اور دولت اس لیے عطا کیے ہیں کہ اہلِ حاجت میں دولت تقسیم کرو اور تازیانے سے شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے خون کرنے والوں کا خون بہادو اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو روزِ محشر تمھیں اہلِ جہنم کا سردار بنا دیا جائے گا اور تمہاری مثال دریا جیسی ہے اور عمال و حکام

اس سے نکلنے والی نہریں ہیں، لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا پرتو عمال و حکام پر بھی پڑے کیونکہ نہریں دریا کے تابع ہوا کرتی ہیں۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ریگستان میں پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے معاوضے میں تمھیں ایک گلاس پانی دینا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کرلو گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا: یقیناً قبول کرلوں گا! پھر آپ نے پوچھا کہ اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہوجائے اور شدتِ تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے معاوضے میں نصف سلطنت طلب کرلے تب تم کیا کروگے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ: نصف سلطنت اس کے حوالے کردوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ سلطنت باعث افتخار نہیں ہوسکتی جو صرف پانی کے ایک گھونٹ پر فروخت ہوسکے۔ اس جواب کے بعد ہارون رشید بہت دیر تک روتا رہا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۲۴)

لوگوں سے اس طرح ہم نشینی اختیار کر جس طرح آگ کے قریب بیٹھتے ہو اس سے نفع حاصل کرلو لیکن اس سے ڈرو کہ وہ کہیں تم کو جلا نہ ڈالیں۔ (نفحات الانس، ص:۲۰۲)

حاتم الاصم کی وصایا ابوتراب کے نام

اے ابوتراب! ان وصایا کو ذہن نشین رکھو کہ؛

توبہ نام ہے غفلت سے تنبیہ اور گناہ کو یاد رکھنے کا اور پھر لطفِ الٰہی کو یاد رکھتے ہوئے حق جل مجدہ کی طرف سے پردہ پوشی کی اُمید رکھنے کا۔ دیکھو! جب تم سے گناہ سرزد ہوجائے تو زمین و آسمان کو اپنے اوپر مامون نہ جانو کہ کہیں تم کو پکڑ لیں۔ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کی طرف نہ لوٹو جیسے کہ دودھ تھن سے نکلنے کے بعد تھن میں واپس نہیں جاسکتا۔ تو پھر تم توبہ کے بعد کیسے واپس ہوسکتے ہو۔

توبہ چار چیزوں سے ہوسکتی ہے ...... زبان محفوظ رکھنا غیبت سے، جھوٹ سے، حسد سے، لغو و لایعنی سے۔ دوسرے: بُرے لوگوں کی صحبت سے اجتناب۔ تیسرے: جب گناہ و ذنب یاد آجائے تو حق جل مجدہ سے شرم و حیا کر۔ ساتھ ہی جب داعیہ گناہ پیدا ہو تو حق جل مجدہ سے شرم و حیا کرکے باز آ۔ چوتھے: موت کے لیے استعداد پیدا کر۔ موت کی استعداد یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو ہر اس حالت و کیفیت سے بچا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو۔ جب تو

گناہ سے اس طرح توبہ کرلیگا جو میں نے بیان کیا ہے تو حق تعالیٰ اس کے عوض تم کو چار نعمتیں عطا کرے گا؛

(۱) تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے۔

(۲) توبہ سے انسان اس طرح پاک ہوجاتا ہے گویا کہ اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ" ۔(بخاری) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ ہی نہ کیا ہو۔ انسانی قلوب پر معصیت کا جو دھبّہ اور نقطۂ سیاہ لگ جاتا ہے اس کی صفائی وتطہیر کا واحد سہل و آسان طریقہ توبہ و انابت الی اللہ، رجوع و ندامت ہے اور رحمٰن و رحیم کی عنایت ونوازش دیکھئے کہ قلب پر جو اثر گناہ ہوتا ہے اس کو دھوکر صاف فرمادیتا ہے۔ رحمتِ الٰہی یوں بھی دیکھو کہ گناہ و معصیت کے ارتکاب میں وقت بھی صَرف ہوا، تعب و تھکن بھی ہوئی اور توبہ میں کچھ بھی تو نہ لگا۔ ارادہ باطن کیا، ندامت وشرمندگی کے چند کلمات کہے اور ہوسکا تو عقیدت کے چند قطرات اللہ کی نیاز کردی اور بس علاج معصیت ہوگیا۔ تطہیرِ ذنوب و سیئات ہوگئی۔ نور ایمان چمک اُٹھا۔ دیدۂ باطن میں تجلی کا عکس آ گیا۔ فطرتِ ملت لوٹ آئی۔ کدورت، بشاشت میں بدل گئی۔ کھویا ہوا سرمایۂ ایمان مل گیا۔

(۳) حق جل مجدہ شیطان سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور تمام حظوظِ شیطانی کو اس کے قلب سے خارج کرکے قلب کو مائل الی اللہ کردیتے ہیں۔ جیسا کہ صراط مستقیم پر استقامت کے بعد حق جل مجدہ اپنے خاص بندوں کی شیطانی فریب سے حفاظت فرماتے ہیں۔ ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (الحجر، آیت: ۴۲) واقعی میرے بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا۔ یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا کہ تو ان کو صراطِ مستقیم سے سرمو بھی ہٹا سکے یا ان پر تو حملہ کرکے نیت میں تداخل کرسکے۔

(۴) نارِ جہنم سے تم کو مکمل خلاصی عطا کرے گا، ایسے اعمال کی توفیق بخشے گا کہ تو

موت سے پہلے رحمتِ ایزدی کا مستحق ہوجائے گا۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حمٓ سجدۃ،۳۰) تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِن چار نعمتوں کے بعد مخلوق پر چار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ؛

(۱) ایسے تائب شخص کی محبت کو دیدۂ باطن میں جگہ دے اور احترام و توقیر کی نگاہ سے دیکھے۔اُن سے اُسی طرح محبت کرے جس طرح کہ حق جل مجدہ اس سے محبت رکھتے ہیں (یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ)۔اور اُس کے لیے حفظ و امان کی دعائیں کرے اور حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کرے جس طرح فرشتے طلب مغفرت کرتے ہیں۔مؤمنین کے لیے سیئات سے حفاظت اور طلبِ مغفرت شیوۂ ملکوتی ہے۔حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ﴾۔(سورۂ مومن، آیت: ۷)

اور ایمان والوں کے لیے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمتِ (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔سو اُن لوگوں کو بخش دیجیے جنھوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کرلی ہے اور آپ کے راستے پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجیے۔

(۳) جو اپنی ذات کے لیے ناپسند و مکروہ جانو وہی اُس تائب بندہ کے لیے جانو۔

(۴) ہر وہ نصیحت و خیر کی باتیں اس کو بتلاتے رہو جس پر خود عمل کرتے ہو اور اپنے حق میں خیر جانتے ہو۔

آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: عجلت و جلدی نہ کیا کرو۔اس میں شیطان کی اتباع ہوتی ہے۔مگر پانچ چیزوں میں ؛ (۱) دسترخوان پر کھانا آجائے اور مہمان بھی ساتھ ہو تو پھر کسی کا انتظار نہ کرو۔(۲) مردہ کو دفن کرنے میں عجلت سے کام لو۔(۳) لڑکی کے بلوغ کے بعد نکاح میں تاخیر نہ کرو۔(۴) قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہیں تعجیل کرو۔(۵) گناہ و ذنب کے بعد توبہ میں جلدی سے جلدی کرو۔کیا پتہ کب اجل آجائے۔(الحلیہ، ج:۸،ص:۷۸)

حضرت حاتم الاصمؒ کی عام وصایا

آپ سے کسی نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: اگر دوست کی خواہش ہے تو اللہ کافی ہے۔ اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو نکیرین بہت ہیں اور اگر عبرت حاصل کرنا چاہو تو دنیا کافی ہے۔ اگر مونس کی تلاش ہے تو قرآن بہت کافی ہے۔ اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے اور اگر میرے اقوال ناگوار ہوں تو جہنم کافی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۵۱)

آپ نے فرمایا: جو شخص راہِ طریقت پر آنا چاہے تو چار موتوں کو ضروری سمجھے؛ (۱) موت ابیض: یہ بھوک ہے۔ (۲) موت اسود: یہ لوگوں کی تکلیف رسانی پر صبر کرنا ہے۔ (۳) مرگِ سرخ: یہ نفس کی مخالفت ہے۔ (۴) مرگِ سبز: یہ چیتھڑوں اور ٹکڑوں کا لباس پہننا ہے۔

ہر صبح شیطان مجھ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا کھائے گا، میں اس کو جواب دیتا ہوں موت۔ وہ کہتا ہے کیا پہنے گا؟ میں کہتا ہوں کفن۔ وہ پوچھتا ہے کہاں رہو گے؟ میں کہتا ہوں قبر میں۔

ایک شخص کو آپ نے فرمایا: جب تم کو حق تعالیٰ کی معصیت کا ارادہ ہو تو ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے۔ (نفحات الانس، ص:۲۲۳)

حضرت محمد بن صبیح بن السمّاکؒ کی وصایا

محمد بن صبیح السمّاک نے اپنے بھائی کو بذریعہ خط وصیت لکھی: اما بعد ...... میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ اللہ عزوجل جو تیرے مخفی امور پر مطلع ہی نہیں بلکہ تیرے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ تیری خلوتوں میں ہے اور تیری جلوتوں پر اس کی نگاہ ابدی محیط ہے۔ لہٰذا تو، حق جل مجدہ کی ذات کو لیل و نہار کے تمام احوال میں دل پر مسلط کر لے کہ ہمہ وقت توجہ ذاتِ حق کی طرف ہو۔ تو حق جل مجدہ سے جس قدر قریب ہوگا یا تقرب حاصل کرے گا حق جل مجدہ بقدرِ تقرب تجھ سے محبت کرے گا اور وہ ہر طرح تجھ پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ قادر مطلق علی الاطلاق ہے اور تو عاجز مطلق علی الاطلاق ہے۔

تو یہ بھی یاد رکھ کہ حق جل مجدہ کی نگاہ لا ینام و لا یرام اور قدرت و سلطنت سے نکل کر تو کسی بھی دوسرے کی قدرت و سلطنت میں نہ داخل ہو سکتا ہے اور نہ حق کی سلطنت سے خارج

ہوسکتا ہے۔

ملک تمام تر حق جل مجدہ کا ہے نہ کہ کسی غیر کا کہ تو وہاں جگہ پا سکے۔ اس کی عظمت کو دیدۂ باطن میں بساؤ تجھ کو پناہ مل جائے گی۔ حق جل مجدہ کی کبریائی کی شمع روشن کرو دل منور ہو کر نورِ حق کا دیدار کر لے گا۔ سنو! عقلاء کا گناہ کرنا حمقاء کے گناہ سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ علماء کا معصیت کرنا جہلاء کے معصیت سے بڑا سنگین جرم شمار ہوتا ہے۔ مالداروں کی سرکشی و نافرمانی کرنا خطرناک ہے غریبوں اور ناداروں سے ...... عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ جب برتن میں سوراخ ہو جائے تو شہد کب ٹھہر سکتا ہے، جب تمہارے دل میں بگاڑ آ جائے تو حکمت کی بات کیونکر سمجھ میں آ سکتی ہے۔

اے بھائی! کتنے واعظ و تذکرے والے ایسے ہیں جو خود یادِ الٰہی کو بھولے ہوئے ہیں، غافل ہیں۔ کتنے نارِ جہنم سے ڈرنے والے ایسے ہیں جو خود حق جل مجدہ پر جری ہو کر گناہ میں ملوث ہیں۔ کتنے داعی ایسے ہیں جو لوگوں کو ذات حق کی دعوت دیتے ہیں اور اعمالِ صالحہ سے دور ہیں۔ کتنے قاری قرآن ایسے ہیں جو احکامِ الٰہی کو فراموش کر چکے ہیں۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۲۰۶)

محمد بن یوسف الاصبہانی کی وصایا

محمد بن یوسف الاصبہانیؒ نے اپنے دوستوں کو وصیت فرمائی:

میرے تمام ساتھی و دوست کو میرا سلام و پیام پہنچاؤ! اور یہ وصیت و پیغام کہ آخرت کے لیے تیاری کریں اور دنیا اور اس کی تمام زینت سے روٹھ جائیں، مایوس ہو جائیں۔ موت ایک شدید جھٹکا ہے اس کی تیاری کریں۔ جان لیں کہ آگے آنے والی خطرناک ہولناکی و جزع وفزع یقینی ہے جس کی ہولناکی سے انبیاء و رسل بھی بے نیاز نہیں ہوں گے، والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۲۳۶)

ایک موقع پر محمد بن یوسفؒ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن یوسف کو یہ وصایا بھیجیں:

سلام علیک۔ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں

اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اما بعد ...... میں تم کو ان تمام اسبابِ دنیا سے ڈراتا ہوں جو دارِ مہلت میں تیرے اردگرد جمع ہیں کہ بالآخر ان کو چھوڑ کر دارا قامت میں قرار پکڑنا ہے اور اعمال کی جزاء ملنی یقینی ہے اور تجھ کو پشت زمین سے بطن زمین میں کھینچ کر لے جائیگی اور پھر منکر ونکیر آئیں گے جو تیرے دائیں بائیں بیگانے کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ اگر حق جل مجدہ کی معیت تجھ کو اس وقت حاصل رہی تو پھر نہ تجھ کو وحشت ہوگی نہ ہی خوف نہ ہی سوال و جواب میں دشواری۔ غرض، کسی قسم کے رنج وغم کا خطرہ بھی نہ ہوگا۔ اگر معیتِ الٰہی نہ ہوگی جس سے ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ ہی کی پناہ لیتے ہیں تو پھر ......! (الامان والحفیظ)۔ وہ بڑا ہی برا ٹھکانا، تنگ وتاریک جگہ، کرب و بے چینی کا مسکن ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ حشر کے دن کی دل دہلا دینے والی آواز پھر نفخِ صور پھر خلائق کا حساب و کتاب۔ زمین اس وقت اپنے تمام سکّان سے خالی ہوگی۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا۔ تمام مخفی امور خود بخود ظاہر ونمایاں ہوجائیں گے۔ نارِ جہنم بھڑکا دی جائے گی۔ میزانِ عدل نصب کردیا جائے گا۔

﴿وَ جِیۡٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیۡنَہُمۡ بِالۡحَقِّ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ﴾

اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ (سورۂ زمر، آیت: ۶۹)

اس دن کتنوں کے عیوب فاش کیے جائیں گے، رسوا کیے جائیں گے اور کتنوں کے عیوب پر پردہ ڈالا جائے گا۔ کچھ ہلاک ہوں گے اور کچھ نجات پائیں گے۔ کچھ لوگوں کو عذاب دیا جائے گا اور کچھ لوگ رحم کیے جائیں گے۔ اے افسوس! میری زندگی پتہ نہیں مجھے اور تجھے کیا دن دیکھنے پڑیں گے۔ دیکھو! لذات کو چھوڑو۔ شہوات سے باز رہو۔ دنیاوی اُمیدیں کم کرو۔ باغی کو جگاؤ۔ غافلوں کو ڈراؤ۔ اللہ ہماری اور تمہاری اس پُر خطر وادی میں مدد فرمائے، آمین۔ اور اللہ جل مجدہ دنیا و آخرت کو میرے اور تیرے دل میں وہی جگہ دے جو اتقیاء کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ اتقیاء میں ہم کو اور تم کو شمار فرمائے، آمین۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۲۳۶)

یوسف بن اسباطؒ کی وصایا بنام حذیفہ بن قتادہ

یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہ بن قتادہ کو وصیت فرمائی:

اما بعد...... اُوصِیکَ بِتَقوَی اللّٰہِ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو بھی حق جل مجدہ نے تم کو علم عطا فرمایا ہے اس پر عمل کی اور مراقبہ کی ایسے مقام پر جہاں حق جل مجدہ کی ذات کے سوا کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ (یعنی محاسبہ نفس اس طرح کرو کہ حق کے سوا کسی کو اس کا علم نہ ہو کیونکہ عُجب کا خطرہ ہے) اور اپنے اندر استعداد پیدا کرنے کی آخرت کے لیے کہ اس دن کوئی حیلہ و بہانہ نہ چل سکے گا۔ قیامت کے دن پیشی کے وقت ندامت و شرمندگی سودمند نہ ہوگی۔ غافلین غفلت کی چادر کو اپنے جسم سے اُتار پھینکو! مُردوں کی طویل آرام گاہوں سے عبرت پکڑو۔ قصّے کہانیوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس لیے کہ دنیا پہلے لوگوں کے ساتھ بھی گزری ہے اور تمہارے ساتھ بھی گزر جائے گی۔ تو اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جن کو عقبٰی و معاد میں شکوک وشبہات ہوں اور صفاتِ صالحین سے غفلت برتیں اور جن اعمال کی ہدایت کی گئی تھی ان کو چھوڑ بیٹھے۔ ہمارا اور تمہارا، عالمِ آخرت میں عند اللہ ایک مقام متعین ہے۔ ہم اللہ سے اس کی مخفی رحمتوں کا سوال کرتے ہیں اور یہ کہ ہم کو اور تم کو عفو وتجاوز کے دامن میں ڈھانپ لے۔

کیا تو ان باتوں پر ایمان نہیں لاتا جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا ہوں! دیکھ! اس امت کے منافق کی علامت بتلاتا ہوں؛ وہ ظاہری جسم کے ساتھ تو دین اور اہلِ دین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور اپنے باطن اور خواہشات کے اعتبار سے دینداروں سے جدا ہیں۔ حق اور راہِ حق کی اتباع میں ضعیف وخفیف ہیں (یعنی سست ہیں)۔ اور اپنے خبیث و برے افعال کو چھوڑتے بھی نہیں۔ باز ہی نہیں آتے۔ جب کبھی تو اُن کے پاس جائے گا تو ظاہراً اعمالِ برو نیکی میں وہ تجھ سے ریاء وسمعہ کی وجہ سے بحثیں کریں گے۔ اور اعمالِ باطن جن میں سلامتی وتقویٰ کی ضمانت ہے، اس سے وہ غافل ہی نہیں یکسر خالی ملیں گے۔ اعمال بہت کریں گے مگر مطابقِ شریعت نہیں، اتباعِ سنت کی جھلک نہیں۔ پس حق جل مجدہ اعمال کی قیمت سے ان کو محروم کر دیں گے۔ کہ حق جل مجدہ قول ہو یا فعل، اس کی جزاء اسی وقت دیں گے جبکہ اس کے ساتھ

مکمل اتباعِ شریعت کی پابندی کی گئی ہو، خواہ وہ بظاہر ایک ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

دیکھو! تم ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا۔ اللہ سے ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے سلامتی و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اپنی پسند و مرضیات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۲۴۱)

علی بن خشرمؒ کے نام بشر بن الحارثؒ کی وصایا

السلام علیک، بعد از سلام! میں اللہ عزوجل کی حمد و تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد ...... میں اللہ تعالیٰ سے اُن نعمتوں کی تکمیل کا اپنے لیے اور تمہارے لیے سوال کرتا ہوں جو حق جل مجدہ کی طرف سے ملی ہوئی ہیں۔ اور ہمیں اور تمھیں احسان پر شکر کی توفیق بخشے اور ہمیں اور تمھیں زندگی اور موت نعمت اسلام کے ساتھ۔ اور ہم دونوں کو اپنے اسلاف و اکابر کا متبع اور پیروکار بنائے۔

اے علی! میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اوامرِ الٰہی کے اتباع اور تمسکِ کتاب و سنت کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اہلِ ایمان عاملین کتاب و سنت جو گزر چکے ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کیونکہ انھوں نے عمل کر کے راہ چلنا ہم لوگوں کے لیے آسان کر دیا۔ بس تیرا کام ہے کہ آثارِ عاملین و صالحین کو اپنا نصب العین بنا کر منزل طے کرتا رہ۔ اسلاف و اکابر کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا کر جس سے تیری وحشت و اجنبیت دور ہوگی اور تو اس کرۂ زمین پر ملاء اعلیٰ کے لوگوں کے مانند ہو جائے گا کہ ان اکابر نمونہ اسلاف کو دیکھنا گویا کہ ملاء اعلیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے۔ اصحابِ نبیؐ کی صحبت مُردوں کی صحبت سے زیادہ نفع بخش ہے۔ (عاملینِ سنت کو رسول اللہ ﷺ کی صحبتِ معنوی حاصل ہے مراد علماء و صلحاء ہیں اور مُردوں سے مراد غیر جنس کے لوگ ہیں)۔ یہ بات یاد رکھ کہ اگر حق جل مجدہ تجھ سے خیر و بھلائی صدور ہوتے دیکھے گا تو اہلِ خیر میں تیرا شمار فرمالے گا۔ بیشک اکثر عمریں تیری بیت چکیں۔ کیا گزرے ہوئے لوگ اپنی زندگی سے خوش ہیں؟ حالانکہ تو بھی عنقریب انہی لوگوں سے ملنے والا ہے۔ موت کا فرستادہ تجھے تلاش کر رہا ہے اور تو اس کو عاجز نہیں کر سکتا جبکہ تھوڑی دیر بعد تو اس کے قید و بند میں محبوس ہوگا۔ تمام ہی مخلوق

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے حقیر وصغیر ہے، محتاج وفقیر ہے۔ دیکھ! حق جل مجدہ کی جانب توجہ سے تیری محبوباتِ دنیا تجھ کو غافل نہ کردے۔ حق جل مجدہ کی جانب سوالی تضرع و افتقار کے ساتھ، ذلیل جس طرح عزیز کے سامنے دست سوال پھیلا۔

جس طرح فقیر غنی کے سامنے احتیاج ظاہر کرتا ہے۔ قیدی کی طرح جبکہ وہ راہِ خلاصی یا فرار کی راہ نہیں پاتا تو دربان و حارس کی ہی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ ڈرتا بھی ہے اپنے جرائم کی وجہ سے مگر فریاد بھی کیے جارہا ہے۔ اس کو اُمید بھی قوی ہوتی ہے۔ دعاء وفریاد بھی نہیں چھوڑتا۔ بلاء وفتن سے مامون بھی نہیں ہوتا۔ دیکھ! اگر تیری حالت یہی ہوجائے تو امید ہے کہ حق جل مجدہ اپنے فضل خاص کی وجہ سے تم پر لطف ومہربانی کردیں۔ رحمت کا دست قدرت ڈال دیں۔ اور تجھ کو تیری اُمیدوں کے مقامِ اعلیٰ پر عفو وعنایت کے ساتھ پہنچا دیں۔ لہٰذا تو اسی کی طرف فکر ونظر کے ساتھ متوجہ ہوجا، پوری جدوجہد کے ساتھ اور جہاں تیری قوت تیرا ساتھ چھوڑ دے وہاں اس سے مدد ونصرت طلب کر۔ جب تو ایسا کرلے گا تو حق جل مجدہ پوری رحمت کے ساتھ تم کو آغوشِ رحمت میں لے لیں گے اور تو اللہ جل مجدہ کو ماں باپ سے زیادہ سریع اپنے سے قریب پائے گا۔ بلکہ تو اپنی جان ونفس سے بھی اقرب ترین اس کو پائے گا۔ ہم اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں۔ اور حق جل مجدہ کی ذات سے ہی تمام مواہبِ دنیوی واخروی کا دونوں کے لیے سوال کرتے ہیں۔

اور اے علی! خوب یاد رکھ جو شہرت پا گیا اور لوگوں میں متعارف ہوگیا وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ اس کی زندگی فتنے کا شکار ہوگئی۔ اللہ ہماری تمہاری اس سے حفاظت فرمائے۔ اپنی جانب کثرتِ خضوع، توجہ الی اللہ اور عظمتِ حق کے لیے ذلتِ نفس کے ساتھ۔ ساتھ ہی تمام فتنِ دارین اور سوء عاقبت سے بچائے کہ حق جل مجدہ جس شخص کو چاہتے ہیں اس کی نگرانی وحفاظت فرماتے ہیں اور توفیق بھی بخشتے ہیں۔

جو بھی حق جل مجدہ سے توفیق طلب کرتا ہے اس کی جانب رجوع ہوتا ہے رضائے رب کی جستجو کرتا ہے اس کو دو چیزوں سے ایک کو اپنے لیے پسند کرلینا چاہیے؛ ایک یہ کہ صرف اور صرف، محض طالبِ رضائے رب ہو اور اس کا قلب ذرہ برابر بھی اہلِ زمانہ کی تعریف و مذمت

کی جانب متوجہ نہ ہو بلکہ خیال و خاطر میں بھی نہ لائے۔ کان ہی نہ دے۔ بیشک ایسے لوگوں کی جماعت وفات پا گئی۔ مگر جو بقیۃ السلف صالحین کے نمونہ ہیں اُن کی مجلسوں اور صحبتوں سے دیدۂ باطن کو منور کرو۔ تم اپنے کو اُن مُردوں کی طرح جانو جو مقابر میں مدفون ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ مُردے مقابرِ موتی میں مدفون ہیں اور تم بھی مُردے ہو مگر مقابرِ احیا میں ہو کیونکہ مقابرِ احیاء میں وہ لوگ مدفون ہیں جو آخرت سے غافل ہیں۔ صلاحِ آخرت کی راہوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ تمہارے زمانے کے لوگ ایسے ہی ہیں۔ ایسے ظلمت کدہ میں جو نورِ الٰہی سے مستنیر و مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔ ایسی بنجر زمین ہیں کہ کتاب اللہ سے متاثر نہیں ہو رہے ہیں، مگر حق جل مجدہ جس کی حفاظت فرمائے۔ ان لوگوں کی بے گانگی کی پرواہ نہ کرو۔ ان کے روٹھ جانے سے مایوس نہ ہو۔ اس یقین کے ساتھ کہ اُن سے علیحدگی کے بعد جو شعوری ایمان، وجدانی کیفیت، حلاوت و ذوقِ فراست، بصیرتِ الٰہی، نورِ نبوت کا عکس تیرے باطن پر ہوگا وہ اُن کے قرب و اتصال سے لاکھ درجہ احسن و اتم ہوگا۔ حق جل مجدہ تیرا کفیل و ضامن ہوگا لہٰذا تو اسی کو اپنا انیس و مونسِ حقیقی جان کہ اس سے اچھی نعمت ملنے والی نہیں۔ اور اپنے زمانہ کے ابن الوقت سے بچ کر رہ۔ تیری زندگی کسی کے ساتھ حسنِ ظن یا بدظنی رکھنے سے نہیں سنور سکتی ہے۔ نہ ہی کسی عقلمند و ذی شعور کو اپنی نگاہ میں ذلیل جان کہ اہلِ زمانہ تجھے مطعون کریں گے۔

عقلمند اہلِ دنیا کے ساتھ نہ بیٹھ کہ تو فتنے میں مبتلا ہو جائے گا اور تیری شرافت مکدر ہو جائے گی۔ تیرا دین مخدوش ہو جائے گا اور اس کے اثرات سے تو اپنے کو نہیں بچا سکے گا۔ تنہائی کی موت بہتر ہے اس زندگی و صحبت سے جس میں تو شر و فساد سے نہ بچ سکے۔ اس لیے کہ اگر تو ان لوگوں کو اپنے اوپر قدرت دیدے گا تو وہ تجھ کو راہِ صلاح سے ہٹا کر گناہ پر ڈال دیں گے۔ اور اگر ان کی صحبت اختیار کر لے گا تو معاصی و گناہ میں شریک کریں گے۔ لہٰذا تو بذاتِ خود اپنے نفس کی نگہداشت رکھ اور غیر جنس لوگوں سے احتراز و احتیاط ہی نہیں بلکہ ان کی ہم نشینی کو بُرا جان اور موجودہ وقت میں تمام فضیلتوں کا حصول موقوف ہے عزلت و تنہائی میں اس لیے کہ سلامتیٔ دین و دنیا تنہائی میں ہے اور سلامتی بذات خود بڑی فضیلت ہے۔

کان کے تمام معاصی سے اپنے کان کو بہرا کر لے۔ اور آنکھ کو اندھا بنا لے۔ عام مخلوق

کے ساتھ بدظنی سے اپنے آپ کو بچا کیونکہ حق جل مجدہ نے سوءِ ظن سے منع فرمایا ہے ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۴۱)

ایک شخص کو بشر بن حارث نے وصیت کی: تو اپنی حسنات ونیکیوں کو بھی اُسی طرح چھپایا کر جس طرح سیئات کو چھپایا کرتا ہے۔اُمید پر۔ ''اُکْتُمْ حَسَنَاتِکَ کَمَا تَکْتُمُ سَیِّئَاتِکَ'' اوراس بات کی کوشش کر کہ ربّ العالمین تجھ کو اس مقام پر نہ دیکھے جسے ناپسندیدہ جانتا ہے اور جس سے منع فرمایا ہے اور اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں تجھ کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔ جب گفتگو و کلام سے عُجب پیدا ہو تو سکوت و خاموشی اختیار کرلیا کر۔ اور جب سکوت سے عُجب کا خطرہ ہو تو کلام کیا کر۔ موت کو ہمیشہ یادرکھا کر اور یاد کیا کر۔ دنیا اور زینتِ دنیا دل سے نکل جائے گی۔ موت کی یاد سے شہوت وخواہشِ جماع مٹ جائے گی۔ علم اس لیے حاصل کر کہ فریبِ دنیا سے بچ سکے اور علم سے عمل کی راہ کھل سکے نہ کہ حبِ دنیا اور کسبِ دنیا کی اُمید پر۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۴۷)

حضرت معروف کرخیؒ کی وصایا

حق جل مجدہ کی ذات پر توکل کامل رکھو، اس اعتماد کے ساتھ کہ مکمل بھروسہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارا معلّم و انیس اور تیری ہر فریاد و پکار پر تجھ سے قریب تر ہوگا۔ ذکرِ موت کو اپنا ہم نشین ایسا بنا کہ تجھ سے وہ کبھی بھی جدا نہ ہو۔ اور اس بات کو ذہن نشین کرلے کہ تیری پیدائش کے ساتھ ساتھ حق جل مجدہ نے شفاء و بلاء بھی نازل کی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ تمام مخلوقات ذرہ برابر تجھ کو نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ نہ ہی نعمتِ الٰہی کو تجھ سے چھین سکتی ہے۔ نہ ہی تجھ کو کچھ دے سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نہ دینا چاہے۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۶۰)

اس بات سے ڈرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو مسکینی کے لباس کے سوا کسی اور لباس میں دیکھے۔
(نفحات الانس،ص:۱۸۷)

حضرت وکیع بن جراح کی وصایا

ایک شخص وکیع بن جراح سے معاش (گزر بسر) اور ورع کے سلسلے میں تبادلہ خیال کررہا تھا تو آپ نے سوال کیا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میراث سے۔ آپ نے پوچھا تیرے باپ کو کہاں سے ملا تھا؟ جواب دیا ان کو اپنے باپ سے۔ پھر آپ نے پوچھا ان کو کہاں سے ملا تھا؟ اس نے جواب دیا معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں حلال مال سے ہی کھاؤں گا پیؤں گا اور حلال زمین میں چلوں گا تو میں اس کو بجا طور پر کہوں گا کہ لباس اُتار کر پھینک دے اور نہر فرات میں ستر پوشی کرے اور اس کو اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اس پُرفتن دور میں بچنا بہت مشکل ہے۔

پھر وکیع نے فرمایا: دیکھو! اگر کوئی شخص ترکِ دنیا میں سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ، ابو درداءؓ کے مقام کو ظاہری طور پر پالے پھر بھی ہم اس کو زاہد فی الدنیا نہیں کہیں گے۔ اس لیے کہ زاہد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حلال و طیب محض کو بھی چھوڑ دے اور موجودہ دَور میں حلال محض کی شناخت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پس دنیا کی چیزیں حلال بھی ہیں اور حرام بھی اور مشتبہات بھی۔ حلال کا عند اللہ حساب ہوگا، حرام پر عذاب ہوگا اور مشتبہات پر عتاب۔

لہٰذا یوں سمجھو کہ دنیا مُردار ہے۔ اس سے اسی قدر لینے کی کوشش کرو جس قدر ضروری ہو یعنی کہ بقدرِ زیست۔ تو اگر تم حلال سے لے رہے ہو تو پھر زاہد فی الدنیا یا زہد فی الدنیا کا اطلاق ہوگا۔ اور اگر تم نے حرام سے لیا ہے تو دیکھو مُردار کا کھانا حالت اضطرار میں اسی قدر جائز ہے جتنا کہ ضرورت ہو اور شبہات کے قریب نہ جاؤ کہ اس پر عتاب ہوگا۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۳۷۰)

نضر بن شمیل کی وصیت طالب علم کے لیے

لَا یَجِدُ الرَّجُلُ لَذَّةَ الْعِلْمِ حَتّٰی یَجُوْعَ وَ یَنْسِی جَوْعَهٗ۔ کوئی شخص اس وقت تک علم کی لذت نہیں پاسکتا جب تک وہ بھوکا نہ ہوجائے اور بھوک کی شدت کو بھول جائے۔

(تذکرہ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۸۷۔ تبع تابعین، ج:۲، ص:۴۲۳)

محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا

ابوعبداللہ محمد بن قاسم الطّوسی خادم خاص تھے محمد بن اسلم کے۔ فرماتے ہیں کہ وفات سے چار یوم قبل میں محمد بن اسلم سے ملنے گیا۔ اس وقت ان کا قیام نیشاپور میں تھا۔ تو انھوں نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعبداللہ! میرے قریب آ جاؤ۔ میں تم کو وہ خوش خبری سناتا ہوں جو حق جل مجدہ نے تیرے بھائی یعنی میرے ساتھ خیر و بھلائی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ میری اجل قریب آ چکی ہے۔ وصالِ الٰہی کا پیام مل چکا ہے۔ ذائقہ موت کی لہریں محسوس ہو رہی ہیں۔ حق جل مجدہ کا بڑا ہی احسان و فضل ہے کہ میرے پاس کوئی درہم و دینار نہیں جس کا عنداللہ حساب دینا پڑے۔ دیکھو تو سہی! رب کریم نے کس قدر عظیم کرم کا معاملہ فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، حساب و کتاب کی تاب نہیں رکھتا ہوں، اس لیے ارحم الراحمین نے میرے پاس درہم و دینار کو جمع ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھ سے حساب لے۔

پھر فرمایا: دیکھو! دروازہ بند کر دو اور اندر آنے کی کسی کو اجازت نہ دینا۔ جب تک کہ میری روح جسدِ عنصری کی قید سے آزاد نہ ہو جائے۔ میری کتابیں وفات کے بعد دفن کر دینا (مبادا کہ اس میں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات درج ہو جو اُمّتِ محمد ﷺ کی گمراہی کا ذریعہ وسبب بنے اور اس پر میرا مواخذہ ہو)

میں دنیا سے اس حال میں جا رہا ہوں کہ میں نے نہ تو میراث چھوڑی نہ ہی مال و زر۔ ہاں! میری کتابیں اور جسم کے کپڑے، اوڑھنے کی ایک چادر، وضو کا ایک چھوٹا سا پیالہ، وہ دیکھو! تھیلا جس میں تیس درہم ہیں میرے بیٹے کو اس کے ایک عزیز نے ہدیہ کیا تھا۔ وہ سب سے حلال مال ہے میرے پاس کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ'' تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔ یعنی تیری ذات اور تیرے مال سے فائدہ لینے کا مستحق تیرا باپ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَطْیَبُ مَا یَأْکُلُ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَ وَلَدُہٗ مِنْ کَسْبِہٖ''

سب سے پاک مال جو انسان کھاتا ہے وہ ذریعہ کمائی سے ہے اور اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

لہٰذا اِنہی درہموں میں سے اگر دس درہم میں کفن کا کپڑا خریدا جاسکے تو پندرہ درہم استعمال نہ کریں۔کفن میں فضول و اسراف درست نہیں۔ میری نعش کو میرے کپڑوں سے چھپا دینا اور تابوت کو میری چادر سے۔ لوگوں میں اعلان نہ کرنا جنازہ میں شرکت کے لیے۔ نہ ہی لوگوں کو خواہ مخواہ کی تکلیف میں ڈالنا۔ وضو کا پیالہ کسی مسکین پابندِ صوم وصلوٰۃ کو صدقہ کر دینا کہ وہ اس سے وضو کرے گا۔

ان وصایا کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور موقع پر محمد بن اسلمؒ نے ابوعبداللہ کو یوں فرمایا:

اے ابوعبداللہ ! تو میرے ساتھ ہے یا میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھ کو پتہ ہے میرے ساتھ میری قمیص کے اندر ایک ایسا شخص چھپا ہوا ہے جو کل قیامت میں میرے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہوگا۔ تو میں کیسے گناہ کرسکتا ہوں۔ جاہل تو یہ سوچتا ہے کہ مجھ کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے پھر معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ میں کس طرح اس پر غلبہ حاصل کروں جبکہ وہ ہر وقت میری قمیص سے مجھ کو جھانکتا ہے۔

اے ابوعبداللہ ! میرا اور اس مخلوق کا کیا واسطہ؟ میں باپ کی پشت میں اکیلا، پھر رحمِ مادر میں تنہا۔ پھر دنیا میں آیا اکیلا۔ ملک الموت روح قبض کریں گے اکیلے۔ قبر میں داخل کیا جاؤں گا اکیلا۔ منکر ونکیر آ کر جب سوال کریں گے میں جوابدہ ہوں گا اکیلا۔ اگر خدانخواستہ جہنم میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی رہوں گا اکیلا۔ اگر جنت میں گیا تو بھی اکیلا۔ محشر کے روز حق جل مجدہ کے سامنے پیش کیا جاؤں گا اکیلا۔ ﴿وَ كُلُّهُمْ آتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾۔ میزانِ عمل میں میرے حسنات وسیئات تولے جائیں گے تو میں ہوں گا اکیلا۔ پھر فیصلے کے بعد، جنت وجہنم میں خلودِ ابدی کا معاملہ اکیلا۔ پھر میں لوگوں سے کیوں واسطہ رکھوں اور لوگوں کی فکر میں کیوں رہوں۔ میں آیا ہوں اکیلا اور جاؤں گا اکیلا۔ پھر آپ نے ایک حسرت بھری چیخ ماری اور زمین پر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ میں سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کرگئی مگر تھوڑی دیر بعد آپ نے سانس لی۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا:

اسلام کی اصل - فرائض کا پورا کرنا ہے

اسلام کی اصل فرائضِ الٰہی کا پورا کرنا ہے اور فرائض کی دو لفظ میں تعریف کرتا ہوں، حق جل مجدہ نے جس چیز کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا وہ فرائض ہیں۔ اس کو پورا کرو۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول نے منع کیا اس سے باز رہنا بھی فرض ہے۔

الغرض، اوامر کا امتثال، نواہی سے اجتناب دونوں ہی فرض ہیں۔ یہی بات قرآن میں کہی گئی ہے "وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ"۔ لوگ اس کو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں مگر غور وفکر نہیں کرتے کیونکہ لوگوں پر دنیا کی محبت غالب آ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے فہم قرآن کی بصیرت کھو چکی ہے۔

اتباعِ سنت کی اساس

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا، فَقَالَ هٰذَا سَبِیْلُ اللّٰهِ۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی كُلِّ سَبِیْلٍ مِنْهَا شَیْطَانٌ یَدْعُوْ اِلَیْهِ ثُمَّ قَرَأَ : وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكَ وَصَّاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپ نے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچی اور فرمایا یہ بہت سی راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے قرآن مجید کی آیت بالا تلاوت فرمائی "اور (یہ کہہ) یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسرا راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو"۔ (سورۂ انعام، ۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، رسولِ کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی اِثْنَتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَ اُمَّتِیْ تَفْتَرِقُ عَلٰی

ثَلاثَةٍ وَ سَبْعِيْنَ كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَ اَصْحَابِيْ۔

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی، سب جہنم میں جائیں گے مگر ایک جماعت۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا وہ لوگ کون ہوں گے یا رسول اللہ؟ آپؐ نے ارشادفرمایا: آج جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جو میرے صحابہ کے مسلک ومشرب پر ہوں گے۔

دیکھو! عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں کی حدیث کا مفہوم و ماخذ ایک ہی نکلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے اور اس کا راستہ وطریقہ بھی ایک۔ لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر اعمال کو ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں پرکھو، جانچو۔ جو اعمال ان احادیث کے موافق ہوں بحسن وخوبی بجالاؤ اور جن میں موافقت نہ ہوسکے ان کو چھوڑ دو۔ اور محض اپنی طرف سے تاویلیں نہ نکالو کیونکہ حدیث رسول اور اعمال صحابہؓ کے مقابلے میں خود تراشیدہ تاویلیں عنداللہ مردود کردی جائیں گی۔

علماء کتاب وسنت، آثار صحابہؓ کے مقابلے میں حجت نہیں

ساتھ ہی یہ بات یادرکھو کہ علماء اگر کتاب وسنت، آثارِ صحابہ کے خلاف کریں تو وہ حجت نہیں کیونکہ دنیا کی محبت اور شہوات، اموال کے فتنے، اس گروہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ تم الفاظ حدیث کو بار بار پڑھو کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: ''كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ'' سب ہی فرقے جہنم میں جائیں گے مگر ایک۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: كُلُّهَا فِي الْجَنَّةِ اِلَّا وَاحِـــدَةٌ، کہ سب جنت میں جائیں گے مگر ایک فرقہ جہنم میں۔ اب دیکھنا اور سوچنا یہ ہے کہ ہماری سوچ، سمجھ، خوشی وغم، تمام امور میں سرکار کا عمل یا صحابہؓ کا اثر موجود ہے یا نہیں۔ صحابہ، معیارِ شریعت میں بدعت کا ان میں گمان ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رشد و ہدایت کی سند دی ہے۔ حق جل مجدہ نے ﴿كُلًّا وَعَدَهُ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ کہا ہے۔ یہ مقام علماء کو حاصل نہیں۔

راہِ احتیاط

راہ احتیاط اس میں ہے کہ جن اعمال میں امت اختلاف کررہی ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ نہ کرنے میں ملامت و وعید کا امکان نہیں اور ان اعمال کے کرنے میں بدعت و گمراہی کا ازحد امکان ہے کیونکہ علماء اختلاف کرتے ہیں، اگر سنت ہوتی تو اختلاف ہی نہ ہوتا۔ حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس لیے جن اعمال کا وجود صحابہ کے مابین نہ تھا اور بعد میں لوگوں نے ایجاد کیے بہتر ہے کہ وہ نہ کیے جائیں کہ اس میں بدعت کا شبہ ہے اور ایمان شبہات سے بچنے ہی کا تو نام ہے۔ الغرض، مذکورہ دونوں حدیثوں کو یاد رکھو اور کسی بڑے سے بڑے عالم کا قول حدیث کے مقابلے میں مت قبول کرو۔ حجت عالم نہیں، حجت قولِ رسولؐ ہے۔ علماء بھی حبِّ دنیا میں آ کر اپنے مخترعات کی تائید میں حدیث نقل کرتے ہیں، خواہ اس حدیث کا مفہوم اور صحابہ میں بالکل ہی جدا کیوں نہ ہو۔ علماء اپنی تائید میں قرآن و حدیث پیش کرتے ہیں اور ہر شخص اپنے اقوال کو قرآن و حدیث سے مؤکد کرنے کی کوشش میں ہے۔ حالانکہ قرنِ اوّل کے علماء نے قرآن و احادیث سے اپنی زندگی کو مہذب و متادب بنایا تھا اور بعد کے لوگوں نے اپنی آراء کو مؤکد کرنا شروع کیا۔ اس لیے تم صرف اور صرف اقوالِ رسول، افعال رسول، آثارِ صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ گرچہ بڑا صاحب لسان عالم اس کی مخالفت کرتا ہو۔ تمہارے لیے علماء کا علم باعثِ نجات نہیں۔ رسول کی سنت مدار نجات ہے اور ضمانت ہدایت۔ بدعت بہت ہی بری بیماری، نا قابلِ تلافی روگ، خطرناک ناسور ہے۔ جو صاحب بدعت کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۲۴۲)

(بدعتی کرتا ہے گناہ شمار کرتا ہے نیکی۔ اپنی من گھڑت چیزوں کو سرورِ عالم ﷺ کی جانب منسوب کرکے توبہ سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ بدعتی کو موت سے پہلے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اس لیے سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ بدعت کو چھوڑ دو)

اولیاء اللہ کی علامات یہ ہیں: (۱) لطف لسان (۲) حسن اخلاق (۳) بشاشتِ چہرہ (۴) سخاوتِ نفس (۵) قلتِ اعتراض (۶) عذرخواہ کے عذر کو قبول کرنا (۷) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۵۰)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس قیمتی وصیتیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تم کو قتل کردیا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) والدین کو ہرگز نہ ستانا اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ کر نکل جا۔

(۳) فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ وہ حق جل مجدہ کی امان ونگرانی سے نکل کر ہلاکت میں جا پھنسا۔

(۴) شراب ہرگز مت پینا کیونکہ وہ تمام تر بے حیائی کی جڑ ہے۔

(۵) گناہ سے پرہیز رکھنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے۔

(۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگنا اگرچہ اور لوگ ہلاک ہوجائیں۔

(۷) اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت بھاگنا بلکہ جم کر رہنا۔

(۸) اپنے اہل وعیال پر اپنا حلال وعمدہ مال خرچ کرنا۔

(۹) اور ادب سکھانے کی غرض سے اپنی لاٹھی تیار رکھ اور اہل وعیال کی جانب سے غافل ہوکر مت بیٹھ جانا۔

(۱۰) اور اپنے عیال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مشکوٰۃ، ص: ۱۸)

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد اول، صفحہ: ۶۴)

Wasaya Encyclopedia

Volume One

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi

Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569